غایت المرام

اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غایۃُ المَرام

جس میں
تہذیب کے ساتھ
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
کے
دعاوی جدید
پر
عالمانہ مباحث
ہیں

مُصنّفہٗ
جناب فاضل اجلّ قاضی محمد سُلیمان صاحب سلمان منصورپوری

جس کو
خلیفہ ہدایت اللہ پنشنر ضلعدار منیجر دفتر رحمۃ للعالمین پٹیالہ سٹیٹ
نے
سنہ ۱۳۴۳ھ
مطبع کاشی رام لاہور میں باہتمام
لالہ کاشی رام منیجر چھپی

قیمت = ۱۰/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ حَمۡدًا مُوَافِیًا لِنِعَمِہٖ مُکَافِیًا لِمَزِیۡدِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَجُنُوۡدِہٖ

امابعد۔ یہ رسالہ غائت المرام جناب مخدوم و مکرم قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان فاضل دوران نے ۱۸۹۱ء میں جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کے رسالجات متعلق عادی میسیحیت کا مطالعہ فرما کر تصنیف فرمایا تھا اور انہی ایام میں یہ رسالہ اسلامیہ پریس لاہور میں مولوی کرم بخش صاحب نے چھاپ کر شائع کیا تھا۔ رسالہ مذکور اس قدر مقبول ہوا۔ کہ اشاعت سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد نایاب بن گیا۔ حتیٰ کہ مصنف مظلہ العال کے پاس بھی اس کی کوئی کاپی نہ رہی ؛

اب اہل التصدق والدین کے حسن طلب کو دیکھ کر راقم نے اس رسالہ کی اشاعت کو ضروری سمجھا۔ امید ہے کہ اس کی اشاعت موجب خیر و برکت ہو گی ؛

الملتمس :۔ خلیفہ ہدایت اللہ پنشنر ضلعدار نہر۔ پٹیالہ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ لَکَ الۡحَمۡدُ اَنۡتَ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَنۡ فِیۡھِنَّ وَلَکَ الۡحَمۡدُ اَنۡتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِیۡھِنَّ وَلَکَ الۡحَمۡدُ اَنۡتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَنۡ فِیۡھِنَّ وَلَکَ الۡحَمۡدُ اَنۡتَ الۡحَقُّ وَعۡدُکَ حَقٌّ وَقَوۡلُکَ حَقٌّ وَالۡجَنَّۃُ حَقٌّ وَلِقَائُکَ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوۡنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسۡلَمۡتُ وَبِکَ اٰمَنۡتُ وَعَلَیۡکَ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡکَ اَنَبۡتُ وَبِکَ خَاصَمۡتُ وَاِلَیۡکَ حَاکَمۡتُ فَاغۡفِرۡ لِیۡ مَا قَدَّمۡتُ وَمَا اَخَّرۡتُ وَمَا اَسۡرَرۡتُ وَمَا اَعۡلَنۡتُ اَنۡتَ الۡمُقَدِّمُ وَاَنۡتَ الۡمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ

امابعد۔ یہ مختصر مضامین ہیں۔ جو میں نے مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیاں کے رسائل فتح اسلام و توضیح المرام و ازالۃ الاوہام کے پڑھنے اور ان پر غور و فکر کرنے کے بعد تحریر کئے ہیں ؛

میرا مقصود اس تحریر سے **احقاق حق** ہے۔ اور ان دلائل کا واضح کر دینا ہے۔ جو سلف و خلف کے نزدیک مرزا صاحب کے دعویٰ جدیدہ کے خلاف مسلمہ ہیں۔ امید ہے۔ کہ ان پر غور کیا جائیگا۔ اور صدق و خلوص کے ساتھ صراط المستقیم پر چلنے کو پسند کیا جائیگا ؛ وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡہِ اُنِیۡبُ

خاکسار۔ محمد سلیمان بن قاضی احمد شاہ صاحب فیضہ اللہ امتنا و الحیاء

(منصور پور۔ ریاست پٹیالہ)

دیباچہ کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لک الحمد انت قیم السموات والارض و من فیھن ولک
الحمد انت نور السموات والارض و من فیھن و لک الحمد انت
ملک السموات والارض و من فیھن انت الحق و وعدک الحق و لقاءک
حق و قولک حق و الجنة حق و النار حق و النبیون حق و محمد حق و
الساعة حق اللھم لک اسلمت و بک امنت و علیک توکلت و
الیک انبت و بک خاصمت و الیک حاکمت فاغفر لی ما قدمت
و ما اخرت و ما اسررت و ما اعلنت و ما انت اعلم بہ منی اللھم
انت المقدم و انت الموخر لا الہ انت و لا الہ غیرک

امابعد یہ وہ مضامین ہیں جن کو میں نے فتح الاسلام و توضیح مرام کے شایع ہونے کے بعد لکھا تھا اور نیاز نامہ کے ذریعہ سے مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان کی خدمت میں بھیجنا چاہتا تھا میرے ایک دوست اور مرزا صاحب کے مرید نے مجھے نیک صلاح یہ دی۔ کہ ازالة الاوہام کے شایع ہونے تک

میں اِن مضامین کو اپنے پاس رہنے دوں۔ از آلہ چھپ گیا۔ اور میں نے نہایت شوق کے ساتھ ایسا دل لیکر جس میں حب و بغض کا نام و نشان نہ تھا اُس کا پڑھنا شروع کیا۔ میں بسا اوقات تنہا بیٹھکر اِس کے مضامین پر غور کرتا۔ اور پلنگ پر لیٹ کر اپنے خیالات کیساتھ مجادلہ کیا کرتا۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑاتا۔ اور سچے دل سے اس کی جناب میں ہاتھ پھیلاتا۔ جس قدر زیادہ میری دعاؤں کو طول ہوتا گیا۔ جتنا زیادہ میرا فکر سلیم اور دقیق ہوتا گیا۔ اسی قدر زیادہ مجھ پر ان رسالوں کے مضامین کی خامی معلوم ہوتی گئی۔ اِس لئے مجھکو اپنے لکھے مضامین کے شایع کرنے کی جرأت ہوئی۔ ناظرین یہ میری ناچیز تحریر ہے جس کو میں ادب کیساتھ پیش کرتا ہوں۔ اور خداوند کریم سے امید کرتا ہوں۔ کہ اِس بارہ میں ایک اور مستقل رسالہ بھی لکھ سکونگا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب

محمد سلیمان ولد قاضی احمد شاہ صاحب

منصور پور ریاست پٹیالہ

عرب کے مذاہب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن میں اصلاح فرمانا

عرب جس میں ہادی انام رہبر کل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ قبل از بعثت اگرچہ اِس میں اس قدر تمدنی خرابیاں بڑھ گئی تھیں کہ تمام ملک فسق و فجور قتل و غارت۔ قمار و زنا باہمی جنگ وجدل کی کالی کالی گھٹاؤں سے گھرا ہوا تھا۔ اور ہر چہار طرف مصیبت کی مہیب اور خوفناک صورتیں دکھلائی دیتی تھیں۔ مگر مذہبی دنیا کا اِس چھوٹے اور ریگستانی جزیرہ نما میں اس سے زیادہ بدتر حال تھا۔ ہبل کے سایہ میں کھڑے ہونے والے۔ وُد کی چوکھٹ پر ماتھا رگڑنے والے سواع کے سامنے پیشانی کو خاک آلودہ کرنے والے یغوث کو معبود جاننے والے یعوق کی عبادت میں سرگرمی دکھلانے والے نسر کے پنجہ کے گرفتار۔ عزیٰ کی عزت کے نثار۔ لات و منات کو دل و جان سے زیادہ پرستش کرنے والے۔ اساف و نائلہ کے قدموں کے چومنے اور اُن پر

ذبیحوں کے چڑھانے والے عَبْغَب کے خِضاب سے ناموری و بلندی کے حاصل کرنے والے۔ دوار کے طواف میں نوجوان عورتوں کا ہجوم دیکھنے والے۔ انبیاء کی تصاویر کا تصور باندھنے والے نامور شخصوں کو مقدس اور پھر معبود کے درجہ تک پہنچا دینے والے۔ اپنے گذشتہ بزرگوں کے روحوں کی تعظیم میں استھان قائم کرنے والے۔ غرض بیسیوں قسم کے بُت پرست موجود تھے خدا کی خدائی کے منکر۔ قیود قانونی سے آزاد۔ بندش ہائے رسمی سے وابستہ خواہشات طبعی کے مرید۔ لامذہبی پر نازش کرنے والے بکثرت پائے جاتے تھے۔ نام کے خدا پرست مگر لامذہبوں کے زبردست۔ وحی اور نبوت سے انکار کرنے والے۔ اور غیر معلوم قدرت کو اپنے وجود کا خالق ماننے والے بھی موجود تھے۔ صابی و اسمٰعیلی۔ یہودی و عیسائی بھی اپنے اپنے تقدس و صدق کے دعاوے کو لئے ہوئے تشریف فرما تھے۔ توہمات باطلہ کے گرفتار۔ ارواح طیبہ و خبیثہ کے تصرفات کے قائل۔ سحر و کہانت کے مصدّق بھی عموماً سب میں جلوہ گر تھے۔ غرض تمدنی و مذہبی لحاظ سے عرب دُنیا بھر کی خرابیوں۔ شرارتوں۔ بدخصلتوں کمینہ عادتوں۔ سرکشیوں۔ تمردوں کا ایسا کامل مجموعہ ہوگیا تھا۔ کہ گویا عالمگیر رذائل کی مجلس متحدہ میں دنیا بھر کے فسق و فجور نے اپنے اپنے چیدہ و سربرآوردہ ڈیلیگیٹ (وکلاء) جمع کر دیئے تھے میں خیال کرتا ہوں کہ عرب کی یہی بدترین حالت جو ابتدائی آفرینش سے کسی ملک کے حصّہ کی ایسی نہ ہوئی تھی۔ اُس رحمت عام کے نزول کا باعث ہوئی۔ اور اس رحمۃ للعالمین کی بعثت کا سبب و محل ٹھہری۔ جس کی بشارتیں ابراہیم و داؤد و عیسٰی علےٰ نبیّنا علیہم السلام دیتے اور اُن کی مدح کا گیت گاتے رہے تھے۔ میں یہ بھی خیال کرتا ہوں۔ کہ عرب کی یہ مجموعی اور لاانتہا خرابیاں ہی خاتم النبیین کا مقام بعثت قرار دیئے جانے کا موجب تھیں۔ کیونکہ ان مختلف اور لاشمار مذاہب اور رسوم و عقائد و توہمات کے بندوں کا مذہب و آزاد کر دینا تمام دنیا کے (جس میں انہی کے مذاہب کے ظل و عکس موجود تھے۔ اور ہیں) مذہب آزاد کر دینے کا ذریعہ و ثبوت تھا۔ وہ ہادی انام سید الرسل رحمۃ للعالمین اُمّی گویان بزبان فصیح از الف آدم

وہیم مسیح اپنے سے پیشتر تمام انبیا کی بعثتوں کو اپنے میں لئیے ہوئے ہدایت خلق کے لیئے اوٹھا۔ اور جھوٹے مذہب اور جھوٹے عقائد کے بندھنوں کو توڑ تاڑ کر ایک حبل المتین سے اُن کے تفرق و انتشار کو مضبوط جکڑ دیا۔ انصاف کی آنکھوں کے اندھے۔ مذہبی تعصب کی پٹی باندھنے والے بھی اُس کامل ہدایت اور رشد اور نور کا انکار نہیں کر سکتے۔ جو عرب کے خشک پتھروں سے چمکا اور قیصر و کسریٰ کے ملک کو منور اور مشرق و مغرب کو روشن کر گیا۔

اب صاحب ناموس اکبر ہادی عالم کی ہدایت کاملہ و راشدہ و بالغہ و عامہ کو دیکھئے۔ کہ کس طرح پرستش کین عرب و بت پرستان عجم کے کفر و شرک کو بیخ و بُن سے اُکھیڑا۔ اور کس طرح پر اہل کتاب کی تحریفات و اغلوطات کی طلسم کو توڑا ہے۔ اور کیونکر مُدنی عالم میں ارتفاقات روحانی اور انتظام ہائے قانونی سے از سرِ نو حیات بخشی ہے۔ اور کیونکر اوس مقدس قانون کو جس کے ملنے پر مسیحی نبی اسرائیل کو چالیس یوم کا میقات پہاڑی کے اوپر کرنا پڑا تھا اور جس کے اصل صحیفوں کو اولاً بابل و نینوا کے ظالم بادشاہوں کے دستبردوں نے پھر ثانیاً حرباسرشت علماء یہودی گم کر دینا۔ اور کچھ سے کچھ بنا دینا چاہتا تھا۔ پاک ترمیمات مع اصلاحات سے فطرت انسانی کے مطابق بنایا ہے۔ ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے فرائض یہ تھے۔ کہ جو طریق منہاج ابراہیمی سے موافق ہوں اور جو سنت ہاء راشدہ کہ تغیر و تبدل کے بغیر چلی آتی ہوں۔ ان کو اور زیادہ استحکام کے ساتھ قائم کر دیں۔ اور جن میں تحریف یا افساد یا شعائر شرک و کفر مل گئے اور شامل ہو گئے ہوں۔ اُن کا ابطال فرمادیں۔ اور جن امور کا تعلق عادات و معاملات سے ہو اُس کے آداب و رسوم و مکروہات وغیرہ کو ظاہر کر دیں۔ اور رسوم فاسدہ سے نہی اور طریقہا ئے صالحہ کا امر فرمادیں۔ اور جس مسئلہ شریعت کو پہلی اُمتوں نے چھوڑ رکھا ہو یا انبیاء سابق نے اُس کو مکمل نہ کیا ہو۔ اُس کو نہایت تر و تازگی دیکر پھر رائج فرمادیں۔ اور اتمام کے ساتھ تکمیل کو پہونچادیں۔ چنانچہ ہم اِس جگہ اُن چند آیات کو لکھینگے جن کا تعلق اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے ہے۔

نصاریٰ نے اقانیم ثلثہ۔ باپ۔ بیٹا۔ روح القدس تین ایک۔ ایک تین کا مسئلہ گھڑا۔ تو خدائے کریم نے ہمارے سید و مولا کی زبان سے پڑھوایا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (مائدہ ع ۱)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (آل عمران ع)

پھر یہ ثابت کرنے کے واسطے کہ یہ عقیدہ نصریٰ کی گھڑت ہے۔ نہ عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم ہو سکتی فرمایا

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

اہل کتاب نے جو نیک بندوں کو بیٹا۔ اور خداوند کریم کو باپ کہنے کی اصطلاح مقرر کی تھی۔ اور بالآخر یوں ہی سمجھنے لگے تھے۔ اُن کی تکذیب کی۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ

اِن سب نظائر پیش کردہ سے ناظرین موقنین پر ثابت ہو گیا ہو گا۔ کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن خدائے کریم کی جانب سے ہمارے لئے لائے۔ اور جو ارشادات کہ آپ نے فرمائے۔ ان میں برابر اہل کتاب کے عقائد کی۔ لغویت اور اُن کی مسلمات کی غلطی آپ ظاہر فرماتے رہے۔ اور جس قدر حصہ اُن کے درمیان تحریف و تصریف تغیر و تبدل سے بچ رہا تھا۔ اور جو نیک صفتوں کا نمونہ بچا کھچا اُن میں پایا جاتا تھا۔ اُن کی تصدیق فرما کر مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کی مصداق صحیح ہے

اُس مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا

اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس مسئلہ میں .... قرآن کریم اور رسولِ کریم نے ہم کو کیا تعلیم دی۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے کا مسئلہ اور اعتقاد کچھ اسلام کا پیدا کردہ نہیں۔ بلکہ اِس کی بنیاد حضرت مسیح علیہ السلام کا وہ ارشاد و اخبار و پیشین گوئی ہے۔ جو آپ نے ظالم فریسیوں کے پنجہ میں گرفتار ہونے سے چند روز پہلے ہی یعنی جبکہ آپ کو خدائے کریم نے

ان حالات آیندہ کی خبر دیدی تھی۔ جو اُن ملحقہ ایام میں آپ پر صادر و وارد ہونے والے تھے بیان فرمائے

متی ۲۴ باب مرقس ۱۳ باب لوقا ۲۱ باب ۲۵ - ۳۶ اعمال ۱ باب یوحنا ۱۴ باب ۲ - ۳

اور اپنے دوبارہ دُنیا میں آنے کو مقامات ذیل حاشیہ میں بیان کیا تھا جس میں منجملہ مصالح متعددہ کی ایک یہ بھی مصلحت تھی

کہ اُمت مسیحی آنے والی مصیبتوں اور سختیوں سے ہراساں اور فریسیوں کے ظلم و ستم سے درماندہ ہو کر اُس پاک ہدایت کو جب حضرت مسیح دُنیا پر چھوڑ کر جاتے تھے۔ نہ چھوڑ بیٹھیں تحریف و تصریف بھی نہ کریں۔ اور اس امر کو یاد رکھیں کہ مسیح علیہ السلام تو خود دُنیا پر تشریف لاوینگے اِس لئے وہ ایسے افعال کے مرتکب نہ ہوں۔ جو اُن کے روبرو اِن کی ندامت و انفعال کا سبب ٹھہریں۔ غرض یہ عقیدہ اُس زاہد اور مظلوم نبی علیہ السلام کی پیشین گوئی کی بناء پر عیسائیوں میں قائم ہوا۔ اور برابر ظہور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (تقریباً چھ سو برس تک) کمال استحکام کیساتھ عیسائیوں میں چلا آیا۔ اور مسیح علیہ السلام کا بجسد عنصری آسمان پر سے اُترنا اور بادلوں پر سے اُترتے ہوئے نظر آنا مسیحیوں کا نہایت مسلم عقیدہ رہا۔ اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ پاک اسلام جس نے مِلل متعددہ کی افراط و تفریط کو دور کر کے صراطِ مستقیم کو قائم کیا۔ اور ادیان سابقہ کے دروازۂ تحریف کو بند کر کے ابواب تنقیح و تصحیح کو مفتوح فرمایا۔ ہم کو اِس عیسائی عقیدہ میں کیا تعلیم دیتا ہے۔ اور وہ رحمۃ للعالمین جس کی پاک زندگی کے مقصود کو رب العالمین اِس آیۂ کریمہ میں ظاہر فرماتا ہے۔

ھو الذی بعث فی الامئین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتہٖ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و ان کانو من قبلُ لفی ضلالٍ مبین (ترجمہ[۱]) ہم کو اُس مسیحی عقیدہ کی صحت و سقم کی نسبت کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ کیا جس طرح پر کہ مسیحیوں کے اِس عقیدہ پر کہ مسیح ابن اللہ ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد ربانی کو پڑھ کر سنایا تکاد السموٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا (مریم ۱۲)

---

[۱] خدا وہ ہے۔ جس نے اَن پڑھوں میں اپنا رسول بھیجا۔ جو ان میں سے ہے نبی اُن کو اللہ کی آئتیں سُناتا ہے۔ اُن کو پاک کرتا ہے۔ اُن کو کتاب و حکمت سکھلاتا ہے۔ اگرچہ وہ نبی سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

کیا اس عقیدہ نزول مسیح کے تسلیم کر لینے میں یہی سکھایا گیا ہے۔ کہ اس سے خدا کا حتمی وعدہ ٹوٹتا ہے
اور مسیح کے لیئے خلع نبوت قرار دینا پڑتا ہے۔ اور مسیح کو نعم الثواب و حسنت مرتفقا کی آسمانوں
سے نکال کر دار الغرور میں اُتارنا لازم آتا ہے۔ اور اس سے وہ کچھ مسیح کے لئے جائز قرار دینا پڑتا ہے
جو رسول کریم کے لئے باہمہ علو شان نبوت جائز قرار نہیں دیا گیا۔ یا ان سب امور کا کچھ بھی ذکر
نہ کر کے اور ان سب خیالی مشکلات پر کچھ بھی نظر نہ ڈال کر اور ان سب قیاسی دقتوں کی کچھ بھی
پرواہ نہ کر کے وہ قادر مطلق جس کی قدرت سبب و مسبب کی محتاج نہیں ہے۔ جس کے حکم کی شان
إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ سے آشکار ہے اپنے نبی کو حکم دیتا ہے۔ کہ وہ
خدائے کریم کے حکم سے وحی متلو و غیر متلو کے ذریعہ سے کافہ انام اہل عالم عیسائیت و اسلام
کو کھول کھول کر سنا دیں کہ مسیح علیہ السلام دنیا میں ضرور آئینگے۔ اور آئینگے۔ تو اس شان و شکوہ کیساتھ
آئینگے۔ اور ایسے زمانہ میں آئینگے۔ اور دنیا میں آکر یہ یہ کام کرینگے۔ اور اتنے برس دنیا میں زندہ
رہیں گے۔ اور پھر وفات پائینگے۔ اور روضہ رسول میں مدفون ہونگے۔ اور قیامت کے دن آپکے
ساتھ مبعوث ہونگے۔ تو گویا وہ ایک مختصر لفظ جس کا استعمال حضرت مسیح نے اپنی پیشین گوئی
میں کیا تھا۔ اور جس کی کیفیت مسیحیوں سے بہت کچھ نہفتہ و پوشیدہ تھی۔ اُس کی شرح و تفسیر
اُس پاک رسول نے جس کے ارشادات کی نسبت خداوند عالم و عالمیان فرماتا ہے۔
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ [1] ایسی فرمائی جس سے بڑھکر متصور نہیں
اور جس میں شائبہ شک و وہم کو دخل تک نہیں لیکن آجکل جو ہم سنتے ہیں۔ اور مختلف اشتہاروں
میں دیکھتے ہیں۔ کہ موٹے موٹے حروف سے لکھ کر ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ مسیح نہ آئینگے نہ آئینگے
ہاں جس آنے والے مسیح کا انتظار ہے۔ اُس کے آنے سے درحقیقت ایک ایسے شخص کا پیدا
ہونا مراد ہے۔ جو اپنی ذات میں کمالات مسیحی کو لئے ہوئے ہو۔ اور اسے لئے مثیل کہلائے۔ یا
یوں کہو کہ اُس کا چھوٹا بھائی ہو) تو اُس وقت ہمارے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

---

[1] نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ وہ تو وحی ہے۔ جو اُسے بھیجی جاتی ہے۔

اگرچہ انجیل میں تحریف کا ہونا ممکن ہے اور ہمارے علماء رحمہم اللہ نے اُس میں لفظی و معنوی تحریف اکثر مقامات میں ثابت بھی کردی ہے۔ تو اِس پیشینگوئی میں بھی تحریف و تغیر کا ہونا یا خود گھڑت پیشینگوئی کا انجیل میں شامل کیا جانا ہمارے نزدیک ممکن الوقوع اور مسلم القیاس ہے۔ لیکن کیا ہم سب مسلمانوں کے عقائد میں اسلام کے جمیع متفرق فرقوں کے عقائد میں کسی کے نزدیک یہ بھی ممکن متیقن مظنہ یا قرین قیاس یا مسلم ہے کہ وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی جن کو بلغ ما انزل الیک کا امر ہی واجب الاذعان۔ اور اُس کے ساتھ ہی و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کی تہدید بھی شامل ہے۔ اور جن کی ہدایات کی نسبت رب کریم اہل کتاب کو یوں فرماتا ہے۔ یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب۔ ہم سب مسلمانوں کو جو دل و جان سے آپ پر ایمان لائے اور صرف آپ کی ہدایت سے ہم نے قرآن کو قرآن اور خدا کو خدا سمجھا مغضوب عیسائیوں کی تحریف کردہ یا تحدیث کردہ یا وضع کردہ پیشین گوئی پر ایمان لانے کے لئے فرمادیں۔ اور جو رسول خدا کہ یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل و تکتمون الحق و انتم تعلمون۔ کہکر اُن کو جھٹلاتے تھے وہ خود تلمیس کرنے لگیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی جن علامات و آثار کو اپنی پیشین گوئی میں بیان نہ کیا تھا۔ اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اصل واقعہ کے موضوع و مطرود ہونے کے بیان کریں۔ اور نہایت استحکام کے ساتھ مسلمانوں کے دل میں اُس عقیدہ کو جما دیں جو دراصل غلط ہے۔ اور جس کے شعبے قدرت کے قانون کو توڑتے اور مسلمانوں کو جناب نبوت مآب میں گستاخ بناتے۔ یا ایک نبی روح اللہ کے کسر شان کا موجب ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ہمارے معتقدات کو شرک تک پہونچا دیتے ہیں۔ جب ہمارا سوال دل ہی دل میں اس قدر طول پکڑتا ہے۔ تو ایمان کا جوش اور اسلام کی غیرت اور نبی کی الفت

علیہ وسلم کے پاک نام سے مخاصانہ محبت نور اُن لغویات کی تردید کرتے ہیں۔ کہ خبردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب پاک میں یہ بیہودہ خیال نہ کر معصوم نبی کی شان میں تہمت نہ تراش چاند پر تھوکنا اپنے موٹھ پر تھوکنا ہے۔ اور آفتاب پر غبار ڈالنا اپنی آنکھوں کو خاک آلود کرنا ہے کار پاکاں را قیاس خود مگیر۔

مگر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا جو انجیل کی تعلیم ہے۔ اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ اس کا طلسم صرف اتنی اظہار حقیقت سے ٹوٹ سکتا تھا۔ کہ اُس کے مثیل کا دنیا میں پیدا ہونا مان لیا جائے۔ تو یہ سوال پیدا ہوگا............ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ عیسائیوں کے سامنے ایسا ہی کچھ بیان فرمایا اور کیوں نہ اُن کو یقین دلایا۔ کہ تم مجاز کو حقیقت سمجھتے ہو۔ اور مسیح علیہ السلام کی دقیق تعلیم کو نہیں سمجھتے جس مسیح کا تم انتظار کرتے ہو وہ تو میرے امتیوں میں سے ایک امتی ہوگا۔ جو کمالات باطنی میں مسیح کا ایسا مثیل ہوگا کہ کشفی نظر بھی مشکل سے دونوں میں فرق و امتیاز کر سکے گی۔ اور اسی لئے وہ[1] ابن مریم کہلائیگا۔ ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔ اور مسیحیوں کا ستون جو ایک فقرہ سے گر سکتا تھا۔ آپ نے نہیں گرایا۔ اور اُن کے خیالات کی غلطی اور انجیل کی تعلیمات کی تمامی اور عیسائیوں کے مفہومات کی کجی کو ظاہر نہیں فرمایا۔ تو کیا کوئی مخالف مذہب انصاف کیشہ اس روئداد پر فیصلہ دے سکے گا۔ کہ مسلمانوں کے پیغمبر نے اپنے متبعین اور پیروؤں کو کامل تعلیم دی۔ اور اپنی رسالت کا حق ادا کیا؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ وہ تو کہیگا۔ کہ عیسائیوں کے پیغمبر نے ایک پیشین گوئی کو چیستان بنایا۔ اور محمدیوں کے پیغمبر نے اُسے اور بھی پیچیدہ کیا۔ نہ پہلے نے حق رسالت ادا کیا نہ دوسرے نے فرض تبلیغ کو نبھایا۔ معاذ اللہ من ہذہ الفہوات۔ مسلمانوں سمجھے کہ یہی آجکل کا گھڑا ہوا مسئلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی کتنی تکذیب کرتا ہے

---

[1] اس کا یہ جواب دینا کہ وہ بغرض آزمائش خلق اللہ ایسے ایسے استعارات کا مستعمل ہونا کوئی انوکھی اور بے اصل بات نہیں۔ ازالہ ۵۲۰ بالکل لغو لور ناکافی ہے۔ نزول مسیح ابن مریم کا مسئلہ محمد رسول اللہ صلعم نے ہی مسلمانوں میں شایع نہیں فرمایا بلکہ مسیح ابن مریم کے متعلقہ تمام ترقیق میں خواہ ولادت سے متعلق

اور دوسرے اولوالعزم مرسلین کو کیسا دغا باز اور یکے دزد باشد دیگر پردہ دار کا مصداق ٹھہراتا ہے
تو کیا وہ نبی جو دنیا میں جمہور ناس کو ظلمت سے نور میں لانے کے لئے آیا ہے۔ اور جس نے
تمام روئے زمین کے مذاہب باطلہ کو جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل
کان زھوقا پڑھ کر سنایا۔ جس نے اہل کتاب کو راست بازی اور انصاف سے ملزم
ٹھہرایا۔ جس نے یہود اور نصاریٰ کو اُن کے افعال ناملائمہ و اعمال ملعونہ پر شرمایا۔ جس نے
موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی آسمانی تعلیمات کو نفسانی تاویلات سے علیحدہ کر کے دکھلایا
اب ہماری اس نئی روشنی کے زمانہ کے عالم اُس نبی کی نسبت یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ اُس نے بھی ہم کو دھوکہ میں رکھا۔ اور جس ناقابل برداشت انتظار کی شدائد مسیحی اٹھا رہے
تھے۔ اُسی مصیبت میں شریک ہونے کا اپنی کُل اُمت مرحومہ کو حکم دیا۔ توبہ توبہ اور اگر بالفرض
وہ کہیں کہ نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مسیحیوں کی غلطی کی اطلاع دی۔ اور بتلایا
مگر ہم نے اُس کو نہ سمجھا اور خیال نہ کیا۔ اور مجاز کو حقیقت سمجھکر مسیحیوں کے ہم کیش بن گئے
تو میں کہتا ہوں کہ کیوں ایسا ہوا؟ اس کا سبب بھی یہی نکلے گا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۔ خواہ نبوت سے خواہ ان کی صلب و قتل سے خواہ اُن کے رفع الی السماء سے خواہ نزول علی الارض سے
یہود و نصاریٰ کے دو بڑے گروہوں میں رب کریم نے حکم بن کر انہ لقول فصل وما ہو بالہزل کی شان کو
دکھلایا ہے۔ اور دونوں گروہوں کے معتقدات میں سے جو حصہ درست اور صحیح تھا اُسے درست و صحیح کہا
اور جو حصہ غلطی یا کفر و شرک سے بھرا ہوا تھا۔ اُسے غلط یا کفر و شرک بتلایا ہے۔ پس ایسی حالت میں دو
فریق متنازعین کے درمیان ایک فیصلہ صادر کیا جاوے۔ کون عقلمند یہ امر تجویز کر سکتا ہے۔ کہ اُس فیصلہ
میں اصل حقیقت اِس لئے ظاہر نہیں کی گئی۔ کہ فلاں تیسرا شخص بھی اصل حقیقت سے واقف نہ ہو جائے
یاد رکھو۔ قرآن مجید اور رسولِ کریم نے کچھ اس مسئلہ ہی میں نہیں۔ بلکہ ان تمام مسائل میں جن میں اُس زمانہ
کی موجودہ مذاہب کے لوگوں میں اختلاف پڑے ہوئے تھے۔ خوب کھول کھول کر فیصلے سنائے ہیں۔ خصوصاً
اہل کتاب کی تو تواریخی غلطیاں تک بھی ظاہر کر دی ہیں۔ پھر معتقدات و ایمانیات میں تو فروگذاشت کیا کرنی
تھی۔ کیا تم اس کو تعجب نہیں سمجھتے۔ کہ نصاریٰ کہتے تھے۔ ابن مریم دنیا پر پھر آئیگا۔ بادشاہت کریگا۔ تلوار
چلائیگا۔ اور یہود کہتے تھے کہ وہ مر گیا۔ کبھی مردہ بھی پھر آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا بیان
سن لیں۔ اور یوں ارشاد کریں۔ ہاں ابن مریم ضرور آئیگا۔ اور قوانین اسلام پر چلیگا۔ تو اب ان بیانات پر
کیا سمجھا جاتا ہے۔ وہی ابن مریم جس کے بارہ میں جھگڑا تھا یا کوئی اور۔ اگر وہی مراد تھا۔ تو متخاصمین کا کیا فیصلہ
ہوا۔ نیز سوال از آسمان و جواب از ریسمان اور کس کو کہتے ہیں۔

ایسے ناقص المعنی الفاظ کا استعمال کیا۔ اور ایسا مغلق پیرایہ اختیار فرمایا اور ایسے تعقید
لفظی و معنوی کو کام میں لائے کہ خود اس عہد مبارک مشہود لہا بالخیر میں حضور کی فیضان صحبت
سے مستفیض ہونے والے اور کلام معجز نظام نبوی کے سننے اور محفوظ رکھنے والے سب کے
سب مفہوم نبوی و مقصود محمدیؐ کو صحیح صحیح سمجھ نہ سکے اور یہی نہ سمجھنے کی ارث وارثان علم نبوت
کو طبقہ بہ طبقہ پشت در پشت آج تک ملتی رہی۔ کیوں حضرت آپکی یہی توجیہہ کہ علماء نے نہیں سمجھا۔
اور آجتک ۱۳ سو برس سے کسی کا خیال و ذہن بھی ان معانی کی جانب منتقل نہیں ہوا۔
جس کو نہایت عمدہ دلیل سمجھا۔ اور پانچوں رسالوں میں دہرایا گیا ہے۔ کس قدر ہادی برحق
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مغلق و مہمل گو قرار دیتی ہے۔ اور جو الزام کہ علماء پر نہ سمجھنے کا لگایا گیا ہے
اُس کے ساتھ خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک حقیقت کے بیان نہ کرسکنے کا یا دانستہ
بیان نہ کرنے کا اتہام کتنا بڑا ہوا جاتا ہے۔ سوچو سوچو اور تواب الرحیم کی درگاہ میں توبہ کرو۔
اب ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو صاف طور پر دکھلادیں کہ مسیحیوں اور محمدیوں کا جو اعتقاد
مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے پر ہے اُس کی بنیاد کیا ہے۔ اور اصل کہاں سے ہے۔
بزرگ مسلمانو۔ آپ ملاحظہ کرینگے۔ کہ خدا کے دو بزرگ رسول عیسیٰ روح اللہ و محمدؐ
رسول اللہ صلوات اللہ علیہم اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ اور رسول اللہ کا ایک امتی اور مسیح
روح اللہ کے منصب کا ایک شریک مدعی کیا کہتے ہیں۔ میں اس جگہ حدیث پاک اور
انجیل پاک کو جدا جدا کالم میں نقل کرونگا۔ گو انجیل کو ہم تحریف سے خالی نہیں جانتے اور اُس سے
تمسک کو بھی درست نہیں سمجھتے۔ مگر جس بارہ میں انجیل کا بیان حدیث پاک کے موافق
ہو اُسے غلط بھی قرار نہیں دے سکتے۔ بلکہ استقرار معنے کے لئے کسی قدر موید ہی کہہ
سکتے ہیں۔ اور تیمناً اُس مدعی کے لئے جو دونوں کے قائلین کو ملزم ٹھہراتا ہو۔ ہم دونوں سے
استشہاد کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

انجیل	حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ترجمہ حدیث
متی چوبیسواں باب	ذکر رسول اللہ صلی اللہ	نواس بن سمعان سے روایت ہے
اور یسوع ہیکل سے نکلکر چلا گیا	علیہ وسلم الدجال	کہ حضرت نے فرمایا کہ تمہارے

سلہ اس حدیث کے آدھے حصّہ کا ترجمہ مرزا صاحب نے ازالہ میں بھی کیا ہے۔ مگر واہ رے شوخی طبع۔ ترجمہ کرتے
کرتے بھی کتنے اینچ پیچ ڈالے ہیں۔ ایک فقرہ کا ترجمہ کیا اور دو تین ورق غیر مربوط لکھ ڈالے۔ پھر اسی طرح۔ تاکہ اصل
حدیث کا مطلب ناظرین کی سمجھ میں نہ آوے۔ غرض اسی حدیث کے آدھے حصّہ کے ترجمہ کو ص ۲۰۰ سے لیکر ۲۲۰ تک
طول دیا ہے۔ اور پھر تمام حدیث کے مضامین کی نسبت لکھا ہے کہ وہ عقل و شرع کے مخالف پڑے ہوئے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اسکے
ضمن میں جو بعض الفاظ ایسے آگئے ہیں جن کی تاویل آپ کر سکتے ہیں۔ انکی تاویل جھٹ کر کے اپنے آپ کو مصداق صحیح اُنکا
بنالیا ہے۔ (مثلاً زرد کپڑوں سے مراد بیمار ہونا۔ دمشق سے مراد قادیان بتلانا۔ دم کی بھاپ سے حجج قاطعہ مراد لینا دو
فرشتوں سے مراد علوم عقلی و نقلی بیان کرنا۔ منارہ شرقی سے مراد اپنی مسجد کا منارہ کو ٹھہرانا اور اس کے ساتھ
ایک الہامی عبارت کا جڑ دینا (انا انزلناہ قریبًا من قادیان بطرف شرقی عند المنارۃ
البیضا) لیکن جہاں تاویل سے بالکل ہی رہ گئے ہیں۔ اُس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا ہے۔ یا چپ سادہ کر خاموشی سے
کنارہ کیا ہے۔ (مثلاً عراق و شام میں دجال کا فساد ڈالنا۔ یا ایک شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کرنا۔ حضرت عیسیٰ کا دجال کو باب لد
پر قتل کرنا۔ مسلمانوں کو کوہ طور پر لیجانا۔ میوہ اور دودھ کی برکت۔ ایک ہوا کے چلنے سے کل ایمانداروں کا مرنا) غرض اے
ناظرین ازالہ میں اس حدیث کے ترجمہ کو جو مرزا صاحب نے لکھا ہے دیکھو اور جو کچھ ان کے دل پر اس حدیث کے مضامین سے
گذرتی ہے۔ اُس کا اندازہ کرو۔ حدیث ایک ہے اُسی حدیث کو ایک جگہ بالکل صحیح مانتے ہیں۔ اور اپنی بشارت اُس میں سے
نکال لیتے ہیں۔ اُسی کے ایک حصّہ کی نسبت ایسا سکوت ہے گویا حدیث میں اُس عبارت کے ہونے کا علم و خبر تک بھی نہیں۔
اسی کے ایک حصّہ کی وجہ سے ایسے غیظ و غضب میں بھر جاتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم کے ایک صحابی پر وضعی حدیث بنانیکا اتہام
لگانے لگتے ہیں۔ اور چنخ اُٹھتے ہیں کہ اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہے۔ یہ سب کچھ لکھکر جب بھول جاتے ہیں تو اسی حدیث کے
مطالب سمجھنے کے واسطے حکیم نور الدین کا درخواست کرنا اور خود ملتجی بارگاہ الٰہی ہونا اور کشفی طور پر الفاظ حدیث کے معانی کا اپنے پر ظاہر
ہوجانا تحریر کرتے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت! اگر اس حدیث کے مضامین عقل و شرع کے خلاف تھے اگر اس کا بانی مبانی
نواس بن سمعان ہی تھا۔ اگر بخاری نے اس کو موضوع سمجھکر چھوڑ دیا تھا۔ اگر آپکی تحقیق میں یہ حدیث مسلم کی دوسری حدیثوں سے
بھی بالکل منافی و مباین تھی تو پھر آپ نے حکیم نور الدین کو بھی یہی جواب کیوں نہ دیدیا۔ اور خدا نے بھی کیوں اس کے معانی آپکو بتلائے اور یہ نہ
کہدیا کہ اس کے مضامین تو عقل و شرع کے خلاف اور شرک سے پر اور الوہیت کے تمام اقتدار ایک دجال خبیث کو دینے والے ہیں۔
اللہ اکبر اس تحریر پر دعویٰ بعضا بھی لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب بڑے انشا نگار ہیں۔

اور اُس کے شاگرد پاس آئے کہ
اُسے ہیکل کی عمارتیں دکھاویں
۲ یسوع نے کہا کیا تم یہ سب
چیزیں دیکھتے ہو۔ میں تمہیں سچ
کہتا ہوں۔ کہ یہاں ایک پتھر
پتھر پر نہ چھوٹیگا۔ جو گرایا نہ جائیگا
۳۔ جب وہ زیتون کے پہاڑ پر
بیٹھا تھا۔ اُس کے شاگردوں نے
خلوت میں اُس پاس آ کر کہا۔ کہ
یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور
دنیا کی آخر ہونے کا نشان کیا ہے،
۴۔ یسوع نے جواب میں اُن سے
کہا خبردار ہو۔ کوئی تمہیں گمراہ
نہ کرے (۵) کیونکہ بہتیرے میرے نام
پر آوینگے۔ اور کہیں گے میں مسیح ہوں
اور بہتوں کو گمراہ کرینگے (۶) اور تم
لڑائیوں اور لڑائیوں کی افواہوں
کی خبر سنو گے۔ خبردار مت گھبرائیو
کیونکہ اِن سب باتوں کا ہونا ضرور ہے
پر اب تک آخر نہیں ہے (۷) کیونکہ
قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر

فقال ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فكل امرء حجيج نفسه والله خليفتي على كل مسلم انه شاب قطط عينه طافية كاني اشبهه بعبد العزى بن قطن فمن ادركه منكم فليقرء عليه فواتح سورة الكهف وفي رواية (فليقرا عليه بفواتح سورة الكهف) فانها جوارکم من فتنته انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وشمالا يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله وما لبثه في الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر و

پر دجال کی رسوائی کا خوف مجھکو زیادہ ہے اگر دجال تم میں نکلا۔ اور میں تم لوگوں میں موجود ہوا تو تم سے پہلے میں اُس کو الزام دونگا۔ اور تم کو اُس کے شر سے بچاؤنگا۔ اور اگر وہ نکلا۔ اور میں تم لوگوں میں موجود نہ ہوا تو ہر مرد مسلمان اپنی طرف سے اُس کو الزام دیگا اور حق تعالی میرا خلیفہ اور نگہبان ہے ہر مسلمان پر البتہ دجال تو جوان گھنگرالے بالوں والا ہے۔ اُس کی آنکھ میں ٹمنٹ ہے گویا کہ میں اُس کی مشابہت دیتا ہوں عبد العزی بن قطن کیساتھ (یہ ایک کافر تھا) سو جو شخص کہ تم میں سے اُس کو پاوے چاہیئے کہ سورہ کہف کے شروع کی آئتیں اُس پر پڑھے۔ ہاں وہ شام اور عراق کے درمیان کے حصہ سے نکلیگا تو خرابی ڈالیگا داہیں اور فساد اٹھائیگا بائیں۔ اے خدا کے بندو ایمان پر ثابت رہو اصحاب بولے یا رسول اللہ وہ زمین پر کب تک ٹھہریگا حضرت نے فرمایا چالیس دن۔ اُن میں سے ایک دن

چڑھیگی۔ اور کال اور جگہ جگہ زلزلے
ہونگے (۸) پر یہ سب باتیں مصیبتوں
کا شروع ہیں۔ تب وے تمہیں دکھ
میں حوالہ کرینگے اور میرے نام کے
سبب سب قومیں تم سے کینہ
رکھیں گی (۹) اور اُس وقت بہتیرے
ٹھوکر کھائینگے اور ایک دوسرے
کو پکڑوائیگا۔ اور ایک دوسرے
سے کینہ رکھیگا۔ (۱۰) اور بہت
جھوٹے نبی اُٹھینگے اور بہتوں کو
گمراہ کرینگے۔

(۱۱) اور بے دینی پھیل جانے سے
بہتوں کی محبت ٹھنڈی ہو جاویگی
(۱۲) پھر جو آخر تک سہیگا وہی نجات
پاویگا۔ (۱۳) اور بادشاہت کی
یہ خوش خبری ساری دنیا میں سنائی
جاویگی۔ تاکہ سب قوموں پر گواہی
ہو۔ اور اُس وقت آخر آ دیگا (۱۴)
پس جب تم ویرانی کی مکروہ چیز کو
جس کا دانیال نبی کی معرفت ذکر
ہوا۔ مقدس مکان میں کھڑے

یوم کجمعة و سائر ایامه
کایامکم قلنا یارسول
الله صلی الله علیه و
سلم فذالک الیوم
الذی کسنة اکفینا
فیه صلوٰة یوم قال
اقدروا لهٗ قدره
قلنا یا رسول الله
و ما اسراعه فی الارض
قال کالغیث استدبرته
الریح فیاتی علی القوم
فیدعوهم فیؤمنون
به فیامر السماء فتمطر
والارض فتنبت فتروح
علیهم سارحتهم
اطول ما کانت ذرًا و
اسبغه ضروعا و
امده خواصر ثم یا
تی القوم فیدعوهم فیردون
علیه قوله فینصرف
عنهم فیصبحون ممحلین

ایک سال کے برابر اور دوسرا دن مہینہ کے
برابر اور تیسرا دن ہفتہ برابر اور باقی
دن تمہارے دنوں جیسے اصحاب بولے
یا رسول اللہ وہ دن جو سال کے برابر
ہمکو ایک ہی دن کی نماز اُس میں کفایت
کریگی۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں تم اندازہ
کرلینا۔ اُس دن میں بقدر اُس کے
(یعنی جتنی دیر بعد نماز اب پڑھتے ہو)
اصحاب بولے یا رسول اللہ اُس کی
شتاب روی زمین پر کیونکر ہوگی۔
حضرت نے فرمایا۔ جیسے وہ مینہ جسکو
ہوا پیچھے سے اُڑاتی ہے۔ سو وہ ایک
قوم پاس آویگا۔ تو اُن کو کفر کی طرف
بلاویگا۔ وہ اس پر یقین لے آوینگے
اور اُس کی بات مانینگے۔ تو آسمان کو
حکم کریگا۔ وہ پانی برسائیگا۔ اور زمین
کو حکم کریگا سو وہ گھاس اور اناج جما دیگی
اور شام کو اُن کے مواشی آئینگے بہ نسبت
سابق کے دراز کوہان اور کشادہ تھن
ہوکر اور کوکھیں خوب تن کر یعنی موٹے
تازے ہو جاوینگے۔ پھر دجال دوسری

دیکھو گے۔
(۱۵) تب جو یہودیہ میں ہوں پہاڑوں
پر بھاگ جائیں۔ (۱۶) جو کوٹھے کے
اوپر ہو اپنے گھر سے کچھ نکالنے
کو نہ اُترے۔ (۱۷) اور جو کھیت
میں ہو اپنا کپڑا اُٹھا لینے کو پیچھے نہ
پھرے۔ (۱۸) پر اُن پر اُن دن پر
افسوس جو اُن دنوں میں حاملہ اور
دودھ پلانے والیاں ہوں۔
(۱۹) سو دعا مانگو کہ تمہارا بھاگنا
جاڑے میں یا سبت کے دن نہ ہو۔
(۲۰) کیونکہ اُس وقت ایسی بڑی
مصیبت ہوگی جیسے دنیا کے
شروع سے اب تک نہ ہوئی ہو
اور نہ کبھی ہوگی۔ (۲۱) اور اگر وے دن
گھٹائے نہ جاتے تو ایک تن
بھی نجات نہ پاتا پر برگزیدوں
کی خاطر وے دن گھٹائے جائینگے۔
(۲۲) تب اگر کوئی تمہیں کہے
کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں
تو یقین مت لاؤ (۲۳) کیونکہ

ليس بايديهم شي من
اموالهم و يمر بالخربة فيقول
لها اخرجي كنوزك فتتبعه
كنوزها كيعاسيب النحل
ثم يدعو رجلا ممتلا
شبابا فيضربه بالسيف
فيقطعه جزلتين رمية
الغرض ثم يدعوه فيقبل
و يتهلل وجهه يضحك
فبينما هو كذلك اذ
بعث الله المسيح ابن مريم
فينزل عند المنارة البيضاء
شرقي دمشق بين مهرودتين
واضعا كفيه على اجنحة
ملكين اذا طاطا راسه
قطر و اذا رفعه تحدر
منه مثل جمان كاللو
لؤ فلا يحل لكافر
يجد من ريح نفسه
الا مات و نفسه ينتهي
حيث ينتهي طرفه فيطلبه

قوم پاس آویگا۔ تو اُن کو کفر کی طرف
بلاویگا۔ تو وے اُس کی بات نہ مانینگے
تو اُن کی طرف سے ہٹ جاویگا۔ اور
اُن پر قحط و خشکی پڑیگی۔ اُن کے ہاتھوں
میں اُن کے مالوں میں سے کچھ نہ باقی رہیگا
اور دجال ویران زمین پر نکلیگا اور اُس سے
کہیگا کہ اے زمین اپنے خزانے نکال
تو وہاں کے مال اور خزانے ظاہر ہو کر
اُس کے پاس جمع ہو جاوینگے جیسے شہد
کی مکھیاں رانی کے گرد ہجوم کرتی ہیں۔
پھر دجال ایک جوان مرد کو بلاویگا۔ اور
اُس کو تلوار سے ماریگا سو اُس کو قتل
کر کے دو ٹکڑے کر ڈالیگا جیسا نشانہ
دو ٹوک ہو جاتا ہے۔ پھر اُسے بلاویگا
سو وہ جوان سامنے آئیگا چہرہ دمکتا ہوا
ہنستا ہوا۔ سو دجال اسی حال میں ہو گا
کہ ناگاہ حق تعالیٰ عیسیٰؑ ابن مریم کو
بھیجے گا۔ تو عیسیٰؑ اُترینگے سفید منار
پر شہر دمشق کے مشرق کی طرف
زرد رنگین جوڑا پہنے اپنے دونوں
ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر

جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھینگے
اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھاوینگے
یہانتک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں
کو بھی گمراہ کرتے۔ (۲۴) دیکھو میں نے پہلے
سے تمہیں کہہ چکا ہوں۔ (۲۵) پس اگر
وے تمہیں کہیں دیکھو وہ جنگل میں ہے
تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھری
میں ہے۔ تو باور مت کرو (۲۶)
کیونکہ جیسی بجلی پورب سے کوندتی ہے
اور پچھم تک چمکتی ہے۔ ویسا ہی
انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا
(۲۷) کیونکہ جہاں مردار ہے وہاں
گدھ جمع ہونگے۔ (۲۸) اور فی الفور
اُن دنوں کی مصیبت کے بعد
سورج اندھیرا ہو جائیگا۔ اور چاند
اپنی روشنی نہ دیگا۔ اور ستارے
آسمان سے گر پڑینگے۔ اور آسمان
کی قوتیں ہلائی جائینگی (۲۹) اور
اُس وقت انسان کے بیٹے کا نشان
آسمان پر ظاہر ہوگا۔ اور اُس وقت
زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹینگے

حتی یدرکہ بباب لدٍّ
فیقتلہ ثم یاتی عیسی
قوم قد عصمهم الله
منہ فیمسح عن وجوههم
ویحدثهم بدرجاتهم
فی الجنة فبینما هو
کذلک اذ اوحی الله
الی عیسی انی قد اخرجت
عبادا لی لا یدان لاحد
بقتالهم فحرز عبادی
الی الطور ویبعث الله
یاجوج وماجوج وهم
من کل حدب ینسلون
فیمر اوائلهم علی بحیرة
طبریة فیشربون
ما فیها ویمر آخرهم
فیقول لقد کان بهذه
مرة ماء ثم یسیرون حتی
ینتهوا الی جبل الخمر وهو
جبل بیت المقدس
فیقولون لقد قتلنا من

رکھے ہوئے تو جب کہ عیسی اپنا سر
جھکاوینگے تو پسینا ٹپکیگا۔ اور
جبکہ اپنا سر اٹھاوینگے تو موتی سی
بوندیں بہیں گی۔ جس کافر کو اُن کے
دم کی بھاپ لگیگی۔ تو وہ مر جاویگا
اور اُن کا دم پہونچیگا جہانتک
اُن کی نظر پہونچیگی۔ پھر عیسی دجال
کو تلاش کرینگے۔ یہانتک کہ
اُس کو باب لد پر پاوینگے۔ (لد شام
میں پہاڑ ہے) سو اُس کو قتل کرینگے
پھر عیسی ابن مریم کے پاس وہ لوگ
آئینگے۔ جن کو خدا نے دجال سے
بچایا ہوگا۔ تو شفقت سے اُن کے
چہرہ کو سہلاوینگے۔ اور اُنکو اُن
بہشت کے درجات کی خبر دینگے
سو اسی حال میں ہونگے۔ کہ ناگاہ
حق تعالی عیسیٰؑ کو حکم کریگا۔ کہ میں نے
اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ
کسی کو اُن کی لڑائی کی طاقت نہیں سو
پناہ میں لیجائیں مسلمان بندوں کو
طور کی طرف اور خدا بھیجیگا یاجوج

اورانسان کے بیٹے کو بڑی قدرت
اور جلال کے ساتھ آسمان کے
بادلوں پر آتے دیکھوگے۔

مرقس ۱۳ - باب ۲۲

کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے
نبی اوٹھینگے۔ اور نشان و کرامتیں
دکھلاوینگے۔ کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں
کو بھی گمراہ کرتے اور ۲۶ اُس وقت
انسان کے بیٹے کو بادلوں پر بڑی
قدرت اور جلال کیساتھ آتے
دیکھیں گے۔ لوقا ۱۷ باب ۳۶
۲۷ تا ۳۱ آخر باب

آخر باب

یوحنا ۱۵ باب ۲۸ تم سن چکے ہو
کہ میں نے تم کو کہا کہ جاتا ہوں
اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں
اگر تم مجھے پیار کرتے تو میرے
اِس کہنے سے کہ میں باپ پاس
جاتا ہوں خوش ہوتے کیونکہ
میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ ۲۹

فی الارض هلم فلنقتل
من فی السماء فیرمون
بنشابهم الی السماء
فیرد الله علیهم نشابهم
مخضوبة دما ویحصر
نبی الله عیسیٰ واصحابه
حتی یکون راس الثور
لاحدهم خیرا من مائة
دینار لاحدکم الیوم
فیرغب نبی الله عیسیٰ
واصحابه فیرسل الله
علیهم النغف فی رقابهم
فیصبحون فرسی کموت
نفس واحدة ثم یهبط نبی
الله عیسیٰ واصحابه الی
الارض فلا یجدون فی
الارض موضع شبر الا
ملاءه زهمهم ونتنهم
فیرغب نبی الله عیسیٰ
واصحابه الی الله فیرسل
الله طیرا کاعناق البخت

ماجوج کو اور وے ہر ایک بلندی سے
نکل پڑینگے۔ تو اُن کے پہلے لوگ
طبرستان کے دریا پر گذرینگے۔ تو پی
جاوینگے جتنا پانی کہ اس میں ہوگا۔
اور اُن کے پچھلے لوگ جب وہاں
آوینگے تو کہیں گے کبھی اس میں بھی
پانی تھا۔ پھر چلیں گے یہانتک
کہ اُس پہاڑ تک پہونچینگے جہاں
درختوں کی کثرت ہے یعنے
بیت المقدس کا پہاڑ تو دے
کہیں گے البتہ ہم زمین والوں
کو تو قتل کر چکے آؤ اب آسمان
والوں کو قتل کریں۔ تو اپنے
تیروں کو آسمان کو چلا دینگے
سو خدا اُن کے تیروں کو خون
آلودہ کر کے ڈالے گا۔ اور خدا
کا پیغمبر عیسیٰ اور اُن کے اصحاب
گھرے رہیں گے۔ یہانتک کہ
اُن کے نزدیک بیل کی سری
افضل ہوگی سو اشرفی سے جو
آج تمہارے نزدیک ہے یعنی

اور اب میں نے تمہیں اُس کے
واقعہ ہونے سے پیشتر کہا ہے
تاکہ جب ہو جاوے تم ایمان لاؤ
۳۰۔ آگے کو تم سے بہت باتیں
نہ کرونگا۔ کیونکہ اِس دنیا کا سردار
آتا ہے۔ اور مجھ میں اُس کی
کوئی چیز نہیں

فيحملهم حيث
حيث شاء الله و ثم
يرسل الله مطرا
لا يكن منه بيت
مدر و لا وبر فيغسل
حتى يتركها كالزلفة
ثم يقال للارض

کھانے کی نہایت تنگی ہوگی،
پھر عیسیٰ نبی اللہ اور اُن کے
اصحاب خدا سے دعا کرینگے۔
تو حق تعالیٰ یاجوج ماجوج پر
عذاب بھیجیگا۔ اُن کی گردنوں
میں کیڑا پیدا ہوگا تو صبح تک
مر جاوینگے۔ ایک جان کا سا

انبتي ثمرتك وردي بركتك
فيومئذ تاكل العصابة
من الرمانة ويستظلون
بقحفها ويبارك في الرسل
حتى ان اللقحة من الابل
لتكفي الفيام من الناس واللقحة
من البقر لتكفي القبيلة من
الناس واللقحة من الغنم
لتكفي الفخذ من الناس فبيناهم
كذالك اذ بعث الله ريحا
طيبة فتاخذهم تحت
اباطهم فيقبض روح
كل مومن وكل مسلم
ويبقى شرار الناس

مرنا پھر عیسیٰ رسول اللہ اور اُس کے اصحاب زمین
پر اُترینگے۔ تو تمام زمین میں ایک بالشت برابر
جگہ اُن کے سڑاند اور گندگی سے خالی نہ پاوینگے
پھر عیسے رسول اللہ اور اُس کے اصحاب خدا سے
دعا کرینگے۔ تو حق تعالیٰ یاجوج ماجوج پر پرندے
بھیجیگا۔ جیسے بڑی گردنیں اونٹوں کی۔ سو وے
اُن کو اُٹھا لیجاوینگے۔ اور اُن کو پھینک دینگے
جہاں خدا کو منظور ہوگا۔ پھر خدا ایسا پانی برساویگا
کہ کوئی گھر مٹی کا اور اُون کا اِس پانی سے باقی نہ رہیگا
سو خدا زمین کو دھو ڈالیگا۔ یہاں تک کہ زمین کو
حوض یا باغ یا صاف میدان کی طرح کر دیگا۔
پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل جما اور اپنی برکت
کو پھیر دے تو اُس دن ایک انار کو ایک گروہ
کھاویگا۔ اور اُس کے چھلکے کو بنگلہ سا بنا کر اُس کے

يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة
رواه مسلم

سایہ میں بیٹھینگے۔ اور دودھ میں برکت ہوگی۔ یہانتک دودھار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو کفایت کریگی۔ اور دودھار گائے ایک برادری کے لوگوں کو کفایت کریگی۔ اور دودھار بکری ایک جدی لوگوں کو کفایت کریگی۔ سو اسی حالت میں لوگ ہونگے کہ یکایک حق تعالیٰ ایک پاک ہوا بھیجیگا۔ کہ انکی بغلوں کے نیچے لگے گی۔ اور اثر کرجاویگی۔ تو ہر مومن اور ہر مسلم کی روح کو قبض کرلیگی۔ اور برے بدذات لوگ باقی رہجاوینگے۔ آپسمیں بھڑینگے گدھوں کی طرح۔ سو ان پر قیامت قائم ہوگی

اگرچہ صحاح میں اس مضمون کی احادیث متعددہ ہیں۔ مگر مینے اسی ایک حدیث پر اکتفا کیا حتیٰ کہ اس حدیث کا ذکر تک نہیں کیا جس کو امام مسلم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں مسلمانوں کے لشکر کا مدینہ سے نکلنے۔ ثلث کے بھاگنے۔ ثلث کے شہید ہونے۔ ثلث کے فتحیاب ہونے۔ فتح قسطنطنیہ۔ ارادہ تقسیم اموال۔ اطلاع خروج دجال مسلمانوں کا مدینہ میں واپس آنا۔ پھر شام میں پہونچنا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا مذکور ہے۔ تاہم اصحاب الیقان واہل ایمان کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر یقین کرنے اور شک و شبہ کو مٹانے کے واسطے یہی کافی ہے۔

باب دوم استعارہ و مجاز

اب ہم رفع مظنہ کے لئے دوسری بحث کرتے ہیں۔ ان سب بینات و شواہد اور علامات صادقہ و اخبار صحیحہ کا جواب اگر مرزا صاحب نے کچھ دیا ہے تو یہ کہ یہ سب کچھ استعارہ و مجاز ہیں اور تاکہ

لئے نفوس راغب اور قلوب طالب ہو جاویں۔ مرزا صاحب نے یہ تمہید بھی بیان کی ہے "خوبصورت اور دلچسپ طریقے تفسیر کے وہ ہوتے ہیں جس میں متکلم کی اعلیٰ شان بلاغت اور اس کے روحانی ارادوں کا خیال بھی رہے۔ نہ یہ کہ نہایت درجہ کے سفلی اور بدنما اور بے طرح موٹے معنے جو ہیچوں ہیچ کے حکم میں ہوں اپنی طرف سے گھڑے جائیں۔ اور خدا تعالیٰ کی پاک کلام کو جو پاک اور نازک دقائق پر مشتمل ہے۔ صرف دہقانی[١] لفظوں تک محدود خیال کیا جائے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان نہایت دقیق اسرار کے مقابلہ پر جو خدا تعالیٰ کی کلام میں ہونے چاہیئے۔ اور بکثرت ہیں۔ کیونکر بدشکل اور موٹے اور کریہ معنی پسند کئے جاتے ہیں"۔ ناظرین یہ ایک ایسی تمہید ہے جو جو اپنی ظاہری لفظی صورت سے شیدائیان جمال قرآن کے شیفتہ کرنے کے لئے دل کش ہے۔ مگر اس کے معنوی و باطنی حالت پر نظر ڈالو۔ کہ اس سے کیا معنے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ قرآن کے مسائل طلسم بطلیموس کے سے اشارہ ہیں۔ اور قرآن کے دقائق رموزات اسقلینوس سے بھی کچھ بڑھ کر ہیں۔ جن کو استاد اور خاص شاگرد کے سوا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور قرآن کی بادشاہت میں سوا حکماء عظام کے اور کسی کو جگہ ہی نہیں مل سکتی۔ قرآن جاہلوں پر اپنا دروازہ فضل کا بند کرتا ہے۔ اور معرفت الٰہی و عرفان کو فلسفیوں اور اعلیٰ درجہ کے نکتہ رسوں کے لئے خاص ٹھہراتا ہے۔ کیوں حضرت آپ یوں کہیں اور خدائے تبارک و تقدس یوں فرمائے۔ ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ اب بتلاؤ مسلمان کسے تسلیم کریں اور کسے رد۔ اَفَمَنْ یَّھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ[٢] مرزا صاحب اس فلسفہ وہمی کو اپنے پاس رکھیں اور جو حکمت پاک کہ نبی

---

١ مرزا صاحب بتلائیں کہ اگر قرآن کے الفاظ دہقانی ہیں۔ تو پھر انکا متکلم کون ٹھہرا؟ آپ تو ان سے بھی بڑھ گئے جو قرآن کو مخلوق کہتے ہیں۔ فقط

٢ بھلا وہ جو حق کی رہ نمائی کرتا ہے۔ اس کی پیروی ٹھیک ہے یا اس کی جسے خود ہی راستہ نہیں ملتا۔ جب تک کوئی اسے نہ بتلاوے۔ سوچو۔ تمہیں۔ کیا ہو گیا۔ اور کیسے غلط فیصلے کہتے ہو۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلائی گئی اور جو کتاب کہ دی گئی۔ اُسی پر سیدھے سادے مسلمانوں
کو رہنے دیں۔ ان جاہلوں ان پڑھوں پر آپ رحمت نہ کریں۔ اور اُن کو اسرار و دقائق قرآنی
و ایمانی سے محروم یا نہ سمجھنے والے قرار دیں۔ مگر خدا کا ان پر اتنا فضل ہے۔ کہ اُس کا برگزیدہ نبی
انہی میں مبعوث ہوا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اس میں شک نہیں کہ اگر حکمت سے مراد اصول منطقیانہ کا مستحضر رکھنا اور مسلمات فلسفیانہ
کا ازبر کر لینا اور اسی کو سرمایہ نازش سمجھنا یا طلیق اللسان و بلیغ البیان ہونا
یا طبیعیات کی تجارب و مشاہدات کا ہی عمل میں لانا ہے۔ تو صحابہ کرام ان ملمع کے زیورات
آراستہ نہ تھے۔ لیکن اگر اُس سے مراد وہ روحانی ترقیات ہیں جو برکت انفاس قدسیہ نبوی اُن کو حاصل
ہوئیں۔ اور وہ اعلیٰ مدارج انسانیہ پر پہنچ گئے۔ اور جس طرح کہ آفتاب شبنم کو اُٹھا لیتا ہے رحمت
کاملہ و حکمت بالغہ نے اُن کو اپنے لئے چن لیا۔ تب تو حکمت والے وہی امی وہی ناخواندہ
گلہ بان شتربان۔ دہقانی زندگی کے لطف اُٹھانے والے۔ آزادی کے جنگلوں میں
رہنے والے۔ وہ خانہ بدوش وہ بادیہ نشین ہی نکلیں گے جن کو آج مرزا صاحب اسرار و
دقائق قرآنی سے بے بہرہ قرار دیتے ہیں۔

ناظرین۔ گو مرزا صاحب نے اپنی من گھڑت تاویلات کے لئے استعارہ و مجاز کی پناہ لی ہے
مگر علم بیان و معانی میں جو تعریفات استعارہ مجاز بیان کی گئی ہیں۔ اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ
استعارہ مجاز بھی مرزا صاحب کی تاویلات کو پناہ نہیں دے سکتے۔ آپ صاحبان کی آگاہی کے
لئے مختصر بحث استعارہ و مجاز کی بھی لکھی جاتی ہے۔

نہ سمجھنے کے لفظ پر ایک واقعہ یاد آیا۔ میں اور ایک ہندو افسر فیروزپور میں ایک ہندو سادھو کو ملنے گئے۔
اُس نے اپنا رسالہ اثبات تناسخ دکھایا جس میں ویدوں سے۔ شاستر سے۔ توریت سے۔ انجیل سے۔ قرآن سے
حدیث سے۔ کیا تھا۔ قرآن و حدیث کی کچھ عبارتیں لکھ کر اس نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ قرآن و حدیث میں تو
تناسخ موجود ہے مگر مسلمان اس کو نہیں سمجھتے۔ مجھے یاد ہے کہ اس نے جعفر طیار کی حدیث ہے انسان

سے پرندہ ہونا ثابت کیا تھا۔ اور لکھا تھا۔ کہ مسلمان تسلیم نہیں کرتے۔

استعارہ مجاز کا مختصر حال

واضح ہو کہ استعارہ مجاز کی ایک قسم ہے۔ اور جبتک کہ حقیقت اور مجاز دونوں کے معنے بیان نہ کئے جائیں تنہا مجاز کے معنے سمجھنے میں اشکال ہے۔ حقیقت وہ کلمہ ہے کہ جس معنے کے واسطے وضع کیا گیا ہو۔ اُسی معنے میں وہ مستعمل بھی ہو۔ وضع کرنے میں بھی یہ قید ہے کہ جس اصطلاح میں کلام کرتے ہیں۔ اُسی اصطلاح میں مستعمل ہو۔ اور دوسری اصطلاح میں نہ ہو۔ یاد رکھو کہ اصطلاحات تین ہیں۔ لغت۔ شرع۔ عرف۔ ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر کلام اصطلاح لغت میں ہو رہی ہے۔ تب جو لفظ کہ اصطلاح لغت میں ایک خاص معنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ اور وہی معنے اِس وقت اُس کے مراد بھی ہوں۔ تو اُس کا نام حقیقت ہے۔ اِس تعریف میں ہم نے استعمال و وضع کے دو لفظ بیان کئے ہیں۔ دراصل یہی بڑے قابل غور ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی لفظ کسی معنے میں نہ استعمال ہوا ہے اور نہ وضع ہوا ہے۔ تو وہ نہ مجاز ہے۔ اور نہ حقیقت۔ مثلاً ہمارا مطلب یہ ہو کہ گھوڑا لاؤ۔ اور ہم کہیں کہ کٹورا لاؤ۔ تو گھوڑا۔ کٹورے کے معنے میں جیسا کہ حقیقت نہیں۔ اسی طرح مجاز بھی نہیں۔ علیٰ ہذا شیر کہیں۔ اور آدمی مراد لیں۔ یہ بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ آدمی کیلئے شیر کہنا موضوع نہیں ہے۔ اور اس مثال میں اگر تم کہو کہ متکلم کے علم میں چونکہ آدمی کی شجاعت کا بیان ہے۔ اِس لئے درست ہے۔ تو یہ کہنا بھی غلط ہوگا۔ کیونکہ وضع سے ہمیشہ وضع تحقیقی مراد ہوتی ہے۔ اور وضع تاویلی کبھی بھی نہیں ہوتی۔ اور چونکہ ہم نے اِس تعریف میں یہ قید لگائی ہے۔ کہ جس اصطلاح میں کلام کرتے ہوں۔ اِس لئے اُن معانی سے احتراز ہو گیا ہے جو دوسری اصطلاح میں معنے موضوع لۂ ہیں وہ لفظ مستعمل ہو۔ مثلاً صلوٰۃ۔ جب ہم اصطلاح شرع میں کلام کر رہے ہوں۔ اور پھر اثنائے کلام میں صلوٰۃ کے معنے دعاء کے لیں۔ تو اُس وقت یہ معنے

مجاز ہونگے۔ کیونکہ یہ تو لغت کے معنے ہیں۔ اور برعکس اس کے اصطلاح لغت میں صلوٰۃ بمعنے نماز حقیقت نہ کہلائینگے۔ کیونکہ یہ تو شرع کے معنے ہیں۔ یہ تو حقیقت کی حقیقت ہے۔

مجاز وہ کلمہ ہے۔ کہ جس معنے کے واسطے وضع کیا گیا ہے۔ اس معنے میں استعمال نہ کریں۔ بلکہ سوائے اس کے دوسرے معنے میں استعمال کریں۔ اور کوئی ایسا قرینہ قوی بھی قائم ہو جس سے معلوم ہو جائے۔ کہ وہ کلمہ اس وقت معنے موضوع لہ کے غیر میں مستعمل ہوا ہے۔

اِس ضمن میں وضع کے معنی بھی قابل ذکر ہیں۔

وضع کے معنے ہیں۔ کسی لفظ کا ایسے معنے خاص کے لئے معیّن کر دینا۔ جو بذات خود اس معنے کے لئے دلالت کرے۔ پس ظاہر ہے۔ کہ بذات خود کی قید سے جو تعریف وضع میں لگائی گئی ہے مجاز نکل گیا۔ کیونکہ مجاز وہ ہے۔ جو معنی مرادی پر بواسطہ قرینہ دلالت کرتا ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے۔ کہ حقیقت کے معنے ثابت ہونے والی شے کے ہیں۔ اور اُس کلمہ کو جو اپنے موضوع لہ میں مستعمل ہوتا ہے۔ حقیقت اِس لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے مکان اصلی پر (یعنی اُس معنے میں جس کے واسطے لفظ بنایا گیا) ثابت ہوتا ہے۔

اور مجاز[۱] کے معنی گذرنے والا ہے۔ اور اُس کلمہ کو جو اپنے موضوع لہ میں مستعمل نہیں ہوا۔ مجاز اِس لئے کہتے ہیں۔ کہ اِس نے اپنے مکان اصلی کو چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ یاد رکھو کہ حقیقت کی بھی چار قسمیں ہیں اور مجاز کی بھی چار

(الف) حقیقت کی قسمیں۔

حقیقت لغوی۔ حقیقت شرعی۔ حقیقت عرفی خاص۔ حقیقت عرفی عام۔

حقیقت لغوی[۱] وہ ہے کہ لفظ لغت میں کسی معنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ حقیقت شرعی[۲] وہ ہے کہ لفظ شرع میں کسی معنے کے واسطے وضع کیا گیا ہو۔ حقیقت عرفی[۳] خاص وہ ہے

---

[۱] مجاز مصدر میمی ہے۔ اور بمعنے اسم فاعل مستعمل ہے۔

کہ لفظ کو کسی خاص فرقہ نحوی۔ صرفی۔ منطقی وغیرہ وغیرہ نے کسی معنے کے واسطے وضع کر لیا ہو۔ حقیقت عرفی عام وہ ہے۔ کہ لفظ کو کسی خاص فرقہ نے ہی نہیں بلکہ عام آدمی نے اس لفظ کو اُس تمام معنی کے لئے مستعمل کر لیا ہو۔

(ب) مجاز لغوی وہ ہے کہ جو لفظ اپنے موضوع لہ کیواسطے لغت میں موضوع تھا۔ وہی لفظ لغت میں اپنے غیر کے واسطے استعمال ہو جائے۔ یعنی کسی نئے معنے میں مستعمل ہو۔ مجاز شرعی۔ علیٰ ہذا وہ ہے۔ کہ ایک لفظ ہے۔ جو اصطلاح شرع میں ایک معنے کے لئے موضوع تھا۔ وہ اب شرع ہی میں نئے معنے میں استعمال کیا گیا۔

مجاز عرفی خاص }
مجاز عرفی عام } کا بھی انہی پر قیاس کرو۔

اب ان کی مثالیں سنو۔ شیر درندہ چوپایہ کے معنے میں حقیقت لغوی ہے۔ اور بہادر شخص کے معنے میں مجاز لغوی۔

صلوٰۃ نماز کے معنی میں حقیقت شرعی ہے اور دعا، کے معنے میں مجاز شرعی۔

فعل۔ اصطلاح نحوی میں ماضی۔ مضارع۔ امر۔ نہی کے معنے میں حقیقت عرفی خاص ہے اور کرنے کے معنے میں مجاز عرفی خاص۔ دابہ۔ چوپایہ کے معنے میں حقیقت عرفی عام ہے اور انسان کے معنی میں مجاز عرفی عام اس قدر بیان کے بعد ہم مرزا صاحب سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ مسیح کا لفظ انجیل اور عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ و عیسےٰ بن مریم رسول اللہ کا لفظ احادیث و قرآن میں مستعمل ہوا ہے۔ اگر یہ حقیقت نہیں اور مجاز ہے۔ تو کونسا مجاز ہے۔ لغوی یا شرعی۔ عرفی خاص یا عرفی عام۔ جب تک آپ یہ ثابت نہ کر دیں۔ تب تک صرف ایسے دعوے کا قبول کرنا جو لغت اور شرع کی امان و نگرانی کو دور کر دینے والا ہے نہایت دشوار ہے۔ مسلمان لوگ جو اپنے بچوں کے نام احمدؐ اور موسےٰؑ اور عیسیٰؑ اور سلیمانؑ اور داؤدؑ وغیرہ رکھتے ہیں۔ اور ایسا کرنے کی اجازت بھی پائی جاتی ہے۔ تو اس سے غرض کسی

کسی مسلمان کی بھی ان بزرگان خدا کا روپ دھارنا نہیں ہوتا۔ اور جس کا نام احمدؐ ہوتا ہے
وہ کبھی اپنے آپ کو عبد المطلب کا پوتا۔ جد الحسین والحسن فداہ ابی وامی خیال نہیں کرتا بیٹھتا
جو موسیٰؑ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ کبھی صاحب تورات و منجی بنی اسرائیل خیال نہیں کیا جاتا
جس کا نام عیسیٰ رکھا گیا۔ اس کو کوئی بھی پاک کنواری مریم علیہما السلام کا جایا۔ بنی اسرائیل
کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کا چرواہا کہکر نہیں پکارتا۔ جو سلیمان کہکر بولا جاتا ہے۔ اس کو
کوئی بھی اے بیت المقدس کے بانی تجھے سلام کہکر اوس کے حضور میں خائف و ترساں
نہیں کھڑا ہوتا۔ جس کا نام داؤد ہے۔ وہ صاحب زبور نہیں بن سکتا۔ جناب مرزا صاحب!
احادیث و قرآن میں اگر صرف عیسیٰ کا لفظ ہوتا اور کوئی قرینہ قوی ایسا ہوتا۔ جو حقیقت کو
چھوڑ کر مجاز پر دلالت کرتا۔ اور احادیث نہایت درجہ کے ابہام و اہمال میں پائی جائیں اور
صریح اخبار کے خلاف بھی ہوتا تو اس وقت شاید آپ کا یہ منتر چل سکتا۔

لیکن احادیث میں تو عیسیٰ ابن مریم آیا ہے۔ عیسیٰ بن مریم رسول اللہ آیا ہے۔
علم۔ لقب۔ کنیت۔ خطاب موجود ہے۔ اور ابھی آپ کے نزدیک یہ الفاظ حقیقت پر دال نہیں!!!
میں کہتا ہوں۔ اس بحث کو جانے دو کہ اس جگہ حقیقت مراد ہے یا مجاز۔ لیکن یہ فرمایئے۔
کہ اگر شارع کا مقصود اظہار حقیقت ہی سے ہوتا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود حضرت عیسیٰ
علیہ السلام ہی کے نزول کی خبر دینا منظور نظر عالی ہوتا۔ تو فرمایئے کہ وہ کونسے الفاظ تھے۔
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استعمال کرنے واجب اور ضروری تھے۔ اور وہ استعمال نہ
کئے گئے ہوں۔ اگر کوئی صاحب الفاظ حدیث کو ناکافی کہنے کی جرأت کریں۔ تو پہلے
قرآن کریم کے الفاظ کو غور فرمالیں۔ کیونکہ حدیث میں تو عیسےٰ بن مریم کے ساتھ نبی اللہ و رسول
اللہ بھی آیا ہے۔ اور قرآن مجید میں صرف عیسیٰ بن مریم یا عیسےٰ ہی ہے۔ اور یہ امر مرزا صاحب
کا بھی مسلمہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے۔ وہاں اس سے حقیقت
ہی مراد ہے۔ یعنی وہی پاک کنواری مریم صدیقہ کا جایا۔

استعارہ و مجاز کا بیان ختم کرنے سے پہلے میں ایلیا کا قصہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جس طرح مسلمان مسیح کے نزول من السّما کے منتظر ہیں۔ اسیطرح یہود ایلیا کے ہیں۔ آنے والے ایلیا کی نسبت مسیح علیہ السلام نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ یوحنا ہے۔ جو اُسی خاصیت و طبع و قوت کا لڑکا ذکریا کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ یہود نے اِس فیصلہ کو غلط سمجھا۔ اور دو نبیوں یعنی مسیح و یوحنّا کے مکذب ٹھہرے۔ مسلمان اگر مسیح کو سچّا نبی جانتے ہیں۔ اگر قرآن کو جو تصدیق مسیح کرتا ہے۔ سچّی کتاب جانتے ہیں۔ اُن کو لازم ہے۔ کہ مسیح کے فیصلہ پر عمل کریں۔ اور آنے والے مسیح سے اُسی خاصیت و طبع و قوت کا شخص (جو خود مرزا صاحب اپنے آپ کو فرماتے ہیں) مراد لیں۔ ورنہ وہ قرآن و مسیح کے مکذب ٹھہرینگے۔

پیارے ناظرین۔ دراصل مرزا صاحب کے پاس صرف یہی ایک قصہ ہے۔ جو اُن کی تمام تاویلات نفسانی کا ممد و موید ہے۔ اور جس میں حقیقت سے مجاز مراد لینے کا ثبوت وہ دیسکتے ہیں۔

ایلیا و یوحنا کے قصے کی اصلیت

بیشک انجیل میں اس کو حضرت مسیح کی زبان سے نکلا ہوا فقرہ بیان کیا گیا ہے۔ "آنے والا ایلیا یہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو"۔ اور اِس سے یہی نکلتا ہے۔ جو مرزا صاحب نے سمجھا ہے۔ مگر اسی انجیل میں یہ بھی ہے۔ کہ جب خود حضرت یوحنا سے سوال کیا گیا ۔ کہ آپ کون ہیں۔ آیا مسیح ہیں۔ کہا میں نہیں ہوں۔ آیا الیاس (ایلیا) ہیں۔ کہا میں نہیں ہوں۔ آیا وہ نبی ہیں۔ کہا میں نہیں ہوں۔ پھر دریافت کیا گیا۔ کہ اگر آپ نہ ایلیا ہیں۔ نہ مسیح ہیں۔ نہ وہ نبی ہیں۔ تو ہیں کون۔ حضرت یوحنّا نے جواب دیا میں وہ ہوں جس کی یسعیاہ نبی نے خبر دی تھی۔

اب دیکھو۔ کہ اگر انجیل کا یہ بیان ہے۔ کہ مسیح نے یوحنا کو ایلیا بتلایا۔ تو انجیل ہی کا بیان ہے کہ خود یوحنا نے ایلیا ہونے سے انکار کیا۔ چیلہ نے اپنے گرو کو بنانا چاہا۔ مگر وہ نہ بنا۔ فرمائیے۔ مسیح جو دوسرے کے بارہ میں کہہ رہا ہے۔ وہ سچا ہے۔ یا یوحنّا جو خود

اپنے حال کی خبر دیتا ہے۔ وہ صادق ہے۔ نبی دونوں ہیں۔ نتیجہ کیا نکالو گے؟ یہی۔ کہ نبی دونوں سچے ہیں۔ قصہ جھوٹا ہے۔ کتاب میں تحریف ہے۔ اب مرزا صاحب اثبات دعاوی کے لئے کوئی اور مثال پیش کریں۔

یوحنا کا ایلیا ہونا تو مرزا صاحب کو مفید ہوتا جب حضرت یوحنا خود اپنے آپ کو آنے والا ایلیا بتلاتے جیسا کہ آپ نے خود اپنے آپ کو ابن مریم کہا ہے۔ رسالے لکھے ہیں۔ اشتہار شائع کئے ہیں یوحنا نے تو انکار کیا ہے۔ مسیح کی گواہی کے بعد بھی انکار کیا ہے۔ مگر آپ ہیں کہ اُن کے انکار کو سنتے ہی نہیں۔ اور تان تان اُن کو ایلیا[لے] ہی بنا رہے ہیں۔

مجھے حکیم نور الدین صاحب پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے۔ وہ خود اس مسئلہ پر اپنی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۱۳۲ پر لکھ چکے ہیں "یوحنا اصطباغی کا ایلیا میں ہونا۔ یہ ہندوؤں کے مسئلہ اواگون کے ہم معنے یا اسی کا نتیجہ ہے"۔ لیکن وہی حکیم نور الدین صاحب اب مرزا کا عیسیٰ بن مریم میں ہونا یا عیسیٰ بن مریم کا مرزا میں ہونا مان رہے ہیں۔ اور اسی یوحنا والے قصہ پر تمسک۔ شرم شرم۔

یوحنا و ایلیا و اواگون

لے۔ اسی کے مطابق آپ کے ایک مرید نے بھی کر دکھلایا۔ وہ اڈیٹر سرہور گزٹ کے خط میں لکھتا ہے۔ سید احمد خان بہادر کیوں مرزا صاحب کے خلاف ہیں۔ مرزا صاحب تو عیسیٰ ہیں۔ اور سید صاحب یحییٰ۔ اس کے ثبوت میں اُس نے کئی ورق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہی خط سرسید احمد خان صاحب کے سامنے رکھا گیا۔ اُنہوں نے قلم اٹھا کر یہ فقرہ لکھدیا "بچارے قادیانی کو اور مجھکو خوب مسخرا بنایا ہے"۔ مرزا صاحب اگر حضرت یوحنا بھی آج زندہ ہوتے تو وہ بھی یہی جواب دیتے جو آپ کے مرید کو سرسید (مثیل یوحنا) نے دیا ہے۔

سرسید اور مثیل یوحنا

باب سوم

رفع عیسیٰ علیہ السلام

شیخ محی الدین ابن العربی نے بل رفعہ اللہ کے معنے میں لکھا ہے۔ کہ اِس سے وہ ارتفاع مراد ہے جو انسانی ترقیات سے بالاتر ہے۔

مرزا صاحب تسلیم کر چکے ہیں "مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اُترنا۔ اُس کے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے۔" ازالہ ۲۶۹۔ اِسی صفحہ پر وہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ جب جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چلے جانا ثابت ہو جائے تو پھر اسی جسم کے ساتھ واپس آنا کچھ مشکل نہیں۔ لہذا اب ہم اس جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر جانے کا ثبوت بائیبل سے جس سے مرزا صاحب ہمیشہ تمسک کیا کرتے ہیں پیش کرتے ہیں۔ جب الیا اور الیسع باتیں کرتے چلے جاتے تھے۔ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے اُن دونوں کو جدا کر دیا۔ اور الیا بگولے میں ہو کر آسمان پر جاتا رہا۔ سلاطین دوم باب ۲ درس ۱۱

مرزا صاحب نے آسمان پر الیا کا جانا تو تسلیم کر لیا ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ وہ مع جسم کے نہیں گئے۔ اُن کا بیان ہے۔ کہ اسی باب کے درس ۱۳ میں الیا کی جس چادر کے گرنے کا ذکر ہے۔ وہ اُن کا جسم ہی تو تھا۔

لیکن دراصل یہ اُن کا مغالطہ ہے۔ جو اسی کے شروع سے پڑھنے کے بعد بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے۔

اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا۔ کہ الیا کو ایک بگولے میں اُٹھا کر آسمان کو لے جاوے (۱) تب الیا الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا (۲) اور اُن کے پیچھے پیچھے پچاس انبیا زادوں میں سے روانہ ہوئے اور سامنے کی طرف دور کھڑے ہوئے اور وے دونوں (الیا۔ الیسع) لب یردن کھڑے ہوئے (۷) اور الیا نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہو کے اِدھر اُدھر ہو گیا۔ اور وے دونوں خشک زمین پر ہو کے پار ہو گئے۔

پار ہونے اور الیا کے آسمان پر چلے جانے کے بعد بیان ہے۔ کہ الیا کی چادر گر پڑی۔ اور الیسع اُسے اٹھا کر واپس لوٹا اور دریائے یردن پر اسی چادر کو مار کر دریا سے پار اُتر آیا۔

ناظرین اگر مرزا صاحب کی وہ تاویل کہ الیا کے گرنے والی چادر اُس کا جسم تھا صحیح ہے۔ تو کیا خود الیا نے بھی خود جاتے ہوئے پانی پر اپنے جسم کو لپیٹ کر مارا تھا۔ اور کیا الیسع نے بھی اپنے مرشد کی لاش کو پانی پر پھینک کر مارا تھا۔ غرض اُن کی یہ تاویل فضول اور سلاطین دوم کے باب ۲ کے پڑھنے سے ایک جسم کے رفع کا کھلا کھلا نشان ملتا ہے۔ جو لوگ احادیث سے بڑھ کر بائبل کو مستند جانتے ہیں۔ وہ اس طرف رجوع کریں۔ فقط۔

پھر وہ حضرت عیسیٰ کے اٹھائے جانے پر بحث لطیف کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ روح کا خاصہ حیات ہے۔ پس جس کے ساتھ روح شامل و مباشر ہوگی۔ اس کو زندہ کردیگی۔ اب رہی لوازم حیات وہ جسم اور وجود کی قابلیت اور استعداد پر منحصر ہیں۔ دیکھو جب سامری نے دیکھا کہ روح القدس کے گھوڑے کا جہاں قدم پڑتا ہے۔ گھاس اُگ آتی ہے (جرم زمین میں گھاس ہی کے اُگانے کی قابلیت تھی) تو اس نے چاندی سونے کا بچھڑا بنایا۔ اور اُس میں اُس گھوڑے کے نشان قدم کی مٹی ڈالدی۔ تو وہ بچھڑے کی طرح بولنے لگا۔ روح کا خاصہ تو حیات تھا۔ اس نے حیات دیدی۔ مگر بچھڑے کی طرح ہی بولنا یہ اس صورت جسمی کی استعداد تھی جس کا نام بچھڑا رکھا گیا تھا۔ اگر وہ شیر کی صورت میں ہوتا تو دھاڑتا۔ اور اگر اونٹ کی طرح پر ہوتا تو بلبلاتا۔ الغرض ثابت ہوا۔ کہ گو روح کا خاصہ حیات ہے۔ مگر جسمانی قابلیت و استعداد کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھو۔ کہ اُنکو تو خود روح القدس ملی تھی۔ اور اُن کا لقب بھی روح اللہ[1] تھا۔ جب ایسے کامل التاثیر اور مکمل القوی روح کے لئے جسم بھی وہ ملا جس کی جسمانی ساخت بھی دنیا بھر کے جسموں سے علیحدہ اور عجیب تھی۔ یعنی بغیر واسطہ پیدائش ظاہرہ کے پیدا ہوئے تھے۔ تو ضرور ہے کہ روح القدس جو عالم الملکوت میں سے تھا اپنی حب الوطنی کی تاثیر جسم پر ڈالتا اور جسم اپنی روحانی ساخت کی وجہ سے اُس تاثیر کا متاثر ہوتا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم کے آسمان پر اٹھائے جاتے۔

---

[1] مرزا صاحب قائل ہیں۔ کہ مومنین کی روحوں کو بھی رفع حاصل ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ پھر وہ روح اللہ کی رفع کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ ظاہر ہی ہے۔ کہ لقب نہ صرف روح کے لئے ہوتا ہے۔ اور نہ صرف جسم کے لئے۔ بلکہ دونوں کیلئے ہوتا ہے۔ بس ہر ایک روشن فطرت جو لفظ روح اللہ پر زیادہ تر تدبر کریگا۔ اُسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع مع الجسم پر کچھ شبہ باقی نہ رہیگا کیونکہ جب مرزا صاحب مانتے ہیں۔ کہ روح کو اُس کے اپنے جسم کے ساتھ رفع حاصل ہے۔ تو پھر روح اللہ کو اُس کے اپنے جسم کے ساتھ کیوں رفع محال ہے۔ میں باور کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ لقب روح اللہ رکھنے میں بہت بڑی حکمت خاص صفہ الہیہ یہ بھی تھی۔ کہ مرزائی عقیدہ کا بطلان اور عیسیٰ نبی اللہ کے رفع مع الجسم کا اثبات ہوجائے

فتدبر۔ ۱۲

اسی لئے رب کریم نے فرمایا ہے۔ یٰعِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔
کہ اے عیسیٰ میں تجھے بھرپور لینے والا۔ اور اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں۔

واضح ہو کہ اگر ان معنے سے قطع نظر کر کے مرزا صاحب کی پیش کردہ تفسیر کو صحیح مان لیا جائے۔ اور توفی سے وفات جسمی اور رفع سے عروج روحی مراد لی جائے۔ تو لامحالہ عبارت میں یہ تقدیر ماننی پڑیگی۔ اِنِّی مُتَوَفِّی جَسَدَکَ وَرَافِعُ رُوحِکَ حالانکہ معنے بنانے کے لئے قرآن شریف کی عبارت میں الفاظ کی تقدیر اور تقدیم و تاخیر مرزا صاحب کے مذہب میں الحاد و کفر ہے۔ لیکن اگر یہ مسئلہ صرف علماء کو ڈرانے کے لئے نہیں گھڑ لیا گیا۔ تو ضروری ہے۔ کہ ک کا مرجع دونوں صورتوں میں ایک ہی ہو۔ پس اگر توفی کا اثر جسم پر مانا جائے تو رفع کا اثر بھی جسم پر ہونا چاہیئے۔ اس صورت میں حضرت عیسیٰ کے مردہ جسم کا آسمان پر جانا تسلیم کرنا پڑیگا۔ اور اگر توفی کا اثر روح پر تسلیم کر لیا جائے (جو غلط ہے) تو لفظ عیسیٰ کا مدلول و مسمّی صرف روح کو قرار دینا ہوگا۔

لہذا مرزا صاحب کو لازم ہوا۔ کہ نہایت سیدھے سادے معنی اختیار کریں۔ کہ رب کریم نے حضرت عیسیٰ سے دو وعدے کئے تھے۔ (۱) متوفیک (۲) رافعک الیّ۔ ایک وعدہ تو بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں پورا کر دیا۔ دوسرا وعدہ بھی جب چاہیگا پورا کر دیگا۔
یہ معنی تو اُس صورت میں ہیں۔ جب متوفیک کے معنی مارنا لئے جائیں۔

لیکن اگر ہم خدا کا خوف کھا کر قرون مشہود لہا بالخیر کے مذہب و تفسیر پر نظر ڈالیں اور تفسیر بالرائے کو اپنے نفس پر کفر قرار دے لیں۔ اور صحابہ و تابعین سے بڑھ کر قرآن مجید کے اسرار و بطون کے سمجھنے کے بودے خیال کو اپنے دل سے دور کر دیں۔ اور عرب سے بڑھ کر لغت و ادب میں واقفیت رکھنے کی بیہودہ تمنا کو بھی دماغ سے نکال ڈالیں۔ تب تو ہم نہایت سچائی سے یقین رکھتے اور ایمانداری سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ یہی دو قول وعدے مع الجسم اُٹھائے جانے کے ساتھ پورے کئے گئے ہیں۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ تو گویا زمین پر چلنے والے فرشتہ تھے۔ رب کریم نے اُن کے وجود کو صورت مثالیہ کا درجہ دیکر اوپر اُٹھا لیا"۔

علامہ ابن کثیر نے اس آیت بل رفعہ اللہ الیہ کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ سعید ابن منصور اور نسائی اور ابن ابی حاتم۔ اور ابن مردویہ نے باسناد صحیح ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کہ "جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اُٹھانے کا ارادہ کیا۔ تو وہ اُس وقت ایک کوٹھے میں تھے"۔ اور اُن کے بارہ حواری بھی اُن کے قریب کے مکان میں تھے۔ حضرت عیسیٰ کمرے سے نکلے۔ آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا" تم میں سے جو ایمان لا چکے ہو۔ ایک شخص بارہ دفعہ میرا انکار کریگا۔ پھر فرمایا۔ تم میں کون (پسند کرتا) ہے جسپر میری شباہت ڈالی جائے۔ اور وہ میری جگہ مقتول ہو۔ اور میرے ساتھ میرے درجہ میں (بہشت میں) رہے۔ ایک نوجوان نے عرض کیا میں آپ کی جگہ جان دے سکتا ہوں۔ فرمایا تو بیٹھ جا۔ انہی الفاظ کا پھر اعادہ کیا وہی نوجوان کھڑا ہو گیا۔ فرمایا تو بیٹھ جا۔ انہی الفاظ کا پھر اعادہ کیا۔ وہی نوجوان کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تو ہی اس قابل ہے۔ پھر اُس پر آپ کی شباہت ڈالی گئی۔ اور آپ اُس گھر کے تابدان میں سے آسمان کو اٹھائے گئے۔ یہود جو آپکے خون کے پیاسے تھے۔ وہ آئے۔ اور آپکے شبیہ کو پکڑ کر لیگئے۔ اُس کو قتل کیا۔ اور دار پر کھینچا"۔

واضح ہو۔ کہ اس روایت کے تمام رجال۔ صحیح کے رجال ہیں۔ اور امام نسائی نے ابو کریب اور معاویہ سے بھی اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔ اور عبد بن حمید۔ اور ابن جریر اور ابن منذر نے بھی اس قصہ کو بیان کیا ہے۔

میں اس حدیث ابن عباس کی تائید میں برنباس حواری کی انجیل اور جارج سیل کے ترجمہ قرآن میں سے انی متوفیک ورافعک الایہ کی تفسیر کو بھی پیش کر سکتا ہوں۔ برنباس کا بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مرفوع ہے۔ اور برنباس حواری کا معتبر ہونا۔ مرزا صاحب کے نزدیک بھی مقبول ہے۔ بلکہ مرزا صاحب نے برنباس کے اس مقام کی تصحیح میں سرمہ چشم آریہ میں بہت ہی زور دیا ہے۔

جو امر آنحضرت کیلئے جائز نہیں مسیح کیلئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے

مندرجہ بالا فقرہ مرزا صاحب کا ہے۔ اور چونکہ ہم سب مسلمانوں کا دین و ایمان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ خاتم الانبیاء ہیں ویسے ہی اشرف الانبیاء بھی ہیں۔ اس لئے یہ فقرہ ایسا مؤثر ہے۔ کہ اگر کسی مسلمان کا ذہن اُس کی حقیقت تک نہ پہنچے تو اسے پھنسانے کے لئے ہزار دلیلوں سے بڑھ کر یہ ایک فقرہ کام دیگا۔

ناظرین ہم کو یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ مرزا صاحب کا مدعا اس فقرے سے کیا ہے ہاں وہ اس سے حضرت مسیح کا رفع الی السماء نہ ہونا اور نہ ہو سکنا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہوں نے ازالہ صفحہ ۲۶۵ پر یہ آیت پیش کی ہے اور ترقی فی السماء قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے یعنی کفار کہتے ہیں۔ کہ تو آسمان پر چڑھکر ہم کو دکھلا۔ تب ہم ایمان لے آوینگے ان کو کہدے میرا خدا اس سے پاک ہے کہ اس دار الابتلا میں ایسے ایسے کھلے کھلے نشان دکھلاوے۔ اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں۔ کہ ایک آدمی"

اس آیت کو پیش کرنے سے اُنہوں نے اپنی دلیل کو منطقی قضیہ بنا لیا ہے۔ آسمان پر جانا جسم خاکی کا محال ہے۔ دعویٰ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود درخواست معجزہ کفار آسمان پر نہیں جا سکے۔ صغریٰ

حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جا سکے تو کوئی بھی آسمان پر نہیں جا سکتا۔ کبریٰ

پس جسم خاکی کا آسمان پر جانا محال ہے۔ نتیجہ

ناظرین جب میں نے اس آیت کو جو مرزا صاحب نے پیش کی ہے اور اس ترجمہ کو جو اُنہوں نے تحت آیت لکھا ہے دیکھا تو مجھے دھوکے کا کچھ شک سا گذرا میں سوچتا تھا۔ کہ ترجمہ میں "تب ہم ایمان لے آوینگے" کن الفاظ قرآنی کا ترجمہ ہے۔ اور اتنی عبارت "اس دار الابتلا میں ایسے ایسے کھلے کھلے نشان دکھلاوے" جناب مرزا صاحب نے کہاں سے لکھ ماری ہے کیونکہ جو الفاظ قرآن کے انہوں نے لکھے ہیں اُنکا ترجمہ تو یہ بالکل نہیں۔ میں نے اسی شبہ کی وجہ سے قرآن مجید کو جب کھولکر دیکھا تو آیت کو اس طرح پر پایا۔

مرزا صاحب کا حذف الفاظ آیت قرآنی ۔ اور تحریف قرآن کا ارتکاب

اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ ۔ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ ۔ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا بنی اسرائیل رکوع ۱۰ ۔ اب مجھے معلوم ہوگیا ۔ کہ او ترقی فی السماء ۔ اور قل سبحان ربی کے درمیان سے قرآن مجید کے اتنے الفاظ کو مرزا صاحب نے دانستہ چھپا لیا ہے ۔ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ " اور اس کے چھپا لینے اور سلسلہ الفاظ کو توڑ دینے کے بعد کفار کی درخواست کے مضمون کو پلٹ دیا ہے ۔ اور خداوند کریم نے جو جواب کہ ایک دوسری درخواست کا دیا ہے ۔ اُسی پہلی درخواست کے متعلق (جس کا جواب خود کفار کو بھی لینا منظور نہ تھا) بتلایا گیا ہے ۔ اللہ اکبر ۔ میں نہیں جانتا ۔ کہ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ اَور کسے کہتے ہیں[۱]

بزرگ مسلمانو ۔ اب آیت شریفہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے ۔ اور اس آیت کو سرے سے وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا سے دیکھتے چلے آیئے ۔ کہ کفار نے یہ کہا تھا ۔

درخواست کفار کہ آسمان سے اور ترقی الی السماء کا ترجمہ

۱۔ ہم تجھ پر ایمان نہ لاوینگے جب تک تو ہمارے لئے زمین سے ایک بہتا چشمہ نہ نکالے

یا تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا ہو ۔ اور تو اس میں نہریں چلا کر بہائے

یا ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے ۔ جیسا کہ تو کہا کرتا ہے ۔

یا اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن لے آ ۔

یا تیرے لئے ایک گھر ستھرا ہو ۔

یا تو چڑھ جاوے آسمان پر ۔ اور ہم تو تیرے چڑھ جانے پر بھی ایمان نہ لاوینگے ۔ جب تک تو ہمارے لئے ایک نوشتہ نہ اتار لاوے ۔ جس کو ہم سب پڑھ لیں ۔

جواب ۔ (اے محمدؐ) تو کہہ دے ۔ سبحان اللہ میں تو ایک بشر اور رسول ہوں ۔

ناظرین یہ تو ظاہر ہے ۔ کہ اس آیت سے کفار کی درخواستہائے معجزہ کا پتہ ملتا ہے ۔ کہ وہ رسول اللہ

---

[۱] یہ یہودیوں کے وصف میں ہے ۔ ترجمہ یہ ہے ۔ کہ یہ لوگ کلمات الٰہی کو اُن کے مقامات سے تحریف دیتے ہیں ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کچھ دیکھنے کی درخواست کرتے تھے۔ اِن کی درخواستیں یا تو نبوت کے درجہ سے بہت گری ہوئی اور سفلی تھیں اور یا نبوت کے درجہ سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی۔ اور عادت اللہ کے خلاف اُن کی سفلی اور گری ہوئی درخواستیں یہ تھیں۔

(۱) زمین سے چشمہ کا نکالنا۔

(۲) کھجور۔ انگور کا باغ۔ اُس میں نہریں۔

(۳) ستھرا محل۔

ظاہر ہے۔ کہ نہ اِن کو معجزہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ایسا کر دکھلانے سے یہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ الٰہی طاقت کے سوا کوئی بشر ایسا کچھ دکھلا ہی نہیں سکتا۔ پس یہ درخواستیں تو یوں فضول ٹھہریں۔

(۱) یا آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے

(۲) یا خدا اور فرشتوں کو ضامن لے آؤ۔

پس ساری درخواستوں میں ایک ہی ایسی درخواست تھی۔ جو منظور کی جاتی۔ اور نبی اللہ اپنا معجزہ دکھا دیتا۔ "یعنی آسمان پر چڑھ جانا۔" لیکن چونکہ کفار کو اس طلب معجزات سے طلب حق مقصود نہ تھا اور اُن کا مدعا خرق عادات کے دیکھنے سے ایمان لانا نہ تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے۔ کہ یہ پیغمبر اپنے دعوٰی میں سچا اور اس کا خدا ہر ایک فعل پر قادر ہے۔ تو وہ یہ درخواست پیش کرنے کے بعد کہ جب تک تو آسمان پر چڑھ کر ہم کو نہ دکھلاوے۔ ہم ایمان نہ لاوینگے جھٹ اس شرط سے بھی منکر ہو گئے۔ اور صاف کہہ اُٹھے۔ کہ صرف تیرے آسمان پر چڑھ جانے سے ہم کب ایمان لاتے ہیں۔ ہم تو تب ایمان لائینگے۔ جب تو ہمارے نام کا نوشتہ بھی بارگاہ الٰہی سے لکھوا کر لے آئے اور ہم سب اُس کو پڑھ بھی لیں۔

اے ناظرین۔ غور تو کرو۔ قرآن کریم تو خود بتلا رہا ہے۔ کہ کفار ہمارے رسول کے آسمان پر چڑھ جانے کے معجزہ کی درخواست پر جمے نہیں رہے۔ اور کفار نے تو یہ معجزہ چاہا تھا۔ کہ ہر ایک کے پاس کتاب الٰہی آسمانے۔ اور محمد رسول اللہ ہر ایک کافر کو رسول صاحب کتاب بنا دیں۔ تب وہ ایمان لائینگے۔

اُن کی ایسی بیہودہ درخواست پر (جو اُن کی آخری درخواست تھی۔ اور جس کو انہوں نے نہایت
شوخ چشمی سے پیش کیا تھا۔ اور جس پر انہوں نے اِس قدر زور دیا تھا۔ کہ اس کے بغیر تو تیرے
آسمان پر چڑھ جانے کے بعد بھی ہم تجھ پر ایمان نہ لائینگے
رسول کو یہ حکم ہوا۔ کہ اُن سے کہدو کہ میں خود ایک بشر اور رسول ہوں۔ یعنی دوسرے بندوں کو کیسے
رسول بنا سکتا ہوں۔ اور کہاں سے یہ مجاز ہوں۔ کہ کافروں پر کتابیں اُتاروں۔ اور اُن کو مہری نامہ فرشتہ
دکھلاؤں۔ اور ہر ایک کے نام کے جُدا جُدا فرمان جاری کرادوں۔ کہ وہ کافر اُس کو پڑھ پڑھ کر اور
ٹھیک یہ پہچان کر کہ ہاں خدا ہی کے پاس سے یہ لکھا ہوا نوشتہ آیا ہے۔ ایمان لے آئے۔
بیوقوفو! تمہاری اس درخواست کے یہ معنی ہیں۔ کہ میں جو بشر ہوں خدائی طاقتیں بھی رکھتا ہوں
ہاں تمہاری درخواست کے یہ معنی ہیں۔ کہ میں جو رسول ہوں۔ دوسرے کو صاحب کتاب
بھی بنا سکتا ہوں۔ حالانکہ یہ سب خدا کے کام ہیں۔ اور خدا ایسے نقص سے بھری ہوئی
باتوں سے پاک ہے۔ کہ ناپاک روحوں کو اپنا رسول بنالے۔ یا آپ مع اپنے فرشتوں کے
کفار کے پاس ضامن ہونے کو آئے۔

مرزا صاحب۔ دیکھیں۔ کہ خدا نے کہاں رسول کا آسمان پر جانا محال کہا ہے۔
اگر فکر سلیم اور طبع معنے رس ہو۔ تو اِس آیت ہی سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ضرور اُن کو معجزہ دکھلا دیتے۔ اگر کفار کی صرف یہی درخواست ہوتی
جس آیت سے مرزا صاحب نے استدلال کیا تھا۔ اور نکالا تھا۔ کہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا محال ہے
اُس سے تو وہ مطلب نہ نکلا۔ بلکہ اُس کے برعکس ثابت ہوگیا۔ تو اب کیونکر وہی آیت حضرت مسیح کے
رفع الی السماء کے امتناع کو ثابت کر سکتی ہے۔ اور جب یہ حال ہے۔ تو مرزا صاحب کا وہ فقرہ
ہی غلط ہے۔ جو عنوان مضمون پر لکھا گیا ہے۔ اور یہی جواب ان کے لئے کافی ہے۔
علاوہ اِس کے میں یہ بھی کہدینا چاہتا ہوں۔ کہ منصب و رتبہ میں افضل ہونا اور شے ہے
اور خصوصیات ذاتیہ کا افراد میں علیحدہ علیحدہ پایا جانا کچھ اور شے۔ اگر افضلیت اور اکملیت کی

بنیاد خصوصیات ذاتی کے مقابل میں ڈالی جائے۔ تو میں سچ کہتا ہوں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و فضیلت کا دیگر انبیاء پر ثابت کرنا سے دشوار ہو جائیگا۔

آپ حضرت مسیح اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احوال ہی پر غور فرمالیں۔

(۱) حضرت مسیح کی والدہ صدیقہ کو نساء العلمین پر اصطفاء دیا گیا۔	(۱) اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو یہ منصب حاصل نہیں ہوا۔
(۲) حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔	(۲) ہمارے سید و مولیٰ اپنے والدین کے گھر۔
(۳) حضرت مسیح نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمائی اور اپنی نبوت کی خبر دی۔	(۳) لیکن ہمارے سید المرسلین سے ایسا ثابت نہیں ہوا۔
(۴) حضرت مسیح کو احیاء موتیٰ و ابراء اکمہ و ابرص کا معجزہ دیا گیا۔	(۴) ہمارے حبیب خدا سے ایسی روایات نہیں بیان ہوئی ہیں۔
(۵) حضرت مسیح پر مائدہ آسمان سے اُتارا گیا	(۵) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نہیں۔

تو کیا آپ یا کوئی اور ان باتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور بزرگی کا انکار کرسکتا ہے۔ یا شک لا سکتا ہے؟ ہاں یہ جواب معقول نہوگا۔ کہ اس سے بڑھ بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہہ کمالات موجود تھے۔ اور اس کی یوں توجیہہ اور اُس کی یوں تاویل۔ کیونکہ یہ تو ہم پہلے ہی سے مانتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام دوسرے فلک تک گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرشِ برین اور حجاب عظمت تک اور جہاں تک کہ خداوند کریم حضور کو لے گیا پہونچے۔ للہ درّ من قال۔

اللہ اللہ عروج تو ز افلاک گذشت + بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی۔

باب چہارم

حضرت عیسیٰ کا نزول اور اُن کی نبوت کی اشکال۔

مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ استعارہ کو حقیقت سمجھنے میں سب سے بھاری مشکل درحقیقت یہی ہے جس کی وجہ سے ایک نبی کا اُس کی منصب نبوت سے محروم ہوجانا تجویز کرنا پڑا۔ اور کہنا پڑا کہ ابن مریم اُس دن ایک مرد مسلمان ہوگا۔ جو اپنے تئیں اُمت محمدیہ میں سے ظاہر کریگا۔ اور اپنی نبوت کا نام بھی نہ لے گا۔ جو پہلے اُس کو عطا کئے گئے تھے۔ اور گویا جب حضرت مسیح آئینگے۔ تو وہ اپنے منصب نبوت سے مستعفی ہوکر آئینگے "

اس تقریر کی ظاہری موثر ہونے کی بنا یہ ہے۔ کہ عموماً سب مسلمان نبی کا درجہ امتی سے (خواہ وہ امتی صدیق شہید حواری ہی کیوں نہ ہو) برتر و اعلےٰ مانتے ہیں۔ جب اُن کے سامنے ظاہر کیا جائیگا کہ تمہارے معتقدات و مسلمات تو ایک نبی کی بزرگی کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ اور خدا کے ایک برگزیدہ ایک رسول کو نَحْنُ رِجَالٌ وَہُمْ رِجَالٌ میں شامل کر رہے ہیں۔ تو مسلمان جھٹ مان جائینگے۔ کہ ہاں غلطی ہے۔

مگر اب آپ صاحبان مرزا صاحب کے چمکدار لفظوں کی غلطی کو معلوم کرنے کیلئے ادھر توجہ فرمائیں

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا غایت و منتہا کیا تھا۔ ہاں وہی جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود ظاہر فرمایا۔ میں اسرائیل کے گھر کی کھوئے ہوئے بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا $\frac{۱۵}{۱۱۴}$ آیت متی۔

اور مرزا صاحب کے خوان دونوں رسالوں فتح الاسلام و توضیح مرام میں تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ وہ یہودیت کی خصلتوں اور ذلتوں کے مٹانے کو آیا تھا۔ پس واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد اصلی

زندگی میں بھی ایک امت کی ضلالتوں کو کم کرنا اور مذہب موسوی کی تجدید فرمانا تھا چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور جب کبھی کسی دوسرے نے اُن سے استفاضہ کی درخواست کی تو یوں فرمایا کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کو کون دیدیا کرتا ہے۔ ﴿۱۵-۲۶ متی﴾۔

غور کرو کہ جب مجدد دین موسوی ہونے کی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کچھ کسر شان نہیں۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ مجدد دین محمدی ہونے کی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ گھٹ جائیگا۔ یہ تو بالکل غلط قیاس ہے۔ بلکہ جیسا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر شرف حاصل ہے۔ اسی طرح ضرور ہے۔ کہ اُن کے دین متین کے مجدد ہونے سے مسیح کے رتبہ میں اَور فضیلت و شرف شامل ہوجاوے۔ کیونکہ مجدد دین موسوی ہونے کی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں۔ کے واسطے تھے۔ اور مجدد دین محمدی ہونے کی صورت میں وہ اسرائیل و اسمٰعیل دونوں گھرانوں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں۔ نیز اُن وحشی و رمیدہ چوپایوں کیواسطے بھی ہونگے۔ جن کی گردنوں نے شریعت کے جوا کو پھینک دیا ہوگا۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ انکے منصب میں تنزل ہوگیا۔ دیکھو الٹی بات کہ جب تک شریعت موسیٰ کے ماتحت رہے تب تک تو اُن کا نبی اللہ ہونا بھی درست اور روح اللہ ہونا بھی ٹھیک۔ لیکن جب رب کریم اُن کو شریعت غرا محمدیہ کے ماتحت بھیجے۔ پھر اُن کا نہ نبی کہلانا درست ہے۔ نہ سابقہ نبوت میں۔ اور اُن میں کسی علاقہ کا رہنا جائز ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مرزا صاحب کے نزدیک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کا تبع شریعت محمدیہ ہونا محل توقف و متعجب ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور نبوت کا ماحصل یہی تھا۔ کہ ایک نبی کی شریعت کے متبع رہیں۔ لیکن ادھر دیکھئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ[۱] موسیٰ جو خود صاحب شریعت و حکومت تھے جن پر سب سے پہلے روشن احکام کی کتاب توریت جیسے نازل ہوئی۔ جن کو ناپاک فرعونیوں سے بچاکر خدا نے آگ کے بہانہ سے بلایا اور نور نبوت

---

[۱] رواہ احمد و بیہقی فی شعب الایمان کتاب المشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ ۱۲

کا خلعت پہنا کر واپس کیا اگر زندہ ہوتے۔ تو اُن کا بھی یہ مقدور نہ تھا۔ کہ قرآن کریم کے روبرو توریت کا نام لے سکتے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے سامنے اپنے الواح واحکام کی طرف رُخ کرتے۔ اسی کے مناسب ومطابق حال وہ دو حدیثیں ہیں۔ جن میں عبداللہ بن سلام جیسے راسخ الاعتقاد اور عالم صحف اسمانیہ صحابی کو دعا میں بھی زبور پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور حضرت عمر فاروق جیسے بزرگوار کو جن کی ہیبت سے شیطان اپنی راہ چھوڑ کر چلتا۔ انجیل کے دیکھنے کی اجازت نہ ہوئی۔ ہاں امت محمدیہ میں ہونا تو وہ شرف وفخر کا مقام ہے کہ احمد جام کہتے ہیں۔

چیزیکہ انبیاء راگاہے نشد میسر ۔۔۔ آن چیز خود بآساں حاصل شدست مارا

پس خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر قرآن مجید کے موجود ہوتے انجیل کا نام نہ لیں گے۔ تو اس کی وجہ قرآن مجید کی تعلیم پاک کی اتمیت واکملیت ہوگی۔ نہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل سے کوئی علاقہ نہ ہوگا۔ حضرت علیہ السلام کا انصاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جو اُن کے دل میں تھی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد سے واضح ہے۔ کہ علامات قیامت و آثار عروج دجال و آیات نزول خود بیان کرتے کرتے رُک گئے اور یوں فرمایا ۱۵/۳۰ آیت آگے کو تم سے بہت باتیں نہ کرونگا۔ کیونکہ اس دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔ تو ایسے محب نبی اور ایسے محب رسول سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بھروسہ پر اپنی تعلیم کو نامکمل چھوڑتا ہے۔ کوئی دانشمند یہ توقع کر سکتا ہے۔ کہ وہی مسیح باوجود اس نبی کے ارشادات کے پائے جانے اور اس کی آخری اور کامل و مکمل آسمانی کتاب حاصل ہونے کے بدستور اپنی ادھوری تعلیم پر جما رہے؟ اس اعتقاد سے نہ تو صرف قرآن کی کامل تعلیم اور اسلام کے ناسخ و مکمل ادیان ہونے کی تکذیب ہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب میں بھی سوء ظنی و سوء ادبی ہے۔ اب رہا یہ کہ نبوت کا نام بھی لیں گے۔ یا نہیں۔ تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ان کی نبوت کا ابتداء سے غایت ومقصود ہی یہ رہا ہے۔ کہ ایک صاحب شریعت رسول کے احکام و شریعت کی تجدید کرنا اور وہ پہلے بھی حاصل تھا اور اب بھی حاصل رہا۔ علاوہ اس کے معجزہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے۔ کہ جو اعتراض و شکوک

آج پیدا کئے جاتے ہیں۔ اُن کا جواب حدیث مذکورہ میں موجود ہے۔ یعنی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابجا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیا ہے۔ وہاں عیسیٰ بن مریم رسول اللہ اور عیسیٰ بن مریم نبی اللہ فرمایا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ باوجودیکہ وہ خلعت نبوت دربر ہونگے۔ گر پھر مجددین محمدیہ بھی ہونگے۔ اور یہ اس امر کیلئے نہایت شرف و فخر کا مقام ہے

اب اس امر کا ثبوت کہ ایک نبی باوجود نبی ہونے کے رسول اللہ صلعم کا امتی اور شریعت محمدیہ کا مجدد و پیرو عامی بھی ہو سکتا ہے۔ میں قرآن شریف سے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ الخ

جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا۔ کہ جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے۔ پھر جب تمہاری طرف رسول آوے جو تمہاری سچائی ظاہر کریگا۔ تو تم ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور اُس کی مدد کرنا۔ پس جب رب کریم کل انبیاء و مرسلین سے محمد رسول اللہ پر ایمان لانے اور شریعت محمدیہ کی نصرت و تائید کرنے کا میثاق ازل میں لے چکا ہے۔ تو پھر حضرت عیسیٰ کا بطور مجدد دین و حاکم عادل ہو کر آنے میں مرزا صاحب کو کیوں انکار ہے۔ جس انکار کے ساتھ انکار نص قرآنی بھی لازم آتا ہے۔

میں اس بیان کو ختم کرتا ہوں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو اس بیان میں آگئی ہے ناظرین کو مکرر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ تو جس طرح پر موسیٰ علیہ السلام کا زندہ نہ ہونا پایا گیا ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ اس میں اتباع کیلئے حیات کو شرط اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا متبع بننا ہم ثابت کر چکے ہیں۔

باب پنجم

حضرت عیسیٰ کا نزول اور قانون قدرت

قانون قدرت! او منحوس اور نامبارک لفظ تو ہم کو اپنا چہرہ نہ دکھلا۔ اور مسلمانوں کی گھر کی دیواروں سے پرے ہی اپنا سایہ رکھ۔ یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ سانپوں کی نظر میں ایسا مقناطیس حیوانی ہے۔ کہ جس مصیبت زدہ کی آنکھیں چار ہو جائیں۔ وہ کبھی اس سے نجات نہیں پا سکتا پیار آنکھیں ہوتی ہی اثر مقناطیسی سے یہ زہریلا دشمن اپنے معمول بہ کی قوت کو سلب کر دیتا ہے اور جب وہ بے حس و حرکت ہو جاتا ہے تو خون آکر چوس لیتا ہے۔ انسان دیکھتا ہے کہ سانپ ہے۔ اور اس کے کاٹنے کے واسطے چلا آرہا ہے۔ مگر اتنی سکت نہیں ہوتی۔ کہ ہاتھ اٹھائے یا پاؤں چلائے۔ اس زہریلے اثر والے لفظ قانون قدرت! میں بھی وہی جذب مقناطیسی موجود ہے۔ کہ عالم ہو۔ فاضل ہو۔ خدا کا متقی بندہ ہو۔ سلیم الطبع ہو۔ پاک سرشت ہو۔ غرض کوئی ہو جس کی نگاہ اس کی نگاہ سے لڑ گئی وہ نہایت بیکسانہ حالت میں ہو کر اپنے آپ کو اس کا طعمہ بنایا کرتا ہے۔ اور جنبش تک نہیں کیا کرتا۔

ناظرین قانون قدرت سے جو معنی لئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں .... کہ محدود النسا نوں کے محدود تجربے جو چند بار متواتر ثابت ہو چکے۔ اُن کو خدا بھی نہیں توڑ سکتا ہے۔ افسوس صد افسوس خدا کا وہ بندہ جس نے سرمہ چشم آریہ میں صرف اسی قانون قدرت کی تکذیب پر دلائل بیّنہ اور براہین ساطعہ کے دفتر کے دفتر لکھ مارے تھے۔ آج وہ اس زہریلے سانپ کے مقناطیس حیوانی کا معمول بہ بن گیا ہے اور پانچ سال ہوئے۔ جو کچھ اُسنے آریوں۔ دہریوں۔ برہمو۔ دیو دہرمیوں۔ لا مذہبوں وغیرہ وغیرہ کے مقابل میں جواب دیئے تھے۔ خدا کی شان آج وہی جواب اُسے دیئے جاتے ہیں۔ سرمہ چشم آریہ سے بڑھ کر اس مضمون پر کیا کوئی لکھ سکتا ہے۔ میں اُسی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ جو مرزا صاحب بار

حجت بھی ہو سکتی ہے۔

(۵۵) میری رائے میں فلسفیوں سے بڑھکر اور کسی قوم کی دلی حالت خراب نہوگی۔ خدا میں اور بندہ میں جو چیز بہت جلد جدائی ڈالتی ہے۔ وہ شوخی۔ اور خودبینی اور متکبری ہے۔ سو وہ اُس قوم کے اصول کو ایسی لازم پڑی ہوئی ہے۔ کہ گویا انہی کے حصہ میں آگئی ہے۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر حاکمانہ قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور جس کے مُنہ سے اس کے برخلاف کچھ سنتے ہیں۔ اُس کو نہایت تحقیر اور تذلیل کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور افسوس کا مقام یہ ہے۔ کہ نوخیزوں کے عام خیالات اسطرف بڑھتے جاتے ہیں۔ یہ کسی قوی دلیل کا اثر نہیں۔ بلکہ ہمارے ملک کے لوگوں میں بھیڑ یا چال چلنے کا بہت سامان موجود ہے۔ جس سے تعلیم یافتہ جماعت بھی مستثنےٰ نہیں۔ سو اس فطرت اور عادت کے جو لوگ ہیں۔ وہ ایک بڑی داڑھی والے کو گڑھے میں پڑا ہوا دیکھکر فی الفور اُس میں کود پڑتے ہیں۔ اور اس سے بڑھکر ان کے ہاتھ میں اور کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ کہ یہ فلاں عقلمند کا قول ہے۔ غرض زہرناک ہوا کے چلنے سے سکڑوں لوگ بہت ہلاک ہوتے ہیں۔ لیکن ایک روشن دل آدمی جس کی فطرت میں خدا تعالیٰ نے وسعت علمی کی استعداد رکھی ہوئی ہے۔ وہ ایسے خیالات کو۔ کہ خدا تعالیٰ کے اسرار پر احاطہ کرنا کسی انسان کا کام ہے۔ بغایت درجہ عقل و ایمان سے دور سمجھتا ہے۔ واقعی جتنا انسان عجائبات غیر متناہیہ حضرت باری جل شانہ پر اطلاع پاتا ہے اتنا ہی غرور اور گھمنڈ اُس کا ٹوٹ جاتا ہے۔ اور نئے طالب علموں کی شوخیاں اور بے راہیاں اُن کے دل و دماغ سے جاتی رہتی ہیں۔ اور مدت دراز تک ٹھوکریں کھانے کی وجہ سے ابتدائی حالت کے تہ و بالا کئے ہوئے خیالات کچھ کچھ روبراہ ہوتے جاتے ہیں۔ جیسے ایک بڑے فلاسفر کا قول ہے۔ کہ میں نے علم اور تجربہ میں ترقیات کیں۔ یہاں تک کہ آخری علم اور تجربہ یہ تھا کہ مجھ میں کچھ علم و تجربہ نہیں۔ سچ ہے دریائے غیر متناہی علم و قدرت باری جل شانہ کے آگے قطرہ ناچیز انسان کیا حقیقت ہے کہ دم مارے۔ اور اُس کا علم و تجربہ کیا شے ہے۔ کہ تا اُس پر ناز کرے۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا۔ کیا عمدہ اور صاف اور پاک

اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کے توافق یہ عقیدہ ہے۔ کہ جو کچھ اُس سے ہونا ثابت ہے۔ وہ وہ قبول کیا جائے۔ اور جو کچھ آئندہ ثابت ہو۔ اُس کے قبول کرنے کے لئے آمادہ رہیں اور بجز امور منافی صفات کمالیہ حضرت باری عز اسمہ سب کاموں پر اُس کو قادر سمجھا جائے۔ اور امکانی طور پر سب ممکنات قدرت پر ایمان لایا جائے۔ یہی طریق اہل حق ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی قبول کیجاتی ہے۔ اور ایمانی صورت بھی محفوظ رہتی ہے۔ جس پر ثواب پانے کا تمام مدار ہے۔ نہ یہ کہ چند محدود باتیں۔ اُس غیر محدود کے گلے کا ہار بنائیں جائیں۔ اور یہ خیال کیا جائے کہ گویا اُس نے اپنے ازلی و ابدی زمانہ میں ہمیشہ اسی قدر قدرتوں میں اپنی جمیع طاقتوں کو محدود کر رکھا ہے۔ یا اُسی حد پر کسی قاسر سے مجبور ہو رہا ہے۔ اگر خدا تعالےٰ ایسا ہی محدود القدرت ہوتا تو اس کے بندوں کے لیے بڑے ماتم اور مصیبت کی جگہ تھی۔ وہ عظیم الشان قدرتوں والا اپنی ذات میں لا یدرک و لا انتہا ہے۔ کون جانتا ہے۔ کہ پہلے کیا کیا کام کیا۔ اور آئندہ کیا کیا کریگا۔ تعالیٰ اللہ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ ایک حکیم کا قول ہے۔ کہ اس سے بڑھکر کوئی بھی گمراہی نہیں۔ کہ انسان اپنی عقل کے پیمانہ سے باری عز اسمہٗ کے ملک کو ناپنا چاہتے۔ یہ بیانات بہت صاف ہیں۔ جن کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں۔ لیکن بڑی مشکل کی یہ بات ہے۔ کہ دنیا پرست آدمی جس کی نظر مدح و ذم پر لگی ہوئی ہے۔ وہ جب ایک رائے اپنی قائم کرکے مشہور کر دیتا ہے۔ تو پھر اُس رائے کا چھوڑنا خواہ کیسی ہی وجوہات بینہ مخالف رائے نکل آویں اُس پر بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور پھر جب ایسے غلط خیالات میں چند نامی عقلا مبتلا ہو جاویں۔ تو اُسی استعداد کے آدمی اُن خیالات کی تقلید کرنا اور بے سمجھے سوچے اُس پر قدم مارنا اپنی عقلمندی ثابت کرنے کے لئے ایک ذریعہ سمجھ لیتے ہیں۔ کم استعداد لوگ جو بچوں کی سی کمزوری رکھتے ہیں۔ وہ بڑے بابا کا منہ دیکھکر وہی باتیں کہنے لگتے ہیں۔ جو اُس بزرگ کے منہہ سے نکلیں۔ گو وہ واقعی ہیں۔ یا غیر واقعی اور صحیح ہوں یا غیر صحیح۔ ان کو اپنی سمجھ تو ہوتی ہی نہیں۔ ناچار وہ کسی نامی صیاد کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔ واقعی جتنا انسان تقلید سے نفرت کرکے بھاگتا ہے۔ اتنا ہی تقلید میں بار بار

پڑتا ہے" سرمہ چشم آریہ کی عبارت ختم ہوئی۔ اور میں نے اس عبارت کی نقل کرنے میں صرف اسقدر کام لیا ہے۔ کہ وہ مقام انتخاب واختیار کیا جس کا ایک ایک لفظ آجکل کی مسلمانوں کی تعلیم کو جو اس مسئلہ میں مرزا صاحب پر حسن ظن کی وجہ سے اُن کی ہوگئی ہے۔ ظاہر کرتا ہے۔

انسان کی کمزور طبیعت اور خداوند عزوجل کی شان کبریائی کو دیکھو۔ وہی مرزا صاحب جو اس پر زور و پر جوش تحریر کے ساتھ خدا کی لایدرک ولاانتہا قدرتوں کا اظہار کرتا۔ اور خدا تعالیٰ کے اسرار پر احاطہ کرنا۔ بنہایت درجہ عقل وایمان سے دور سمجھتا تھا۔ آج وہی مسیح علیہ السلام کی پوشاک کی نسبت پوچھتا ہے۔ (توضیح مرام ص۵) یہ پارچات از قسم پشمینہ یا ابریشم ہونگے۔ جیسے چوڑیا، گلبدن۔ اطلس کمخواب۔ زربفت۔ لاہی زری یا معمولی سوتی کپڑے کی۔ جیسے نین سکھ تن زیب۔ اینگ جین کمشن ململ جالی۔ خاصہ۔ ڈوریا۔ چارخانہ اور کپڑے آسمان میں بنے اور کس نے سیئے ہونگے ۔ اب تک کسی نے مسلمانوں یا عیسائیوں میں سے اس کا کچھ پتہ نہیں دیا۔ اس تقریر اور پہلی تقریر کو ملا کر سب صاحبان دیکھ لیں۔ اور موازنہ کریں۔ کہ جس درجہ کا ایمان وایقان اللہ تعالےٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر پہلی کلام سے واضح ہوتا ہے۔ کیا وہی ایمان وایقان اور اسی درجہ کی عظمت اور ادب اس پچھلی کلام سے بھی لائح ہے؟ اگر کوئی شخص غور و تامل سے آیات الٰہیہ کو دیکھے۔ اور پڑھے۔ تو یہ بود۔ اور نمود کا قانون قدرت اُسے جگہ جگہ ٹوٹتا ہوا نظر آئیگا

الف - وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ	اور جب ابراہیم نے کہا۔ اے رب مجھکو دکھلا
كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ	تو کیونکر زندہ کریگا مردے کو۔ خدا نے کہا۔ کیا
قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ	تو نے یقین نہیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا۔
اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ	کیوں نہیں لیکن اس لئے کہ میرے دل کو تسلی ہو
ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ	خدا نے کہا تو چار جانور اڑتے پکڑ پھر اُن کو اپنے
جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ	ساتھ ملا پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا پہاڑ پر پھینک

[1] بائبل سے ثابت ہے۔ کہ جب بنی اسرائیل بیابان میں تھے۔ چالیس سال تک اُن کے کپڑے نہ پھٹے نہ پرانے ہوئے مرزا صاحب کو مسیح کے لباس پر پھر اعتراض کیوں ہے۔

سَعْيًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ بقرہ ع ۵	پھر ان کو پکار کہ تیرے پاس دوڑتے آویں گے اور جان لے کہ البتہ اللہ زبردست حکمت والا ہے

گوشت کے ٹکڑوں کا جو مختلف پہاڑوں پر پھینک دیئے گئے ہوں۔ انسان کی آواز سنتے ہی زندہ و پرندہ جانور ہو جانا۔ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ وہ قانون قدرت جو انسانوں کا ہے۔

(ب) اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ	یا جیسے وہ شخص کہ ایک شہر پر گذرا جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا وہ، بولا اللہ مر جانے کے بعد اسکو کیسے زندہ کریگا۔ پس خدا نے اس کو موت دی۔ سو برس تک مردہ رہا۔ پھر اُسے اُٹھالیا۔ اور پوچھا تو کتنی دیر (یہاں) رہا۔ بولا میں ایک دن یا دن سے

لے مرزا صاحب نے جو اس کی تاویل کی ہے۔ کہ بعض حشرات الارض (بچھو) بھی ایک خاص ترکیب سے پیدا ہو جاتے ہیں پس ان طیور کا جو حضرت خلیل الرحمن کے دکھلانے کو زندہ کئے گئے۔ انہی پر قیاس کرو چند وجوہ سے غلط ہے

(۱) حضرت ابراہیم کا سوال یہ تھا۔ کہ بارالہا تو مردوں کو کیونکر زندہ کریگا، وہ طریق دکھلا وے۔ اور یہ سوال نہ تھا۔ کہ تو زندوں کو کیونکر پیدا کرتا ہے۔ پس یہ مثال اس کے مفید نہیں۔

(۲) یہ کہ حشرات الارض پر یہ قدرت کا کرشمہ دکھلایا بھی نہیں گیا (کیونکہ حشرات الارض کی تو سینکڑوں قسمیں توالد و تناسل کے بغیر پیدا بھی ہو جاتی ہیں) بلکہ چار قسم پرند جانوروں کو مار کر اور ان کے گوشت کا قیمہ قیمہ کرکے پھر اُن کو زندہ اور پرندہ کر کے دکھلایا ہے۔ اور ان جانوروں کے دوبارہ زندہ ہونے میں حضرت ابراہیم کی جانب سے کوئی خاص ترکیب یا تدبیر بھی عمل میں نہیں لائی گئی۔

(۳) آیت کے اختتام پر ہے۔ واعلم ان اللہ عزیز حکیم پس اگر بقول مرزا صاحب کے ہر ایک انسان زندہ کن مردگان ہے۔ اور جو آدم کا بیٹا ہے۔ وہ مردوں کو زندہ بھی کر سکتا ہے۔ تو پھر آخر آیت میں رب کریم کا اپنے عزیز و حکیم ہونے پر استدلال کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔

(۴) مرزا صاحب پر افسوس ہے کہ خود تو یہاں تک یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہر انسان مردے کو ایک خاص ترکیب سے زندہ کر سکتا ہے لیکن باینہمہ مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ کیوں وہ الدجال کے سحر و کہانت سے بھی ہوئی اعجوبہ نمائی کا ذکر کرتے ہیں۔ ہاں مرزا صاحب آپ صرف اتنے قصور پر مسلمانوں کے معتقدات کو تو مرادف شرک بتاتے ہیں اور اپنے ایسے اعتقاد کیطرف دھیان بھی نہیں کرتے

قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ
إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ
وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً
لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ
نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ
أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بقرہ
ع ۳۵

کچھ کم (رہا ہوں) (خدا نے) کہا نہیں تو سو برس تک
رہا ہے۔ اب اپنے کھانے پینے کو دیکھ
کہ وہ سڑ نہیں گئے۔ اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ
رہاں، ہم چاہتے ہیں۔ کہ لوگوں کے لئے تجھ کو نشان
بنائیں۔ ہاں دیکھ۔ ہم ہڈیوں کو کس طرح ابھارتے ہیں
اور پھر کس طرح ان ہڈیوں کے اوپر گوشت کو پہناتے ہیں۔
جب اس (شخص) پر یہ کچھ ظاہر ہوا وہ بولا میں جانتا ہوں کہ
اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ اکبر کیسے کیسے صاف الفاظ اور واضح بیان میں یہ قصہ فرمایا ہے۔ حضرت عزیر کا ایک ویران دیہہ اور بستی کو دیکھ کر احیائے اموات سے تعجب و حیرت کا کرنا (انکار یا شک نہیں۔ یہ تو خاصان خدا سے بہت بعید ہے۔) اور رب کریم کا خود ان پر موت وارد کر دینا۔ حضرت عزیر کا سو برس تک مرنے پڑا رہنا۔ رب کریم کا ان کو دوبارہ زندہ کرنا۔ ان کی سواری کے جانور کا ان کے سامنے زندہ کرنا۔

ف۱ مرزا صاحب اس قصہ میں آکر بالکل دست پاچہ ہو گئے ہیں۔ قرآن کے صاف اور واضح الفاظ سے انکار کرنا بھی دشوار تھا۔ اس لئے وہ کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں آنا صرف مجازی تھا۔ اور در اصل عزیر بہشت میں ہی موجود تھا۔ مرزا صاحب یا ان کا کوئی ذی فہم حواری قسم کھا کر بتلا دے کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ اس سے آگے چلکر کہتے ہیں۔ کہ اگر عزیر کو خدا نے اسی طرح زندہ کر دیا ہو تو تعجب کیا ہے" صریحۃ الدلالت آیت کے پڑھنے کے بعد بھی یقین نہیں آتا کہ زندہ کر دیا ہو" لکھتے ہیں۔ حالانکہ چار سطریں اوپر کی دیکھو تو ان میں حضرت عزیر کا دنیا میں آنا بھی مان چکے ہیں۔ مرزا صاحب آیت کے متن پر پھر نظر ڈالو تاکہ وانظر الی العظام کیف ننشزہا ثم نکسوہا لحما بھی آپ کے ملاحظہ میں آجائے۔ کہ ہڈیوں کا مٹی میں سے بننا۔ اور پھر ہڈیوں کے اوپر گوشت کا چڑھنا ان کی آنکھوں کو دکھلایا گیا تھا۔ چنانچہ فلما تبین لہ کا زور کلام ہی ثابت کر رہا ہے۔ کہ جب حضرت عزیر نے اطلاع ربانی سے یہ علم حاصل کر لیا کہ وہ سو برس کی وفات کے بعد اٹھے ہیں۔ اور پھر انہوں نے دیکھا۔ کہ ان کا کھانا دانہ اسی طرح پڑا ہے۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت

ہڈیوں کا زمین میں سے بننا۔ ہڈیوں پر گوشت چڑھنے کا معائنہ کرنا۔ حضرت عزیر کے توشہ کی روٹی پانی وغیرہ پر سو برس کے دراز زمانہ اور زمین کی تاثیرات اور ارضی وسماوی حوادث کا اثر انداز نہ ہونا صدہا فصلوں کی تغیرات کا اثر ایک روٹی اور پیالہ بھر پانی پر نہ ہونا وغیرہ وغیرہ امور کس قدر فلسفیوں کے قانون قدرت کو توڑ رہے ہیں۔ قانون قدرت پکارنے والوں کا جواب خود اس آیت میں موجود ہے۔ اور وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ کی حکمت معترضین کو ادب سکھلانے کے لئے دُرہ کا کام کر رہی ہے۔

اصحاب کہف کے بارہ میں ہے۔

ولبثوا فی کهفهم ثلث مائة سنين وازدادوا تسعا اور مدت گذری اُن پر اپنے کھوہ میں ۳۰۰ اور ۹ برس۔

۳۰۹ برس تک سوئے رہنا اور تغیرات جسمی وحوادث ارضی وسماوی وحاجات جسمانی سے ایسے پاک وصاف رہنا کہ خود اُن کو ایک دن یا دن سے بھی کچھ کم کا عرصہ معلوم ہونا قانون قدرت کو جو فلسفیوں کا ہے توڑ رہا ہے۔ اور حضرت مسیح کی بابت اِن شکوک واعتراضات کو کہ انکے جسم میں تغیر کیوں نہیں آتا۔ اور وہ کیا کھاتے ہیں۔ کیا پیتے ہیں۔ اگر نہیں کھاتے۔ تو کیونکر زندہ رہتے ہیں۔ وحی الٰہی کے پاک۔ واعلیٰ الفاظ قاہرانہ طاقتوں سے خوب ہی کچل رہے ہیں۔ اصحاب کہف کی زیست وخواب کا حال اور بھی زیادہ قانون قدرت کو پاش پاش کرتا ہوا ہے۔ ملاحظہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵

ہیں اُس وقت دو امر حاصل ہو گئے تھے۔ ایک علم الیقین اور دوسرے حیرت معرفت۔ لیکن جب رب کریم نے خود ان کو ان کی آنکھوں کے سامنے مردے کا زندہ ہونا دکھلا دیا۔ تو اب انکا علم الیقین عین الیقین کے درجہ کو پہونچگیا۔ اور حضرت عزیر بول اُٹھے۔ اعلم ان الله علی کل شئے قدیر۔ مرزا صاحب گو آپ نے اصل مطلب کو اینچ پیچ ڈالکر بہت کچھ چھپانا چاہا۔ مگر آفتاب کی شعاعوں کو گرد وغبار آڑ کہاں تک روک سکتا ہے۔ ہاں آپ کی خامی اِس مسئلہ میں اِس سے بھی واضح ہے کہ آپ طعام وشراب کے تغیر پذیر نہونے کی کچھ بھی تاویل نہیں کر سکے۔ گدھے کے بارہ میں جو تاویل کی ہے۔ وہ بھی حیوانی سمجھ سے زیادہ نہیں

(ج) وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفہم ذات الیمین واذا غربت تقرضہم ذات الشمال وہم فی فجوۃ منہ ذالک من آیات اللہ۔ من یہد اللہ فہو المہتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا وتحسبہم ایقاظا وہم رقود ونقلبہم ذات الیمین وذات الشمال۔

اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے اُنکی کھوہ سے داہنے کو بچ کر جاتی ہے۔ اور جب ڈوبتی ہے تو بائیں جانب کو کتراتی ہے اور وہ اُس کے میدان میں ہیں۔ یہ ہے اللہ کی قدرتوں سے جس کو خدا راہ دکھلا دے وہی راہ پر آئے۔ اور جس کو وہ بچلا دے۔ اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا تم کو نہ ملیگا۔ اور تو سمجھے (ان کو دیکھکر) کہ وہ جاگتے ہیں۔ حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم اُن کو داہنے اور بائیں کروٹ دلاتے ہیں۔

دیکھو ہزاروں سال تک سونا۔ اور ایسی جگہ پڑے رہنا جہاں آفتاب کی روشنی تک نہ پہونچے اِن کے جسموں کا نہ گلنا نہ سڑنا نہ تغیر پذیر ہونا۔ ہاں اُن کا نہ کھانا نہ پینا اور کل ظاہری اسباب حیات کے بغیر اسی عنصری عالم میں ہزاروں سال اِدھر سے اُدھر کروٹیں لیتے[1] رہنا۔ کتنا کچھ دہریوں کے قانون قدرت کو توڑتا اور محدثہ عقائد کو بیخ دین سے برکندہ کرتا ہے۔

(د) وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا۔ | اُس نے دریا کی راہ لی عجب ہے۔ مرزا صاحب کے قانون قدرت کے خلاف ہے۔

(ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے درختوں[1] کا حاضر ہونا۔ طے ارض[2]۔ پتھروں[3] کا بولنا۔ جانوروں[4] کا عرضداشت کرنا۔ درندوں[5] کا۔ اخبار ہرنی[6] کا ایفاء وعدہ۔ شاہت الوجوہ[7] پڑھکر مٹھی بھر کنکریوں کا پھینک دینا۔ ہزاروں اعداء اللہ کی آنکھوں میں پہونچنا۔ اور اُن کا

[1] مرزا صاحب نے اصحاب کہف کو بھی مسلم کی سو برس والی حدیث کی دلیل سے رد کر دیا ہے۔ لیکن یہاں آکر آپ حدیث عرض کو کیوں بھول گئے۔ اور مجمل حدیث کے ساتھ مفصل قرآن کو کس طرح رد کرنے لگے۔ کیا یہی اصول اور جگہ ٹوٹ جانا بھی آپ پسند کرینگے۔ یہاں تو آپنے حدیث سے قرآن کو رد کر دیا۔

بھاگ جانا۔ غرض ہزاروں معجزات و آیات جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ہرگز قانون قدرت کے خلاف ہیں۔ رب ذوالجلال اپنی لامحدود قدرت دکھلا رہا ہے۔ اور جگہ جگہ فلسفیوں کے قانون قدرت کو توڑ رہا ہے۔ لیکن بایں ہمہ اب ہم سے مرزا صاحب دریافت کرتے ہیں کہ جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے۔ کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کیونکر اٹھائے گئے۔ یا اتارے جائینگے"[1] خلاصہ اس تمام[2] کا یہ ہے۔ کہ قانون قدرت کوئی ایسی شے نہیں ہے۔ کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے۔ اس لئے ساری عقلمندی اور حکمت اور فلسفیت اور ادب اور تعلیم اسی میں ہے۔ کہ ہم چند موجودہ مشہودہ قدرتی قانون کو جن میں ابھی صدہا طور کا اجمال باقی ہے مجموعہ قوانین قدرت ربانی خیال نہ کر بیٹھیں۔ اور اس پر نادان لوگوں کی طرح ضد نہ کریں۔ کہ ہمارے مشاہدات سے خدا تعالیٰ کا فعل ہرگز تجاوز نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ صرف احمقانہ دعوے ہے۔ جو ہرگز ثابت نہیں کیا گیا۔ اور نہ ثابت کیا جا سکتا ہے"

حکماء کا یہ بھی قول ہے۔ کہ بعض تاثیرات ارضی یا سماوی ہزاروں بلکہ لاکھوں برس کے بعد ظہور میں آتی ہیں۔ جو بڑے بڑے فلسفیوں کو حیرت میں ڈالتی ہیں۔ اور پھر فلسفی لوگ ان کے قطعی ثبوت اور مشاہدہ سے خیرہ و نادم ہوکر کچھ نہ کچھ تکلفات کرکے طبعی یا ہیئت میں ان کو گھسیٹر دیتے ہیں" تا ان کے قانون قدرت میں فرق نہ آجائے۔ جب تک متواتر دم کے کٹنے پر دم کٹے کتے پیدا نہ ہونے لگے۔ اس خاصیت کا کوئی فلاسفر اقراری نہ ہوا۔ اور جب تک بعض زمینوں میں کسی سخت زلزلہ کی وجہ سے ایسی آگ نہ نکلی۔ کہ وہ پتھروں کو پگھلا دیتی تھی۔ مگر لکڑی کو

[1] یہ مانا کہ کوئی شخص ۴۰۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اپنے ارادہ سے نہ جا سکے اور زندہ نہ رہ سکے۔ لیکن کیا جس کو خدا تعالیٰ لے جانا اور زندہ رکھنا چاہئے۔ اس کے لئے بھی محال ہے؟ بائیبل کو دیکھو کہ نوح علیہ السلام کی کشتی ستر ہزار فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی۔ وہ کشتی جس میں انواع حیوانات شامل تھے۔ اور وہ سب کے سب زندہ و صحیح و سالم رہے۔

[2] یہ عبارت بھی ملخصاً سرمہ چشم آریہ سے لیگئی ہے۔ جناب مرزا صاحب کا قانون قدرت کی نسبت پہلا عقیدہ اس عبارت سے واضح ہے

جلا نہ سکتی تھی۔ تب تک فلسفی لوگ ایسی خاصیت کا آگ میں ہونا قانون قدرت کے خلاف سمجھتے رہے"۔

اب مرزا صاحب! یہ فرمائیے۔ کہ جب فلسفیوں کی آنکھ اُس وقت ہی کھلتی ہے۔ جب کہ کوئی خارق عادت یا خلاف قانون قدرت واقعہ ہو چکتا ہے اور وہ اُس وقت اُسے تکلفات کرکے طبعی و ہیئت میں گھسیڑ دیتے ہیں۔ تو کیا آپ بھی واقعات مندرجہ صدر مذکورہ قرآن کو طبعی یا ہیئت میں جگہ دیتے ہیں یا نہیں۔ اگر اُن کے لئے کوئی مقام تجویز کر دیا گیا ہے تو پھر براہ شفقت بزرگانہ آپ اِن آیات پر بھی توجہ فرما دینگے۔

(و)

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

اور کہا ہم نے اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اُس سے محفوظ ہو کر جس جگہ پر چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اُس درخت کے پھر تم بے انصاف ہوگے۔ بس ڈگمگایا اُن کو شیطان نے اُس سے پھر نکالا اُن کو وہاں سے جس آرام میں تھے اور کہا ہم نے تم سب اُترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو تم کو زمین میں ٹھہرنا ہے۔ اور ایک وقت تک کام چلانا ہے

کہ آدم و حوا جو بہشت میں تھے وہ دنیا پر کیونکر آئے۔ چیل کی طرح چونچ کھولے پر لٹکائے۔ یا خدا کی حکمت بالغہ کے ساتھ اور ایسی شان کے ساتھ جو اُس کے نزدیک مناسب تھی۔ اور پھر گذارش یہ ہے۔ کہ جب آدم و حوا کا آسمان پر سے دنیا پر آنا ہو چکا ہے۔ اور فلسفیوں کا قانون فلسفیوں کے پیدا ہونے سے بھی پہلے ٹوٹ چکا ہے۔ اور اسی لئے اُن پر لازم تھا۔ اور ہے کہ اُس کو طبعی یا ہیئت کے اندر جگہ دیں۔ اور اگر اپنی کم علمی اور قصور فہم کی وجہ سے جو امر کہ واقع ہو چکا ہے اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔ تو آیندہ کے لیے اُس کو ناممکن و محال تو نہ بتلائیں۔ تو کیوں حضرت مسیح کے دوبارہ آسمان سے دنیا پر آنے کا انکار و خلاف کیا جاتا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ

رب کریم نے خود فرمایا ہے۔ اور اگر آدم بہشتی بہشت میں ہی رہے اور آدم خاکی اُن کے مثیل پیدا کئے گئے۔ تو پھر پہلے کا گناہ دوسرے پر کیوں تھوپا جاتا ہے۔ اور فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ کے ساتھ فَتَابَ عَلَيْهِ کہکر کیوں احسان جتایا جاتا ہے۔ اور اُسی کو سجدہ نہ کرنے کی شامت میں شیطان کو ملعون اور آدم خاکی نیز اُس کی اولاد کا دشمن کیوں بنایا جاتا ہے؟ کوئی یہ نہ کہے کہ جنت میں ہونے کا ذکر ہے۔ آسمان پر ہونے کا ذکر کہاں ہے۔ سو بہشت کا آسمان پر ہونا حدیث میں آیا ہے اور اُس حدیث کو لائق تمسک مرزا صاحب نے بھی سمجھا۔ اور اس سے حلیہ مسیح لیا ہے۔ تو صاف ثابت ہوگیا۔ کہ حضرت آدم اور اُن کی زوجہ حوا دونوں عنصری اور خاکی وجود کے ساتھ (بلکہ یوں کہو کہ۔ مار و طاؤس بھی اور آتشی نژاد شیطان بھی اپنے اپنے عنصری جسموں کے ساتھ) آسمان سے زمین پر اوترے۔ اُن کا آسمان پر زندہ رہنا بھی ثابت ہوگیا۔ اور وجود عنصری کے ساتھ زمین پر آنا بھی۔ پس جبکہ رب کریم نے اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ کہا ہے۔ تو آدم ہی کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا آنا کیوں بعید از عقل سمجھا جاتا ہے۔ اور کیوں کہا جاتا ہے۔ کہ ایسے ایسے خوارق کا اس دار البوار میں دکھلانا حکمت ایمان بالغیب کو توڑتا ہے۔ کیونکہ اگر یوں ہی ہوتا۔ تو کوئی نبی کبھی کوئی معجزہ نہ دکھلاتا معجزہ شق القمر جس کے اثبات میں آپ کی کتاب سرمہ چشم آریہ موجود ہے اور جس کی حدیث صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ کیا آپ کے نزدیک اس درجہ کو نہیں پہونچا۔ کہ ایمان بالغیب کی حکمت کو توڑ دے۔ کیونکہ اس کو آپ نے بسہولت تسلیم کر لیا ہے + دوسری آیات یہ ہیں۔

(ز) اذ قال الحواریون یا عیسے ابن مریم هل یستطیع ربك ان ینزل علینا مائدة من السماء قال اتقو الله ان کنتم مومنین۔ قالو نرید ان ناکل منها و تطمئن قلوبنا و نعلم ان قد صدقتنا و نکون علیها	جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ بیٹے مریم کے تیرے رب سے ہو سکتا ہے؟ کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے۔ بولے ہم چاہتے ہیں۔ کہ کھاویں اُس سے۔ اور اطمینان پاویں ہمارے دل۔ اور ہم جانیں کہ تو نے ہم کو سچ بتایا۔ اور رہیں ہم

مِنَ الشّٰهِدِيْنَ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّا اُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ مائدہ ع ۱۵	اُس پر گواہ۔ بولا عیسٰی مریم کا بیٹا۔ اے اللہ رب ہمارے اُتار تو ہم پر ایک خوان بھرا ہوا۔ آسمان سے کہ وہ دن عید رہے۔ ہمارے پہلوں اور پچھلوں کو اور ہو نشانی تیری طرف سے اور روزی دے۔ ہمکو اور تو ہے بہتر روزی دینے والا کہا اللہ نے میں اُتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے اس پیچھے تو میں اُس کو وہ عذاب کرونگا۔ جو نہ کرونگا کسی کو جہان میں۔

اِس سے مجسّم کھانوں[1] اور خوانوں کے آسمان سے اُترنے کا ثبوت ملتا ہے۔ تو کیا کھانوں کے بھرے خوان کا اُترنا ممکن اور جائز ہے۔ اور یہ امر ایمان بالغیب کی حکمت کو بھی منافی نہیں؟ اگر کوئی کہے۔ کہ منزلہا آیا ہے۔ اُتارونگا۔ شاید خدا نے وہ خوان اُتارا بھی یا نہیں۔ تو میں کہتا ہوں یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر میں یرید آیا ہے۔ کیا پتہ کہ اللہ تعالٰی نے یہ ارادہ بھی پورا کیا ہے۔ یا نہیں۔ اور علٰی ہذا آیت تطہیر میں انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا[2] میں بھی یرید یذہب اور یطہرکم کہا ہے۔ پس اگر ان ارادوں کو پورا کیا ہے۔ اور ہم سب کا ایمان ہے کہ ضرور پورا کیا ہے۔ تو ایمان لانا چاہیئے۔ کہ مُنَزِّلُهَا کو بھی پورا کیا ہے۔ کیونکہ وہ وعدہ تھا اور یہ ارادہ اور وعدہ اور ارادہ میں فرق بیّن آشکار ہے۔ وعدہ کی بابت تو اللہ تعالٰی نے خود فرما دیا ہے۔ اِن اللہ لا یخلف المیعاد۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب انسانوں اور حیوانوں کا اجسام عنصری کے ساتھ آسمان پر سے

---

[1] اس جگہ اگر دھنیا اجازت دیں تو ہم بھی ادب کے ساتھ دریافت کر لیں۔ کہ یہ خوان کھانوں کا جو اُترا تھا۔ وہ کس نے پکایا تھا۔ گوشت۔ چاول۔ مصالحہ قند اور لوازم کس نے خریدے۔ کس نے پکائے جن برتنوں میں وہ کھانا آیا وہ کاہے کے تھے۔ مٹی کے یا چینی۔ تانبے کے یا کانسی کے۔

اُترنا ثابت ہے۔ اور کھانوں اور خوانوں کا اُترنا منصوص ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُترنے پر کیوں خلاف نصوص قرآنیہ و نبویہ شک کیا جاتا ہے۔ اور کیوں اہل حق کے عقائد پر سوفسطائیوں اور سیمرادیوں کے عقائد و توہمات کو ترجیح دیجاتی ہے۔ ان مثالوں پر بھی کچھ موقوف و منحصر نہیں ہے۔ اور بھی ایسے اجسام و اشیاء ہیں۔ جن کا آسمان سے نزول یا زمین سے صعود ہوتا رہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملائکہ کے بارہ میں مرزا صاحب کا وہ فقرہ کہ ذرہ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے۔ اسی پیش بندی کے لئے ہے۔ کہ آسمان سے ہر چیز کے اُترنے کا خواہ کوئی ہو انکار کرنا چاہیئے۔ تا کوئی یوں نہ کہے۔ کہ یہ کیوں مانا۔ اور وہ کیوں نہیں مانتے۔ ورنہ قرآن مجید کی بیسیوں آیات اس کے ابطال میں موجود ہیں۔ (۱) فارسلنا علیها روحنا فتمثل لها بشرا سویا (۲) والیه یصعد الکلم الطیب (۳) قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین لنرسل علیهم حجارة من طین مسومة عند ربك للمسرفین (۴) قل نزله روح القدس من ربك بالحق (۵) سورة انزلناها وفرضناها وانزلنا فیها آیات بینات لعلکم تذکرون۔

دیکھو یہ سب آیات فرشتوں کا زمین پر اور انبیاء کے پاس آنا ثابت کر رہی ہیں۔ اور کلم طیب کے صعود کا بھی نشان دے رہی ہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے۔ ینزل البلاء فیعالجها الدعاء احادیث سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ ملائکہ مردے پر اُترتے ہیں۔ اور اُس سے سوال کرتے ہیں۔ یا ملائکہ جان سپار شخص پر اُترتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں حریر یا پارچہ کرباس ہوتا ہے۔ تو یہ سب امور ثابت کر رہے ہیں۔ کہ آسمان و زمین میں اور اس ملک و ملکوت میں نزول و صعود کا سلسلہ لگاتار جاری ہے۔ ورنہ فرمایئے اگر ملک و ملکوت میں کوئی علاقہ نہیں تو خود آپ کے اس شعر کے کیا معنے ہیں۔ جو اس روشن خیالی اور مثلیت کے عالم میں لکھا گیا ہے۔ ع

حکم است ز آسمان بزمین میرسانمش

اب ہم حدیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کیطرف توجہ کرتے ہیں

جب مرزا صاحب نے دیکھا۔ کہ احادیث نبوی نہایت شرح و بسط کے ساتھ موجود ہیں۔ اور خروج دجّال و نزول عیسیٰؑ کی علامات و آثار اور نشان کو رسول کریمؐ نے مقامات کا نام لے کر ظاہر فرما دیا ہے۔ تو کوئی ایسی مفر کی صورت نہ ملی۔ جس سے اپنے دعاوے پر جمے رہتے۔ اور مسلمانوں کی نگاہوں میں بظاہر منکر احادیث بھی نہ ہونا پڑتا۔ اِس لئے آپ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح کی ایک حدیث لیکر اپنی طرف سے یہ حاشیہ چڑھایا "بخاریؒ جو فن حدیث میں ایک ناقد بصیر ہے۔ اُن تمام روایات کو معتبر نہیں سمجھتا۔ یہ خیال ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ بخاریؒ جیسے جد وجہد کرنے والے کو وہ تمام روایات رطب و یابس پہنچی ہی نہیں بلکہ صحیح اور قرین قیاس یہی ہے۔ کہ بخاریؒ نے اُن کو معتبر نہیں سمجھا۔ اُس نے دیکھا کہ دوسری حدیثیں اپنی ظاہری صورت میں اِمامکم منکم کی حدیث سے معارض ہیں۔ اور یہ حدیث غایت درجہ کی صحت پر پہنچ گئی ہے۔ اِس لئے اُس نے اُن مخالف المفہوم حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھکر

ف۱ صحیح بخاری میں کوئی حدیث نہ ہونے سے یہ معنی تراش لینا کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو غیر صحیح سمجھکر چھوڑ دیا ہے۔ ایسا جھوٹ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ امام بخاری تو خود مقدمہ کتاب میں فرماتے ہیں۔ ما ادخلت فی کتابی هذا الا ما صح ولقد ترکت کثیراً من الصحاح۔ دوسری جگہ اس سے واضح تر قول موجود ہے۔ حفظت من الصحاح مائة الف حدیث و من غیر الصحاح مائتی الف حالانکہ اُن لاکھ صحیح حدیثوں سے کتاب میں پانچ ہزار سے بھی کم حدیثیں ہیں۔

علیٰ ہذا یہ کہنا کہ کل احادیث رسولؐ امام بخاریؒ کو مل گئی تھیں۔ بالکل لغو ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر دیگر آئمہ حدیث کیوں طلب حدیث میں سرگرداں ہوتے۔ اور کیوں ابو عبد اللہ حاکم اور حافظ ضیاء الدین المقدسی جیسی محدثین شیخین پر مستدرک لکھنے بیٹھتے اور امام الائمہ ابن خزیمہ و ابن حبان و سیوطی و دارمی جیسے بزرگوں کی کتابیں صحیح کے لقب سے کیونکر تمام باتیں ہمارے اس قدر لکھنے پر بھی اگر مرزا صاحب اپنی طبعزاد اصول پر قائم رہیں۔ اور ایک حدیث کے صحیح بخاری میں نہ ہونے کی وجہ سے اُس کا صحیح نہ ہونا بھی سمجھتے رہیں۔ تو براہ مہربانی وہ فرمائیں کہ پھر کس دلیل سے

اپنی صحیح کو اُن سے پر نہیں کیا"، افسوس کیسا مصیبت انگیز واقعہ اور ماتم خیز سانحہ ہے۔ کہ اسلام کے نام لیوا۔ اور اسلام کے خادم۔ بلکہ یوں کہو۔ اسلام کے مؤید۔ اسلام کے مجدد اب یہ رہ گئے کہ سرو بن سے اوس کے قطع کرنے اور کاٹنے چھانٹنے کے لئے چار طرف سے تیشہ وتبر لیکر اُس پر حملہ کر رہے ہیں۔ اور اسلام کے سدرۃ المنتہیٰ پر اپنی توہمات کا پیوند چڑھا رہے ہیں۔ بزرگ مسلمانوں۔ آپنے اِس کو سوچا۔ اور سمجھا بھی۔ مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ بخاری کی صحیح کے سوا، اور جتنی کتب حدیث ہیں، خواہ صحیح ہیں، خواہ مسند، سب ساقط الاعتبار ہیں۔ اور سب رطب ویابس سے پُر ہیں۔ اور ان پر اعتماد کرنا نہ قرین قیاس ہے نہ مسلّم عقل۔ افسوس صد افسوس اِس ایک ہی تمہید نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزار در ہزار حدیثوں اور ارشادوں کا خون کر دیا۔ اور ہزاروں شرعی مسائل کو جن کا استنباط اور ماخذ اِن حدیثوں سے تھا۔ نسیاً منسیاً بنا دیا۔ لیکن ہم مرزا صاحب سے یہ عرض کئے دیتے ہیں۔ کہ آپ کل مسائل اسلامی کو صرف صحیح بخاری ہی سے ثابت نہ کر سکیں گے حجۃ الوداع کا قصہ اور مسلم کی حدیث جو جابرؓ سے ہے صحیح بخاری میں کہاں ہے۔ حالانکہ یہ حدیث ایسی جامع احکام اور اسرار سمجھی گئی ہے۔ کہ ڈیڑھ سو ۱۵۰ سے زیادہ مسائل علماء نے اِس سے نکالے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وعظ اور آخری نصیحت جو فرمائی تھی۔ اور شہادت جو اپنی تبلیغ نبوت پر لوگوں سے لی تھی۔ اور خدا کو گواہ بنایا تھا۔ وہ سب کچھ اسی میں ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ و انتم تسالون عنی فما انتم قائلون قالو انشهد انك قد بلغت و اديت و نصحت فقال باصبعه السبابة يرفعها الى السماء و ينكتها الى الناس اللهم اشهد اللهم اشهد ثلث مرار

بقیہ آپ مسلم والی حدیث سو برس سے اور ابی داؤد کی حدیث حارث حراث سے اور ابن ماجہ کی
حاشیہ حدیث لا مهدی الا عیسے سے اور مسلم کی حدیث فوت ابن صیاد سے (وغیرہ وغیرہ)
صفحہ استشہاد واستمساک کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے اصول کی رو سے تو امام بخاری ان
۵۵ سب کو غیر صحیح وموضوع قرار دے چکے ہیں۔

براہِ مہربانی آپ ثابت فرما دینگے۔ کہ امام بخاریؒ نے اِس حدیث کو کیوں نہیں لیا۔ یہ توجیہہ جو آپنے تراشی ہے۔ بالکل اصول کے خلاف ہے۔ اور عقل اس کے کسی حصّہ پر گواہی نہیں دیسکتی۔ اگر یہ مان لیا جاوے۔ کہ امام بخاریؒ حامل علم نبوی تھے۔ تو صریح ان نصوص کے خلاف ہوگا۔ جو مخفیات صحابہ کے بارہ میں صحاح میں ملتی ہیں۔ خیر ہم اس داستان غم و غصّہ و رنج و اندوہ کو مختصر کرکے یہ کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک بخاریؒ کی بھی سب حدیثیں جو اس کی صحیح میں جمع ہیں اور اگر سب نہیں تو صرف جو اس بیان ابن مریم کے متعلق ہیں صحیح ہیں یا نہیں۔ یا سوا اِس لفظ حدیث کے جس کو آپنے لیا ہے۔ اور اس کے معنے کچھ کے کچھ بنائے ہیں۔ اور کوئی حدیث جو ابن مریم کے بارہ میں ہو اور خواہ بخاری میں ہی کیوں نہ ہو وہ صحیح ہو ہی نہیں سکتی اگر مرزا صاحب صحیح مان سکتے ہیں۔ تو بخاری ہی کی حدیث یہ بھی غور طلب ہے (صرف بخاری کی نہیں بلکہ متفق علیہا ہے) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ[1] لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم[2]۔ قسم ہے اُس خدا کی کہ بقا میری جان کی اُس کے ہاتھ میں ہے۔ بتحقیق اُتریگے تم میں بیٹے مریم کے۔

حکماً[3] عدلاً

حاکم عادل ہوکر

---

[1] والذی نفسی بیدہ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ جب مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک ارشاد کو تسلیم کرلیا کرتے تھے تو قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی۔ سو اصل یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں جو کچھ ارشاد نبوی ہوتا تھا۔ اس میں مومنین مخلصین کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی مخاطب ہوتے تھے۔ افسوس! آجکل کے مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمیہ کلام پر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ قسم کھانیکی ضرورت یہ تھی۔ کہ ان پر اتمام حجت ہوجائے۔

[2] ابن مریم پر علیحدہ مضمون موجود ہے۔ دیکھو صفحہ (۷۸)

[3] رسول کریم صلعم نے ابن مریم کی صفت حکماً عدلاً فرمائی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ظاہری اقتدار و حکومت و سیاست بھی اُس کو حاصل ہوگی اور اُس کا جنگ اس کی فتح صرف قلمی اور کاغذی ہی نہ ہوگی اور وہ نہ کوئی زمیندار ہوگا نہ جاگیردار۔ جو خود اپنے دیا ہو غیرہ کی اجازت کیلئے اپنے منہ سے بولی ہوئی قوم دجال کی اجازت کا محتاج ہوگا بلکہ وہ تو خود صاحب حکومت و سیاست ہوگا جس کے سامنے مہمات سلطنت و مقدمات خلق پیش کئے جاوینگے۔ اور جو اپنے ہر ایک کام

فیکسر الصلیب[۱]

پس توڑینگے صلیب کو.

ہیں عدالت وانصاف کو کام فرمائے گا۔

مرزا صاحب نے جوابی داؤد کی حدیث دربارہ حارث اپنے پر صادق کرلی ہے۔ اور اپنی زمینداری کو اس حدیث کی وجہ ثبوت میں پیش کیا ہے اس کو حدیث کا یہی لفظ حکماً عدلاً خوب توڑ رہا ہے۔ اور بتلا رہا ہے۔ کہ ابن مریم اور ہے۔ حارث اور۔ پس مرزا صاحب کو اگر ابن مریم بننا منظور ہے۔ تو یہ صفت بھی پیدا کریں۔ اور حارث بننے کی ہوس کو ترک کریں۔ اگرچہ حارث بننے میں زیادہ سہولیت ہے۔ گو سید دل کیساتھ ناشائستہ برتاؤ اسکی تکذیب کر رہا ہے (نزول المسیح صفحہ ۵۷)

[۱] حضرت عیسی علیہ السلام صلیب کو اسی طرح توڑینگے جس طرح ابراہیم خلیل الرحمن اور محمد رسول اللہ صلعم نے بتوں کو توڑا تھا۔ جو شخص حضرت عیسیٰ کے اس فعل پر اعتراض کرتا ہے۔ وہ ان اولو العزم نبیوں پر بھی اعتراض کرتا ہے۔ اس صلیب کے توڑنے میں چند اسرار ہیں۔

(۱) اس جھوٹے قصہ سے برأت۔ جو یہود و نصریٰ نے حضرت عیسی کی نسبت مصلوب ہونیکی وجہ سے گھڑ رکھا ہے اور صرف صلیب ہی کی وجہ سے ہی یہود نے اس کا لعنتی ہونا اور نصریٰ نے اس کا فدیۂ عالم اور فرزند خدا ہونا نکال لیا ہے۔

(۲) اس جھوٹے ذریعہ نجات کی تذلیل جس کو نصریٰ اپنے فدائی عالم کی یادگار سمجھتے ہیں۔ عیسائیو یہ کیسی یادگار ہے جس کو خود صاحب یادگار آ کر توڑیگا۔

(۳) شعار کفر سے نفرت

(۴) ابواب تحریف کا انسداد

(۵) خالص توحید کا احکام

اور ان سب کی نظائر ہم کو مل سکتی ہیں۔

رسول اللہ صلعم کا حضرت اسمٰعیل و ابراہیم کی تماثیل کے ہاتھوں سے اذلام کا تماثیل سے بھی پہلے محو کرانا اساف و نائلہ و ہبل کا توڑنا۔ شراب کیلئے نو خرید کردہ برتنوں کا بھی توڑ دینا۔ پرستش غیر کی تمام مقاموں کا ویران کر دینا۔ درختوں کا کاٹ دینا۔ حضرت کلیم اللہ کا گوسالہ کو ریزہ ریزہ کرنا۔

ابو داؤد نے باب فی الصلیب فی الثوب میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

ویقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ ترجمہ۔ اور قتل کریگا خنزیر کو اور اٹھا دیگا جزیہ کو[۱]

(نقل از حاشیہ صفحہ ۵۷)

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم لایترک فی بیتہ شیئاً فیہ تصلیب الا قضبہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز پاتے جس پر صلیب بنی ہوتی تو اُسے پھاڑے یا توڑے بغیر کبھی نہ چھوڑتے۔

اب رہا مرزا صاحب کا یہ فرمانا۔ کہ صلیب کے توڑنے سے روحانی طور پر صلیب کو توڑنا اور صلیبی مذہب کو پاش پاش کرنا مراد ہے۔" سو مرزا صاحب کو واضح رہے۔ کہ روحانی طور پر تو قرآن مجید نے تثلیث اور صلیب پرستی کو خوب پاش پاش کر دیا ہے۔ اور رسول کریم نے اس صلیبی مذہب کو براہین و دلائل الٰہیہ سے خوب ہی کچل دیا ہے۔ آپ یا مسیح علیہ السلام اُن سے زیادہ کیا کر سکیں گے؟ اگر آپ سچے ہیں۔ تو کوئی ایسی دلیل صلیبی مذہب کی پر شکست پیش کر کے دکھلا دیں۔ جو قرآن مجید میں نہ ملتی ہو۔ اور وہ حجت رسول خدا نے نصاریٰ پر قائم نہ کر دی ہو۔ سچ ہے۔ و للہ الحجۃ البالغہ۔

ف[۱] جو شخص یہ جانتا ہے۔ کہ عیسٰی علیہ السلام نے پہلی زندگی میں خنزیروں کو قتل کیا تھا۔ متی ۸ باب ۳۴ (نیز جانتا ہے کہ ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ اِس پر افسوس کہ وہ آمد دوم میں قتل خنزیر کے فعل پر کیوں اعتراض کرتا ہے۔ ہاں ضرور ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام قتل خنزیر فرما دیں۔ تاکہ پولوس رسول کے جھوٹے خواب کی تحقیر ہو جس نے خنزیر کو صرف اِس بنا پر حلال کر دیا ہے (حالانکہ توریت میں حرام ہے) کہ اُس نے خواب میں اُسکو کھا لیا تھا۔ تاکہ معلوم ہو جاوے۔ کہ شریعت کے سامنے کسی بزرگ کا خواب یا الہام یا مکاشفہ کوئی چیز نہیں۔

پس مرزا صاحب سے جو صلیب کو کسر سے اور خنزیر کو قتل سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب بقول آپ کے عہد مسیح میں سب لوگ مسلمان ہو جائینگے۔ توضیح ۱۳ تو کیا مسلمان ہو کر بھی وہ صلیب پرستی اور خنزیر پروری کرتے رہیں گے؟

ف[۲] مرزا صاحب نے یضع الجزیۃ۔ کی جگہ یضع الحرب بنا دیا ہے۔

جزیہ کے موقوف کر دینے پر اعتراض کہ اِس سے حضرت مسیح ناسخ احکام اسلام ٹھہرتے ہیں"۔ بالکل غلط ہے۔ اگر حضرت مسیح عیسٰے ابن مریم جزیہ قبول نہ کرینگے۔ تو سیّدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اِسی حکم کی تعمیل کی وجہ سے جو آج سے بھی تیرہ سو برس پہلے سے موجود ہے۔ ۱۲

ف[۱] جس طرح رسول کریم نے اپنے عہد میں کتوں کو ایکبار اور علی مرتضیٰ نے دو بار قتل کرایا تھا

ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیرا
من الدنیا وما فیہا ثم قال ابوہریرة فاقرؤا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا
لیؤمنن بہ قبل موتہ الآیة۔ روایت کرکے کہتے اگر تم چاہو (رفع شک کیلئے)
پڑھو یہ آیت کوئی اہل کتاب نہیں ہے۔ مگر کہ عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے وہ ان پر ایمان لائیگا
اس حدیث کو اگر تفکر و تدبر کے ساتھ دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی پاک و باجلال ذات کی قسم کھاتے ہیں۔ تو کیا قسم کھانے کے بعد بھی
حقیقت کو چھپائینگے۔ اور توریہ یا استعارہ کو اختیار کرینگے۔ دوسرے یہ کہ حضرت مسیحؑ کے
زمانہ میں مال کی کثرت و بہتات و بیقدری کو بطور مستحکم علامت کے بیان فرمایا ہے۔ نیز ابن [illegible]
میں حرص بر طاعات کا ذکر کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے بھی جو اس حدیث کے نیز حدیث وامامکم منکم
والی کے راوی ہیں۔ قرآن مجید کی آیت سے استدلال کرکے جیسا کہ مضمون حدیث کو تقویت
دیدی ویسا ہی یہ بھی ثابت کر دیا کہ آیت کے معنی اور نہیں ہوسکتے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کا علی الاعلان روایت

لہ ویفیض المال سے لیکر آخر حدیث تک کے الفاظ کو مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں سے اڑا دیا ہے۔ دیکھو ازالہ ۲۰۱
اگر ایمانداری کیساتھ ان کو یقین ہے کہ وہ نزول عیسیٰؑ کی تمام تر حدیثوں کے خود مصداق صحیح ہیں۔ تو ان الفاظ کی بھی تاویل
کرتے۔ دراصل مرزا صاحب کو ان الفاظ کی تاویل میں یہ مشکل آ پڑی۔ کہ یہاں تو نبی ؐ کا ایک صحابی اور قرآن کی ایک آیت
کی تفسیر صحابی جو مرفوع فی الحکم ہے۔ اور مسیح کے زمانہ کی ضروری اور لازمی علامت یہ سب کی سب کھلے طور پر اُن کے
عقیدہ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اب ان کا جواب کیونکر دیں۔ اس لئے مرزا صاحب نے یہی بہتر سمجھا کہ مریدوں کی نگاہ سے الفاظ
حدیث نبوی کو چھپا دیا جاوے۔ خدائے پاک کی قسم ہے مجھے مرزا صاحب کی تاویلات سے اتنا رنج و افسوس نہیں ہے۔ جتنا کہ
اُن کی اس عادت سے ہے کہ الفاظ حدیث میں سے جو کچھ منشا کے مطابق پایا وہ لکھ دیا اور جو کچھ خلاف منشا و عقیدہ دیکھا وہ
کاٹ دیا۔ بیشک اتنی جرأت ایک سچے ایماندار سے بعید ہے۔ مرزا صاحب نے جو ازالہ کے ایک مقام پر مال کی تاویل جواہر و معارف
علوم سے کی ہے وہ سراسر غلط ہے۔
(۱) کیونکہ مسلم کی ایک دوسری حدیث عن ابی ھریرة میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا تقوم الساعة حتی یکثر المال ویفیض حتی یخرج الرجل زکوٰة ماله فلا یجد احدا
یقبلها منه قیامت قایم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ مال کثرت سے ہوگا۔ اور بہت ہی ہوگا۔ حتی کہ آدمی اپنی مال کی

حدیث کے ساتھ آیت پڑھ کر سنانا۔ اور اُسے دلیل قرار دینا یقین دلاتا ہے۔ کہ انہوں نے آیت کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سیکھے تھے۔ تو گویا تفسیر بھی مرفوع فی الحکم ہے۔ پس بہمہ وجوہ ثابت ہو گیا۔ کہ کیا قانون قدرت اور کیا قرآن کریم اور کیا حدیث پاک سب کے سب متفق ہو کر نزول عیسیٰ علیہ السلام کا اثبات کر رہے ہیں۔ اور مومن کو قدرت لامحدود الٰہی پر ایمان لانے کے لئے تائید فرما رہے ہیں۔ ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون اب میں آخر میں یہ بھی گزارش کر دیتا ہوں۔ کہ معجزہ شق القمر میں اذ اقتربت الساعۃ وانشق القمر میں آپ نے یہ توجیہ فرمائی ہے۔ جو عقول و افہام میں نہایت دلچسپ و پسندیدہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ چونکہ رب کریم کو پہلے سے علم تھا اور وہ عالم الغیوب جانتا تھا۔ کہ فلاں زمانہ اور فلاں ملک میں ہمارے فلاں رسول اور حبیب ہے جبکہ وہ دعوت اسلام کر رہا اور سرکش بندوں کو مالک کی درگاہ کی طرف بلا رہا ہوگا۔ کفرہ فجرہ معجزہ انشقاق قمر کے خواہاں و طالب ہونگے۔ اور چونکہ معجزات اکثر لازمہ نبوت ہوتے ہیں۔ رسول خدا بھی معجزہ دکھلانے پر مستعد ہوگا۔ تو اس لئے خلق قمر سے پہلے قمر کے لئے اُس زمانہ میں شق ہونا کفار کی درخواست اور رسول کا معجزہ سب کچھ مقدر تھا۔ اور جب یہ حال ہے۔ کہ جب کسی وجود کا اپنے طبعی و خلقی خواص کا ظاہر کرنا خلاف قانون قدرت نہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰

زکوٰۃ نکالیگا۔ اور کوئی شخص اُس سے زکوٰۃ نہ لیگا۔

یہاں بھی مال کا لفظ اور زکوٰۃ کا نکالنا۔ اور یفیض سب غور طلب ہیں۔

(۲) اگر مرزا صاحب کی تاویل مانی جاوے۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ حضرت عیسیٰ کے عہد میں لوگ جواہر اور معارف علوم کے حاصل کرنے سے بیزار و متنفر ہو جاوینگے اس سے چند اعتراض پیدا ہوتے ہیں

(۱) اوّل معارف الٰہی سے سیری اور نفرت ۱۲

(۲) حضرت عیسیٰ کی صحبت و تعلیم کا اُلٹا اثر ۱۲

(۳) حدیث کے اگلے الفاظ حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیہا خود اس تاویل کا رد کر رہے ہیں۔ یاد رکھو کہ یہ سب امور بداہت باطل ہیں۔

توچاند کا پھٹنا بھی خلاف نہیں"۔ تو اب میں کہتا ہوں۔ کہ چونکہ عیسٰی علیہ السلام کے لئے روز اول سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید کرنا۔ اور قرب قیامت و آخری عالم کا نشان ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ اور آسمان سے اُترنا لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے تو نہ یہ خلاف قانون قدرت ہے نہ خلاف وعدہ نہ اُن کی نبوت کی منافی ہے۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف۔ جیسا کہ ہم نے ہر ایک پر جدا جدا مضمون لکھے ہیں۔ بلکہ یہ تو ایک طے شدہ اور مقدر امر کا ظہور میں آنا ہے۔ معجزہ شق قمر میں تو یہ بھی تھا۔ کہ اس کے واقع ہونے سے پہلے اس کی خبر دی گئی تھی۔ لیکن برخلاف اُس کے نزول عیسٰی[۱] کی خبریں تو ۱۸۹۱ء برس سے دیجا رہی اور ۱۳۲۰ برس سے قرآن اور حدیث اسی عقیدہ کو سکھلا رہے ہیں۔ صاحب قول جمیل نے جو وانہ لعلم للساعۃ[۱] کی ایک توجیہہ یہ کی ہے۔ کہ ضمیر کی دلالت[۲] قرآن پر ہے

[۱] سورہ مریم میں ہے۔ ذلک عیسی بن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون۔ دیکھو یہاں صاف نام موجود ہے۔ انجیل میں ہے۔ ہمیں کہہ۔ کہ یہ کب ہوگا۔ اور تیرے آنیکا اور دنیا کے آخر کا نشان کیا ہے ۲۴/۲۴ آیت باب متی ۱۲+

[۲] صاحب قول جمیل نے (۸۴) صفحہ پر لکھا ہے۔ بیضاوی شریف میں یوں لکھا ہے۔ قیل ان الضمیر للقرآن فان فیہ الاعلام بالساعۃ والدلالۃ علیہا"۔ "اُس نے یوں لکھا ہے" کے لفظ سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ گویا بیضاوی میں اس کے سوا اور کچھ اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہی نہیں مگر جو کچھ انہوں نے چھپایا ہے۔ ہم اس کو ظاہر کرتے ہیں کہ اُسی بیضاوی کی عبارت ذیل آپ دانستہ چھوڑ بھی گئے ہیں۔ وانہ ان عیسی لعلم للساعۃ لان حدوثہ او نزولہ من اشراط الساعۃ یعلم بہ دنوہا او لان احیاء الموتی یدل علی قدرۃ اللہ تعالیٰ علیہ وقرئ لعلم عدمتہ والذکر علی تسمیۃ ما یذکر بہ یذکرہ او فی الحدیث ینزل عیسی علی ثنیۃ بالارض المقدسۃ یقال لہا افیق و بیدہ حربۃ بہا یقتل الدجال فیاتی بیت المقدس والناس فی صلوۃ الصبح فتاخر الامام فیقدمہ عیسی یصلی خلفہ علی شریعت محمد ثم یقتل الخنازیر و یکسر الصلیب ویخرب البیع والکنائس یقتل النصاری الامن امن بہ۔ کیوں حضرت یہ عبارت جو آپکے نقل کردہ فقرہ سے پہلی ہے۔ کیا یہ اُس بیضاوی میں درج نہیں ہے۔ جو آپ کے پاس ہے؟ یہ بھی واضح رہے کہ صرف بیضاوی میں ہی نہیں بلکہ کشاف میں بھی یہی عبارت ہے۔

تو اس صورت میں نہ صرف مسیح کا آنا جاتا رہتا ہے۔ بلکہ انکار سے مثیل مسیح کا وجود بھی اڑتا ہے دوسری توجیہ میں اس حدیث مسلم سے تمسک کیا ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبرائیل علیہ السلام میں علامات قیامت بیان فرمائیں۔ تو ان میں حضرت عیسیٰ ع کا نزول مذکور نہیں کیا اور اس سے ثابت یہ کیا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ ع کا نزول در اصل علامت قیامت ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس حدیث میں فرما دیتے۔

میں اس کو سخت مغالطہ سمجھتا ہوں۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ کہ ایسا لائق شخص ایک حدیث میں ایک علامت کے بیان نہ ہونے سے اس کے وجود کا بھی انکار کر بیٹھے صحیح بخاری و مسلم میں ایسی متعدد احادیث ملیں گی۔ کہ سائل کے سوال اسلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنج ارکان اسلام میں سے کسی حدیث میں حج کا ذکر نہیں فرمایا۔ یا زکوٰۃ کا نام نہیں لیا۔ یا کلمہ شہادت کو بیان نہیں فرمایا۔ تو اب صاحب قول جمیل نتیجہ یہ نکالیں گے کہ حج فرض نہیں۔ یا اسلام لانے کے لئے کلمہ شہادت پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

میرے خیال میں میں اس بیان میں جو کچھ تحریر کر چکا ہوں وہ میرے خیالات کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔

باب ششم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول حیات

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ایک بھی ایسی آیت نہیں پائی جاتی۔ جو مسیح کے زندہ ہو نے زندہ اٹھائے جانے پر ایک ذرا بھی اشارہ کرتی ہو ازالہ ۵ ے لکھتے ہیں۔ امام بخاری صاحب اول درجہ پر ہمارے دعوے کے شاہد اور حامی ہیں۔ اور مخالفوں کے لئے ہرگز ممکن نہیں۔ کہ ایک ذرا بھی بھی اپنے خیالات کی تائید میں کوئی حدیث صحیح بخاری کی پیش کر سکیں۔ سو درحقیقت صحیح بخاری

سے وہ منکر ہیں نہ ہم ازالہ ۹۰۵۔

مرزا صاحب کے فقرات کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) حضرت مسیحؑ کے زندہ ہونے پر ایک آیت بھی اشارہ نہیں کرتی۔

(۲) حضرت مسیحؑ کے زندہ اُٹھائے جانے پر ایک آیت بھی اشارہ نہیں کرتی۔

(۳) صحیح بخاری میں کوئی بھی حدیث نہیں ہے۔ جو حیات مسیح کو ثابت کرتی ہو۔

اب ہم ان ہی تینوں امور کو ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ اور امام بخاریؒ کی ایک ہی حدیث کے ضمن میں۔ حیات مسیح۔ نزول مسیح۔ مذہب صحابہ۔ مذہب بخاری ثابت اور واضح کرکے منصف مزاجوں کو مرزا صاحب کے فقرات مندرجہ بالا کے موازنہ کرنے کے لئے توجہ دلاتے ہیں۔

امام بخاری نے باب باندھا ہے۔ باب نزول عیسیٰؑ بن مریم علیہما السلام۔ عیسیٰ بن مریم کے نزول کا باب۔ خدا ماں بیٹے پر رحمت کیجے۔

حدثنا اسحٰق قال اخبرنا یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا ابی صالح عن ابن شھاب ان سعید المسیب سمع اباھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلا یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا۔ ثم یقول ابی ھریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُس ذات کی مجھکو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بیشک قریب ہے۔ کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہوکر اتریں گے۔ صلیب کو توڑینگے۔ خنزیر کو قتل کرینگے۔ جزیہ کو اُٹھا دینگے۔ مال کی کثرت ہو جاویگی۔ اور اُسے کوئی قبول نہ کریگا یہاں تک کہ دنیا اور دنیا بھر کے سب مال ومتاع سے ایک سجدہ اچھا معلوم ہوگا۔ ابوہریرۃ فرماتے تھے۔ اگر تم نزول عیسے کی دلیل اس ارشاد نبوی کے ساتھ قرآن سے چاہتے ہو۔ تو

یہ آیت پڑھ لو۔ ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کیونکہ اس میں صاف طور پر رب کریم نے فرمادیا ہے۔ کہ جتنے اہل کتاب ہیں وہ حضرت عیسیٰؑ کی موت پانیسے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آوینگے۔

(۱) مرزا صاحب دیکھیں۔ کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے یا نہیں۔

(۲) براہ مہربانی بتلاویں۔ کہ امام بخاری اس حدیث کو کیوں اپنی کتاب میں لائے ہیں۔

(۳) وہ غور کریں کہ ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قرآن مجید کی آیت ہے یا نہیں۔

(۴) وہ فرمائیں کہ ابو ہریرہ جو روایت حدیث کے وقت شکی اور ضدی طبیعت والوں کو اس حدیث پر ایمان لانے کے لئے اس آیت کے پڑھنے کو فرماتے ہیں۔ تو ان کا مذہب کیا تھا۔

(۵) عنایت فرما کر یہ بھی ظاہر کر دیں۔ کہ آپنے کیوں اس حدیث کو دانستہ چھپالیا ہے۔ اور کیوں اس آیت کو مخفی رکھکر اس کی تفسیر صحابی کو پنہان رکھا ہے۔

مرزا صاحب خواہ ان امور کا جواب دیں یا نہ دیں۔ لیکن تمام مسلمانوں پر مرزا صاحب کے وہ تینوں امور تنقیح طلب جو اُن کے فقرات مندرجہ بالا سے اخذ کئے گئے ہیں بخوبی ثابت ہو گئے اور ایک ہی حدیث متصل صحیح۔ مرفوع سے اتنی باتیں بپایہ ثبوت پہونچ گئیں۔ امام بخاری [۱] کا مذہب۔ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی بابت رسول اللہ صلی اللہ کا ارشاد۔ علامات [۲] زمانہ نزول [۳] حضرت عیسیٰؑ کی حیات۔ آیت [۴] کی تفسیر صحابی کا مذہب [۵]

اب یہ امر ثابت کرنے کے لئے کہ دیگر صحابہ بھی اس آیت کے یہی معنے لیتے تھے۔ جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لئے ہیں۔ ہم حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کو پیش کرتے ہیں۔ جس کو ابن جریر نے سعید بن جریج کے طریق سے اسناد صحیحہ کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے انہی معنے پر جزم کر لیا تھا کہ موتہ سے موت عیسیٰ مراد ہے۔ علیٰ ہذا یہی معنے

---

[۱] امام جلال الدین سیوطی نے (جن کی نسبت مرزا صاحب کو اقرار ہے۔ کہ وہ کشفی طور پر رسول کریم صلی اللہ

اور مذہب ابی بن کعب صحابی نے اختیار کیا ہے۔

مرزا صاحب فرمادیں۔ کہ کیا وہ اِس جگہ ایسی حدیث کو جو امام بخاری اور امام مسلم دونوں کے معتمد علیہ ہے اور جس میں ایک آیت کی تفسیر اور مذہب صحابی بھی ہے۔ قبول فرماوینگے یا نہیں؟

وہ یہ بھی فرمادیں؟ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو جس کو ابن عباس کی تفسیر اور ابی بن کعب کا مذہب بھی تائید کر رہے ہیں۔ اور امام بخاری کے مذہب کی بناء بھی اسی پر ہے۔ کیوں قبول نہیں کرتے۔

ایک ہی حدیث سے اِن تینوں امور کو ثابت کرنے کے بعد میں چاہتا ہوں۔ کہ حیات عیسیٰؑ کے بارہ میں دیگر دلائل کو بھی پیش کروں۔ قرآن مجید میں ہے۔ دوم وانہ لعلم للساعۃ (زخرف) تفسیر کبیر۔ کشاف۔ بیضاوی۔ معالم وغیرہ کل تفاسیر متفق ہیں۔ کہ انہٗ کی ضمیر حضرت ابن مریم علیہ السلام کے نزول و حیات کو ثابت کرتی ہے حضرت ابن عباس مفسر قرآن بھی یہی فرماتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب پر افسوس کہ اُنہوں نے اس جگہ مذہب ابن عباس کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر مفسر قرآن ہیں

اور زیادہ تر افسوس یہ بھی ہے۔ کہ آیت ہٰذا میں اُس تابعی کے مذہب کو بھی خیرباد کہہ دیا ہے وہی مثل پیش طبیب ملا پیش ملا طبیب پیش ہر دو ہیچ و پیش ہیچ ہر دو آن بر بجواب صادق آتی ہے

سوم۔ قرآن مجید میں ہے۔ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ

یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے زندہ اُٹھائے جانے پر نص قطعی ہے۔ مرزا صاحب نے اِسی آیت کے معنے بدلنے کے لئے جزوں کے جزو سیاہ کر ڈالے ہیں۔ اور اپنے دعوے کی صداقت کی بناء لفظ

علیہ وسلم سے احادیث کو صحیح کر لیتے تھے) اپنی تفسیر اکلیل میں لکھا ہے۔ کہ حاکم نے ابن عباس سے اور امام احمد نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے۔ کہ اس آیت ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ سے حیات و نزول عیسیٰؑ مراد ہے ابن جریر نے ابو رجا کے طریق سے حسن کا قول یہ روایت کیا ہے۔ کہ قبل موتہ سے موت عیسیٰ مراد ہے۔ امام حسن نے کہا خدا کی قسم عیسیٰؑ اس وقت زندہ ہیں اور آسمان پر خدا کے پاس ہیں۔ مجاہد قتادہ۔ کعب سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور یہ کثرت طرق بتلا رہے ہیں کہ اس کو

متوفیک یا توفی پر قائم کی ہے۔ وہ نہیں غور کرتے کہ توفی کا مادہ و۔ف۔ی ہے جس کے
معنے صرف پورا کرنا ہیں۔ اور لفظ اپنے مادی معنے سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتا۔ توفی کے معنے لغت
میں مارنا اور بھرپور اٹھانا۔ کسی چیز کا تمام تر لے لینا ہیں۔ اور یہ ظاہر ہی ہے کہ لغوی معانی خواہ دس
ہوں خواہ بیس سب کے سب حقیقی معانی ہوتے ہیں۔ پس نتیجہ یہ نکلا۔ کہ گو توفی کے معنے مارنا اور کسی
چیز کا تمام تر لینا دونوں ہیں۔ لیکن فیصلہ طلب یہ ہے۔ کہ بالجزم اِس جگہ کونسے معنے لینے چاہئیں
اور جو معنے کہ لئے جاویں ان کے لئے آیت میں کونسا قرینہ صحیح ہے۔ پس واضح ہو کہ توفی کے
معنے تمام تر لینے کے لئے اور مارنا کے نہ لینے کے لئے اوّل قرینہ تو و رافعک ہی کا ہے۔
جو اسی آیت میں موجود ہے۔ کیونکہ اگر اس جگہ متوفیک کے معنے مارنا لئے جاویں۔ تو وہی فعل
بیکار ہو جاتا ہے۔ رافعک الی کے معنے قرب کے لینا فضول ہیں۔ کیونکہ جو خدا کا نبی ہوتا ہے۔
وہ مقرب خدا بھی ہوتا ہے۔ بلکہ وہ تو اوروں کو خدا سے مقرب کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔
پس نبی اللہ کو یہ کہنا کہ تجھکو ماروں گا اور عزت دونگا اور مقرب بناؤنگا۔ بالکل فضول اور تحصیل حاصل کا
وعدہ ہے۔ اور در پردہ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ زندگی اور نبوت کی حالت میں حضرت عیسیٰؑ کو قرب الٰہی
حاصل نہ تھا۔ علیٰ ہذا رافعک الی کے معنے "عزت کے ساتھ مارنا" لینے بالکل پوچ ہیں۔
کیونکہ مرزا صاحب مانتے ہیں۔ کہ صلیب پر لٹکائے جانے اور ایک مرید کے وسیلہ سے زندہ
بھاگ آنے کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے نہایت گمنامی سے اپنی عمر پوری کی۔ اور معمولی موت سے
مر گئے۔ تو ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا گمنامی کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور تا دم زیست
یہودیوں کے خوف سے چھپے رہنا اور معمولی طور پر (جس طرح کہ بروئے زمین پر فی سکنڈ ۶۰ آدمی ہر روز مرتے
ہیں) مرنا ایسی باعزت موت ہو سکتی ہے۔ جس کا وعدہ حضرت عیسیٰ کو دیا گیا۔ اور جس کا مذکور قرآن میں
فرمایا گیا ہے؟ دوسرا قرینہ جو توفی کے معنے تمام تر لینے پر ہے وہ وما قتلوہ وما صلبوہ
یقیناً۔ اور بل رفعہ اللہ الیہ ہے۔ وما قتلوہ اور ما صلبوہ میں قتل و صلب کی
نفی لفظ یقیناً کے ساتھ اور بل کا اضراب یہ سب ثابت کر رہے ہیں۔ کہ متوفیک کے معنے

مارنا لینے غلط ہیں۔ مرزا صاحب نے متوفیک میں مارنے کے معنے لینے کے لئے ابن عباس کے
اس قول کو پیش کیا ہے۔ کہ متوفیک کے معنے ممیتک ہیں۔ ہم حضرت ابن عباس رضؓ کے
قول کو دل و زبان سے مانتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب ذرا غور سے ملاحظہ فرما دیں۔ کہ ابن عباس جو
متوفیک کے معنے ممیتک فرماتے ہیں۔ وہ اپنی تفسیر میں تقدیم و تاخیر کے بھی قائل ہوئے
ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ رافعک الی الآن۔ و ممیتک بعد نزول علی الارض
مگر مرزا صاحب یہاں آکر ایسے بگڑتے ہیں۔ کہ تقدیم و تاخیر کو الحاد قرار دیدیا ہے۔ اور حضرت ابن
عباس کو جن کے مذہب و تفسیر پر اعتماد کئے ہوئے تھے۔ نعوذ باللہ در پردہ ملحد قرار دیا ہے۔
مرزا صاحب کو واضح رہے کہ ابن عباس کے ساتھ حضرت قتادہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس لئے
اپنے فتوے میں ان کو بھی شریک حال ابن عباس فرمالیں۔ باوجود اس قدر معلوم کر لینے کے اگر
مرزا صاحب یہ فرمائیں۔ کہ ابن عباس رضؓ کا صرف اتنا ہی مذہب مقبول ہے۔ کہ متوفیک کے
معنی ممیتک ہیں۔ اور تقدیم و تاخیر کے بارہ میں ابن عباس کا مذہب مردود اور الحاد ہے۔ تو
بہتر ہے۔ کہ وہ ممیتک کے معنے ہی کا حصر کرلیں۔ کیونکہ لفظ متوفیک کی طرح لفظ ممیتک
بھی عربی ہے۔ اور غیر زبان میں اس کے ترجمہ اور مفہوم کا ہونا ضروری ہے۔ آپنے مان لیا ہے
(ازالہ ۹۴۲) کہ موت اور اماتت کے حقیقی معنے صرف مارنا۔ موت دینا ہی نہیں۔ بلکہ سلانا
اور بیہوش کرنا بھی ہیں۔ پس جب موت و اماتت کے معنے سولانا اور بیہوش کرنا بھی ویسے ہی حقیقی
ہیں جیسے کہ مارنا اور موت دینا اور بقول آپ کے لغت کی رو سے موت کے معنے ہر قسم کی بیہوشی اور
نیند بھی ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ ابن عباس رضؓ کے لفظ ممیتک کے معنے بھی یہ ہیں۔ کہ اے
عیسیٰ میں تجھے سولا کر یا بیہوش کر کے آسمان پر اٹھاؤنگا۔ ممیتک میں خواب یا بیہوشی
کے معنے لینے کے لئے ہمارے پاس قرینہ یہ ہے۔ کہ ابن عباسؓ ان من اھل الکتاب
الا لیؤمنن بہ قبل موتہ میں حیات عیسیٰ کے اور بل رفعہ اللہ الیہ
میں رفع مسیح کے اور انہ لعلم للساعۃ میں نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل

ہو چکے ہیں۔ اگر اس لفظ ممیتک کے معنے سوا خواب یا بیہوشی کے اور لئے جاوینگے۔ تو ہر سہ مقامات پر اُن کو اور اُن کے مذہب کو جُھٹلانا لازم آئیگا۔ اور ابن عباس کی تردید انہیں کے قول سے لازم آئیگی۔ ولہذا باطل بالبداہتہ

میں نے جو ممیتک میں خواب یا بیہوشی کے معنے بتلائے ہیں۔ اسی کا موید امام حسن بصری کا مذہب بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ مراد وفات سے منام ہے۔ یعنی اللہ نے اُن کو خواب میں اُٹھا لیا۔ یہاں آکر مرزا صاحب حسن بصری کی تفسیر کو بھی جن پر انہ لعلم للساعتہ میں بڑا اعتماد کیا تھا۔ اور جن کی پاسداری کے لئے مذہب ابن عباس کو ترک کر دیا تھا چھوڑ دینگے۔ پیارے مسلمانوں حضرت ابن عباس رضؓ اور حسن بصری رضؓ پر بھی کچھ موقوف نہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ نے خود اپنی کتاب مجید میں توفی کے لفظ کو منام و خواب کے معنے میں استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے ھو الذی یتوفاکم باللیل اللہ وہ ہے۔ جو تم کو رات کو سُلا دیتا ہے۔

متوفیک و رافعک الی کے معنے اور ان معنے کے لینے کے لئے (جو حقیقی او لغوی ہیں) قرآن صحیحہ کے بیان کر دینے کے بعد اب میں پیارے ناظرین کو احادیث رسول کریم کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جو نزول اور حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کر رہی ہیں۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں ابن مسعود سے روایت کی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ قال فتذاکروا امر الساعۃ فردوا الامر الی ابراھیم فقال لا علم لی بھا فردوا الامر الی عیسیٰ فقال اما وقتھا فلا یعلمھا احدٌ الا اللہ عز وجل وفیما عھد الی ربی عز وجل ان الدجال خارج وا

رسول اللہ نے فرمایا شب معراج میں حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ سے ملا۔ قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی فیصلہ حضرت ابراہیم کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ کو فیصلہ کو کہا گیا انہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ پر اس کا فیصلہ رکھا گیا۔ انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ ہاں خدا نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے

معی قبضتین فاذا رانی ذاب کما یذوب الرصاص الخ

یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے۔

کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا۔ اور میرے ہاتھ میں شمشیر برہنہ ہوگی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو یہ پگھلنے لگیگا۔ جیسے رانگ پگھل جاتا ہے۔

امام حسن بصری سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت و انہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ کذا فی لطایف البیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو (جو حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل تھے) فرمایا۔ حضرت عیسیٰ ہرگز نہیں مرے۔ وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آوینگے۔

حدیث میں لم یمت کا لفظ غور طلب ہے۔ اور یہ حدیث ٹھیک ترجمہ وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث عن ابی ہریرہ کے آخر میں ہے۔

یھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام و یھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون۔

خدا حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں اسلام کے سوا سب مذہبوں کو نابود کردیگا۔ وہ دجال کو مارینگے۔ اور زمین پر چالیس سال تک رہینگے۔ پھر وفات پائینگے اور مسلمان اُن کے جنازہ کی نماز پڑھینگے۔

حدیث میں ثم یتوفی اور فیصلی علیہ کے الفاظ تدبّر طلب ہیں۔ اور یہ سب احادیث جن کا مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں ذکر تک نہیں کیا مجموعی اور انفرادی طور پر حیات مسیح علیہ السلام کو بخوبی ثابت کررہی ہیں۔ ان احادیث کے علاوہ دیگر احادیث جو حیات مسیح پر نص قطعیہ ہیں۔ ہمارے مضمون "عیسیٰ ابن مریم" کے ذیل میں لکھی گئی ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اور یہ بخوبی جان لیجئے۔ کہ وہ سب احادیث اور آیات جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر اور اثبات ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے دلائل ہیں۔ کیونکہ نزول کے لئے حیات کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً ہم یوں کہیں کہ آج سے دس روز بعد مرزا غلام احمد صاحب پٹیالہ آوینگے۔ تو اس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ ابتک

زندہ ہیں۔ اور اُن کا آنا حیات کے ساتھ ہے۔ فتدبّر۔

ناظرین پہلے اس سے کہ میں اس مضمون کو ختم کر دوں حیات عیسیٰؑ پر ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں۔

مرزا صاحب ازالہ کے صفحہ ۸۰ پر اولیاء الرحمٰن کی انیسویں علامت میں لکھتے ہیں۔ "خدا ان کو موت نہیں دیتا۔ جبتک وہ کام پورا نہ ہو جائے جس کے لئے وہ بھیجے گئے ہیں۔ اور جبتک پاک دلوں میں اُن کی قبولیت نہ پھیل جائے۔ تب تک البتہ سفر آخرت اُن کو پیش نہیں آتا"۔

اس سے پہلے ازالہ کے صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۱ پر لکھ چکے ہیں۔

"گو حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل (مسمریزم) کے ذریعے سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارہ میں اُن کی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ رہا۔ کہ قریب قریب ناکام کے رہے"۔

مرزا صاحب کے ان دونوں فقرات کے ملانے سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ آج تک عام سنت اللہ کے موافق جو بدو آفرینش سے لیکر چلی آئی ہے۔ برابر زندہ ہیں۔ کیونکہ صفحہ ۸۰ کے فقرہ سے واضح ہے۔ کہ اولیاء الرحمٰن کے بارہ میں عادت الٰہی اور قانون قدرت اسی طرح جاری و نافذ ہے۔ کہ جب تک اُن کا وہ کام پورا نہ ہو جائے۔ جس کے لئے وہ دنیا پر بھیجے گئے تھے۔ تب تک اُن کو سفر آخرت پیش نہیں آتا۔ اور صفحہ ۳۱۰ کے فقرہ سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام آمد اوّل میں اور تو اور توحید ربانی کے وعظ میں بھی ناکامیاب رہے ہیں۔ وہ ہدایت بالکل نہیں کر سکے۔ اور دینی استقامتوں کو کامل طور پر قائم نہیں فرما سکے۔ تو ثابت ہو گیا کہ جبتک کہ حضرت مسیحؑ نبوت کے اس عام۔ اور گراں مایہ اور اصل فرض و مقصد اعلیٰ کو جس سے تعلیم توحید الٰہی اور ہدایت خلق مراد ہے۔ جو ہر ایک نبی کی بعثت کا سبب رہا ہے۔ اور جس کے لئے کل انبیاء و مرسلین دنیا پر بھیجے گئے ہیں بخوبی پورا نہ کر سکیں گے۔ اُس وقت تک رب کریم کی لازوال و غیر متغیر عادت و سنت کے مطابق حضرت مسیحؑ وفات کبھی نہ پائیں گے۔

مرزا صاحب کے اقوال سے حیات مسیح کا ثبوت

مرزا صاحب کو اس دلیل پر ذرا زیادہ غور کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس دلیل میں کسی آیت یا
حدیث سے نہیں۔ بلکہ انہیں کے قائم کردہ کر اصول سے تمسک کیا گیا ہے۔ اور اُنہی کے
الہامی کلام سے بالہام ربانی یہ دلیل نکالی گئی ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام اور اُن کا زمانۂ نزول

بزرگ مسلمانوں رب کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم کو اپنے حبیب سید ولد آدم فخر المرسلین
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا۔ وہ جس کے وجود باوجود کی غایت ہمارا مولےٰ
کریم آیت و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ میں بتلاتا ہے۔ اور جس کی احادیث
کے ہر لفظ کی تصدیق فرما کر ہم کو حدیث و قرآن کے یکساں قابل اتباع ہونے کا
اعتقاد بطور رکن ایمان سکھلاتا ہے۔ و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم
بزرگو ہمارے سید آقا محمد مصطفےٰ صلعم نے جہاں نزول عیسٰی علیہ السلام کے متعلق مقام نزول
عیسٰی اور مہمات عیسٰی اور خروج و فتن دجال کو مفصلاً بیان فرما دیا ہے۔ وہیں زمانہ نزول حضرت
ابن مریم بھی باعلام ربانی و وحی آسمانی ہم سب مسلمانوں کو بتلا دیا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں آیا ہے
حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ قیامت قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک
کہ روم کے نصاریٰ کا لشکر اعماق میں یا دابق میں اُتریگا۔ (حلب کے قریب نام دو مقام) پھر مدینہ
سے اُن کی طرف ایک لشکر نکلیگا۔ جو اُن دنوں میں تمام زمین والوں میں بہتر ہوگا۔ جب صف
بندی ہوگی تب نصاریٰ کہیں گے۔ تم اُن مسلمانوں سے جنہوں نے ہمارے جورو۔ لڑکے پکڑے
اور لونڈی غلام بنائے ہیں۔ الگ ہو جاؤ۔ ہم صرف اُن سے لڑینگے مسلمان (لشکر مدینہ) کہیں گے
بخدا ہم اپنے بھائیوں سے الگ نہ ہونگے پھر لڑائی ہوگی۔ مسلمانوں کا ثلث لشکر بھاگ نکلیگا
اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول نہ کریگا۔ ثلث لشکر مارا جاویگا۔ وہ خدا کے پاس سب شہیدوں میں افضل

ہونگے۔ اور ثلث لشکر کی فتح ہوگی۔ وہ عمر بھر کسی فتنے اور بلا میں نہ پڑینگے۔ یہی قسطنطنیہ کو (جس پر نصاریٰ کا قبضہ ہوچکا ہوگا) فتح کریں گے۔ اور لوٹ کے مالوں کو بانٹ رہے ہونگے۔ اور اپنی تلواروں کو زیتونوں کے درختوں پر لٹکا دیا ہوگا۔ کہ شیطان آواز کردیگا۔ کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں میں آپڑا۔ تب مسلمان وہاں سے نکلیں گے۔ حالانکہ یہ خبر جھوٹ ہوگی۔ جب وہ ملک شام میں پہنچیں گے۔ تب دجال نکلے گا۔ سو جس وقت مسلمان لڑائی کے لئے مستعد ہوکر صفیں باندھتے ہونگے۔ نماز کی تیاری ہوگی۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ ع بن مریم علیہ السلام اُتریں گے۔ اور مسلمانوں کے امیر بنینگے۔ اور جب دشمنِ خدا (دجّال) اُن کو دیکھے گا یوں گھلنے لگ جائیگا۔ جیسے نمک پانی میں۔ اگر حضرت عیسیٰ ع اُسے یونہی چھوڑدیں۔ تب بھی وہ گھل جاوے۔ لیکن خدا حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر اُسکو ہلاک کریگا۔ اور حضرت عیسیٰ ع اُس کا خون اپنے نیزہ پر سب کو دکھلادینگے۔

نصاریٰ کا شہر قسطنطنیہ کو لے لینا۔ پھر مسلمانوں کا اُس شہر پر فتح حاصل کرنا۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد خروج دجال اور اس کے بعد حضرت عیسیٰ ع کا نزول یہ سب ایسے واقعات ہیں۔ جو چپکے چپکے طے نہیں ہو سکتے۔ اللہ اکبر جس روز شہر قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اور نصاریٰ کا اس پر قبضہ ہوگا۔ اُس روز عجب ہولناک مصیبتیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑینگی۔ اور تمام براعظموں۔ ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ میں انقلاب عظیم واقعہ ہوجاویگا۔

جبکہ آجتک نہ قسطنطنیہ سلطان کے قبضہ سے نکلا۔ نہ نصاریٰ کا بھریرا۔ اُس کے قلعہ پر اُڑایا گیا نہ مکرر مسلمانوں نے اُس کو پھر فتح کیا۔ تو آنے والا مسیح کہاں سے آگیا۔ حدیث کے لفظ "عیسے بن مریم علیہ السلام" بھی قابل غور ہیں۔ کہ مثیل کو ثابت کررہے ہیں۔ یا اصیل کو؟

ابوداؤد میں معاذ بن جبل رض سے روایت ہے۔ کہ بیت المقدس کی کامل آبادی سبب ہے۔ مدینہ کی خرابی کا اور مدینہ کا خراب ہونا سبب ہے جنگ عظیم[۱] کے واقعہ ہونے کا۔ اور جنگ عظیم کا

[۱] مسلم میں حضرت ابن مسعود رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جنگ کے حالات کو یوں روایت کیا ہے۔

واقع ہونا سبب ہے۔ قسطنطنیہ کے فتح کا اور قسطنطنیہ کا فتح ہوجانا وقت ہے۔ خروج دجّال کا

اس حدیث میں بھی واقعات کا تسلسل اور تلازم قابل غور ہے۔ اور یہ فقرہ یاد دلانے کی تو

کچھ ضرورت ہی نہیں۔ کہ خروج دجال سبب ہے۔ نزول عیسٰی بن مریم کا۔

ابو داؤد کی حدیث میں عبداللہ بن بسر سے روایت ہے۔ کہ جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ میں

چھ سال کا فاصلہ ہے۔ اور دجال کا خروج ساتویں سال میں ہے۔ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں۔ یہ

حدیث صحیح تر ہے۔

اس حدیث کو اور تعین سنین کو دیکھو۔ اور ان تمام احادیث اور پیشنگوئیوں پر نظر ڈالو۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ نزول عیسٰی بن مریم علیہ السلام کو کیسی کیسی روشن علامات

و واقعات عظیمہ کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے۔

کہ جب نزول عیسٰیؑ کا زمانہ قریب ہوگا۔ اُس وقت یثرب (مدینۃ النبی) کی آبادی۔

کہ دشمن مسلمانوں سے لڑنے کے لئے اور مسلمان اُن سے لڑنے کے لئے جمع ہونگے۔ یسیر بن جابر نے پوچھا

دشمن سے آپکی مراد نصاری ہیں۔ کہا۔ ہاں! اس وقت لڑائی سخت شروع ہوگی مسلمان ایک لشکر کو آگے بھیجیں گے

جو مرنے کے لئے بڑھیگا۔ اور غلبہ کے بغیر نہ لوٹے گا۔ پھر دونوں لڑتے رات تک لڑینگے۔ رات کو فوجیں لوٹ

جاوینگی۔ کسی کو غلبہ نہ ہوگا۔ جو لشکر آگے بڑھا تھا۔ وہ فنا ہو جاویگا۔ پھر دوسرے اور تیسرے دن مسلمان ایک لشکر

آگے بڑھاوینگے۔ مرنے یا غالب ہونیکے لئے شام تک لڑائی رہیگی۔ اور پھر فوجیں لوٹ جاوینگی۔ کسی کو غلبہ

نہ ہوگا۔ اور وہ لشکر فنا ہو جاویگا۔ جب چوتھا دن ہوگا۔ تو باقی ماندہ سب آگے کو بڑھینگے۔ اُس دن اللہ تعالیٰ

کافروں کو شکست دیگا۔ اور ایسی لڑائی ہوگی۔ کہ ویسی کسی نے نہیں دیکھی۔ یہانتک کہ پرندہ آدمیوں

کے سر پر اُڑیگا۔ اور آگے نہ بڑھیگا۔ کہ وہ مردہ ہوکر گر پڑیگا (اس میں نوایجاد توپوں وغیرہ کے جنگ کی پیشگوئی ہے)

ایک جد کی لوگ جو شمار میں ۱۰۰ آ ہونگے۔ ان میں سے ایک بچیگا۔ ایسی حالت میں کونسی خوشی ہوگی اور کونسا ترکہ

بانٹا جائیگا۔ پھر مسلمان اسی حالت میں ہونگے۔ کہ اور ایک بڑی آفت کی خبر سنینگے۔ ایک پکارنے والا ان کو آئیگی۔ کہ دجال انکے

پیچھے اُن کے بال بچوں میں آگیا۔ یہ سنتے ہی جو کچھ اُن کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس کو چھوڑ کر روانہ ہونگے۔ اور دس سوار دل

کو طلایہ کے طور پر (دجال کے خبر لانے کو) روانہ کرینگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اُن سواروں کے

اور اُن کے باپوں کے نام جانتا ہوں۔ اور اُن کے گھوڑوں کے رنگ جانتا ہوں۔ وہ اُس دن ہماری زمین پر بہتر سوار

گھٹ جائیگی۔ اور بیت المقدس کی آبادی کامل ہو جاوے۔ اور بڑھ جائیگی۔ اور ان علامات کے بعد مسلمانوں کا وہ لشکر جو مدینہ سے نکلیگا۔ اور اپنے برادران دینی باشندگان شام کو نصاریٰ کے دست ظلم سے بچانے کو آئیگا۔ وہ حلب کے قریب لڑائی کریگا۔ لڑائی بھی ایسی ہوگی۔ کہ فیصدی ۹۹ مقتول ہونگے۔ تین روز متواتر ناکامیابیوں اور شہادتوں کے بعد چوتھے روز مسلمان غالب آوینگے نصاریٰ مقہور ہونگے۔ اس جنگ سے چھ سال بعد مسلمان قسطنطنیہ کو بھی نصاریٰ کے ہاتھ سے چھین لینگے۔ جب یہ سب کچھ ہو چکے گا۔ تو جنگ عظیم سے ساتویں سال اور فتح سے چھ ماہ کامل بعد دجال کا خروج ہوگا جب دجال کے فتنے پھیل جاوینگے۔ اور مسلمانوں کا لشکر اس کا مقابلہ کرنے کے ارادہ سے شام میں (بیت المقدس میں) اترا ہوگا۔ اس وقت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

اب ہم ان واقعات عظیمہ اور اخبار غیبیہ پر نیز مرزا صاحب کے تمام تر دعاوے پر نظر غائر ڈالتے ہیں۔ مرزا صاحب کے اپنے تینوں رسالوں فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالۃ الاوہام میں یہ دعاوے ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ جو مر جاتا ہے۔ وہ پھر دنیا میں نہیں آتا۔

(۲) حضرت عیسیٰ کے نزول سے مراد ان کے مثیل کا ظہور ہے۔ اور تمام احادیث میں استعارہ ہے۔

(۳) وہ مثیل حسب الہام مرزا صاحب خود ہیں۔

کہ اگر مرزا صاحب کے پہلے دو دعووں کو قبول بھی کر لیا جاوے۔ اور جس قدر احادیث و آیات ہمارے پاس ان دو دعووں کی تردید میں موجود ہیں ان سے قطع نظر بھی کر لیجاوے۔ تب بھی مرزا صاحب وہ مسیح نہیں ہو سکتے۔ جس کے نزول کی حدیثوں میں خبر ہے۔ کیونکہ آنے والے مسیح کے نزول سے پہلے ان واقعات کا ظہور پذیر ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ اور ان تمام واقعات سے پہلے دعوے کرنیوالا شخص جھوٹا مسیح ہے۔ میں بزرگ مسلمانوں کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا مناسب جانتا ہوں۔ کہ ان احادیث کا مرزا صاحب کے کسی مرید نے اپنے رسالہ میں اشارۃً یا صراحتہً ذکر تک نہیں کیا۔ تاویل کرنا تو

مرزا صاحب ان احادیث کا ذکر کیسے کریں تاویل

[1] صحیحین میں ہے۔ کہ مدینہ کی آبادی اہاب تک پہونچ جاوگی۔ حالانکہ آج ہمارے زمانہ میں وہاں تک آبادی نہیں پہونچی۔ اور ترمذی میں ہے۔ کہ اسلامی شہروں میں سے سب سے آخر میں مدینہ ویران ہوگا۔ خدا کے فضل سے آجتک کل اسلامی شہر آباد و با رونق ہیں۔

مرزا صاحب جو ازالہ ۵۵۷ میں مان چکے ہیں۔ کہ نزول عیسےٰ کی پیشینگوئی کو تواتر کا اوّل درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ اور یہ کہنا کہ تمام حدیثیں موضوع ہیں۔ اُن لوگوں کا کام ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی حصہ بخرہ نہیں دیا۔ وہ مانتے ہیں کہ نزول عیسیٰ کا انکار ویسا ہی ہے۔ جیسا وجود خلفاء راشدین اور وجود محمد مصطفےٰ کا انکار۔ اس لئے ہم کو امید ہے۔ کہ وہ ان احادیث پر مومنانہ غور فرمائینگے۔ اور اپنی حدیث نفس سے رجوع کرینگے۔

باب ہفتم

عیسیٰ ابنِ مریم

(۱) اِس مضمون سے ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ اس لفظ کا صحیح صحیح مدلول و مسمّیٰ آیا وہ شخص ہو سکتا ہے یا نہیں جس نے دنیا بھر کو اپنی محبت و غضب کی حیرت بخش جذبات سے بھر دیا (۲) جس نے توریت کی شریعت کے سامنے

لہ مرزا صاحب کلیۃً دعویٰ کہ ابن مریم سے مراد غلام احمد ہے۔ اور احادیث میں استعارہ ہے۔ تمام ہندوستان میں ان کے اشتہاروں اور رسالوں کے ذریعے سے مشہور ہو چکا ہے۔ مگر میں مسلمانوں کو اسی زمانہ کے ایک اور شخص کے حال سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔

جو ریلوے لائن راجپورہ سے بھٹنڈہ کو جاتی ہے۔ اس کے سٹیشن دھوری سے دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں کھیرو علاقہ ریاست پٹیالہ کا ہے۔ اِس گانوں میں ایک شخص نور محمد نامی ہے۔ اس کا بیان ہے۔ کہ مرزا صاحب کا وہ موعود بیٹا جس کی بابت اُن کو یہ الہام ہوا تھا۔ "فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء" میں نور محمد ہوں جب اِس سے کہا گیا۔ کہ وہ تو خاص مرزا صاحب کے صلب سے ہوگا۔ جواب دیا کہ ہاں صحیح ہے۔ مگر صلب روحانی مراد ہے نہ صلب جسمانی۔ پس مرزا صاحب کا موعود بیٹا روحانی طور پر میں نور محمد ہوں۔ جب اِس سے کہا گیا۔ کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے الہام میں یوں ہو۔ اور تم اُس کی یوں تاویل کرو۔ اُس نے کہا میں تاویل نہیں کرتا۔ جس طرح پر مرزا صاحب روحانی طور پر ابن مریم ہیں۔ نور محمد بھی اسی طرح روحانی طور پر ابن مرزا ہے۔

---

۲ غالباً اس کو ابن مرزا صاحب کے بننے کی یہ ضرورت پڑی۔ کہ بیٹا اپنے کمالات میں باپ سے بڑھا ہوا ہے۔ ورنہ یہ ایک اعتبار سے خدا کا بیٹا بھی ہے۔ کیونکہ اس کا مرشد کہ وہ بھی ریاست پٹیالہ کا باشندہ ہے۔ اپنے آپ کو خدا کہتا اور کہلاتا ہے۔ اس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں پر ہے۔ پڑھے لکھے بھی بہت ہیں۔

اس نے ایک دفعہ اپنے مریدوں کو کہا۔ کہ آج مرزا صاحب یہاں تشریف لا دینگے سامان درست کرو۔ گانوں سے یہاں آدھ میل

اپنے انجیل کے فصل کو پیش کیا (۳) جو اپنے اعلیٰ درجہ کے اعداء کے کلمات متہمہ سے ایسا ہی پاک ہے۔ جیسا کہ اپنے اعلیٰ درجہ کے نام لیواؤں کی مبالغانہ توصیفات سے بکلی بری ہے (۴) وہ جس کی ماں بیت المقدس پر خدا کے نام پر چڑھائی گئی۔ اور ذکریا اُس کا متکفل ہوا (۵) وہ جس کی شبیہ کو سولی چڑھا دینا یہودیوں نے اُس کے لعنتی ہونے کی دلیل ٹھہرایا۔ (۶) وہ جس کی بردار کشیدہ تصویر کو عیسائیوں نے اُس کی الوہیت کا اعلیٰ نشان بتایا (۷) وہ اسرائیلیوں کا بادشاہ۔ یہودیوں کا رہبر (۸) اور ٹھیک وہ جس کے اس قدر نشانات و علامات بیان کر دینے کے بعد بھی ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ

عیسیٰ بن مریم

اگرچہ بہت سے عقلاء کے نزدیک یہ بحث ہی عجیب ہوگی۔ کہ آیا اسم (مسند الیہ) اپنے مسمی پر دال ہوتا ہے یا نہیں۔ مگر ہم کیا کریں۔ زمانہ ہی ایسا آگیا ہے جو کہتا ہے کہ لاہور کو لاہور نہیں کہتے کوئین وکٹوریہ کو کوئین وکٹوریہ نہیں کہتے۔ ہندوستان کا نام ہندوستان نہیں۔ رات کو رات بولنا غلط ہے۔ اور دن کو دن خیال کر بیٹھنا حماقت ہے۔ ہم نے لفظ کی تعریف میں پڑھا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶)

کچے راستہ میں پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔ رات بھر دف و ڈھول بجتا رہا مشعلیں روشن رہیں۔ ہر وقت یہی آواز تھی۔ اَب آئے اَب آئے۔ اُس کی بیوی نے مراقب ہو کر نیم شب کے بعد کہا تم جانتے ہو۔ مرزا صاحب کیوں نہیں آئے تمہاری اِن مشعلوں کا دھواں جو سرسوں کے تیل سے روشن ہیں۔ اُن کے دماغ کو اذیت دیتا ہے۔ جاؤ اسی وقت۔ گانوں سے روغن زرد اکٹھا کر کے لاؤ گھی لایا گیا مشعلیں جلائی گئیں۔ سپیدہ دم اُس نے حکم دیا۔ چلو۔ لوٹ چلو۔ مرزا صاحب آئے تھے۔ مگر واپس چلے گئے۔ لوگوں نے کہا کب آئے تھے۔ کب چلے گئے۔ ہم نے تو زیارت بھی نہ کی۔ کہا روحانی طور پر آئے تھے۔ ان آنکھوں کے اندھے اُن نہیں دیکھ سکے۔ اِس کا قول ہے۔ کہ انہ کان تواباً میں مرزا صاحب کا آنا ثابت ہے وہ ترجمہ کرتا ہے۔ خدا پھر آنے والا یعنی دوبارہ آنے والا ہے۔ سو مرزا صاحب آگئے۔ اس کے بہت سے اقوال عجیبہ ہیں۔ موعود بیٹا ہونے کا دعوے اس کو چھ سال سے ہے۔

جو کچھ میں نے کہا ہے۔ وہ اس کے حقیقی بھائی اور اپنے دوست مولوی عطاء اللہ صاحب سے یا اپنے دوست منشی رحیم بخش صاحب سے سنا ہوا ہے۔

ذہن میں کسی شے یا خیال کا جو مفہوم ہو۔ اُس کے خواص۔ آثار۔ حالات۔ ایسے شرح بیان کردیئے جاویں۔ جن سے وہی چیز یا وہی خیال سمجھا جائے۔ علیٰ ہذا اشیا کی تعریف میں دیکھا ہے کہ اس شے کے وہ خواص جو اس کے مخصص ہوں بیان کردیئے جائیں۔ اور اس کی جنس قریب و فصل قریب بھی جتلا دیجائے۔ تاکہ اُس کے وہ خواص بھی جو اُس کی حقیقت میں داخل ہیں اور جس کے سبب سے وہ اور اشیاء سے متمیز ہوتی ہے۔ اِس بیان میں آجائیں۔

اگر ہم اِن تعریفوں پر جو ہر ایک ایچ پیچ کی لمبی چوڑی تقریروں پر حاوی ہیں۔ اکتفا کریں۔ اور اپنے عنوان کے اسم "عیسیٰ بن مریم" پر نظر غائر ڈالیں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اس میں یہ سب خواص موجود ہیں۔ اور جب سے کہ یہ لفظ زبان اور نطق بیان پر آیا ہے۔ اپنے مفہوم و مدلول و مسمی پر نہایت واضحیت و کاملیت کے ساتھ دال رہا ہے۔ اور سوا اس کے اور کسی پر کبھی بھی ہرگز ہرگز اس کا اطلاق نہیں ہوا۔ اور نہ صرف "عیسیٰ بن مریم" مرکب صورت ہی میں۔ بلکہ بسا اوقات صرف "عیسیٰ" اور بسا اوقات "بن مریم" بھی تو اس سے واضح ہوگا۔ کہ ہمارے عنوان کے الفاظ نہ صرف بہ ہیئت مجموعی بلکہ انفرادی طور پر بھی اپنے مدلول اور مسمے کے لئے ویسے ہی کامل ہیں جیسا کہ کوئی اور اسم ہونا چاہیئے۔ مثلاً آدم صفی اللہ۔ ابراہیم خلیل اللہ۔ محمد رسول اللہ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین

اب میں اول قرآن مجید کی چند آیات کو پیش کرتا ہوں۔

۱. صرف عیسیٰ کی مثال۔ ولما جاء عیسےٰ بالبینات۔ زخرف وغیرہ۔

۲. عیسیٰ بن مریم کی مثال۔ وقفینا علےٰ اٰثارھم بعیسےٰ ابن مریم۔ مائدہ وغیرہ۔

۳. صرف ابن مریم کی مثال۔ ولما ضرب ابن مریم مثلاً۔ زخرف وغیرہ۔

۴. مسیح ابن مریم کی مثال۔ قالو ان اللہ ھو المسیح ابن مریم۔ مائدہ وغیرہ۔

۵. صرف مسیح کی مثال۔ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ۔ توبہ۔ وغیرہ۔

اور اس سے ہماری مراد یہ ہے۔ کہ جس طرح پر کہ قرآن مجید میں ان تمام ناموں یعنی ۱. عیسیٰ

عیسیٰ بن مریم۔ ابن مریم۔ مسیح ابن مریم۔ مسیح۔ سے ایک ہی شخص مراد ربانی ہے۔ جو اسرائیلی اور اور صاحب انجیل ہے۔ اسی طرح احادیث پاک میں بھی ان ناموں میں سے ہر ایک نام میں مراد اُسی ایک شخص سے ہے۔ اور باوجودیکہ احادیث میں ان کے نام کا ہونا ہی ان کے وجود مرئی پر دلالت کرتا ہے۔ تاہم احادیث میں ایسے کھلے کھلے نشان بھی ہیں۔ جو بتلاتے ہیں۔ کہ اس عیسےٰ بن مریم کے سوا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ احادیث میں بھی کسی دوسرے شخص سے استعارۃً یا مجازاً بھی ہرگز ہرگز مراد نہیں لی گئی ہے

میں ناظرین موقنین کے تدبر و غور کے لئے وہ احادیث پیش کرتا ہوں۔

(دلیل ۱) ابوداؤد کی حدیث ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس بینی و بینہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نبی و انہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ انہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض بین ممصرتین کان رأسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یہلک اللہ فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام و یہلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون

رسول اللہ نے فرمایا میرے اور عیسیٰ کے درمیان نبی کوئی نہیں اور وہ تم میں اُتریں گے جب اُن کو دیکھو تو پہچان لو۔ قد ان کا درمیانہ ہوگا رنگ سرخ و سپید اور لباس زردی مائل گویا اُن کے سر سے باوجود تر نہ کرنے کے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ اسلام کے لئے لوگوں سے لڑینگے۔ صلیب کو توڑینگے خنزیر کو قتل کرینگے خدا اُن کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کر دیگا۔ صرف اسلام باقی رہیگا۔ وہ دجال کو ہلاک کرینگے اور زمین پر چالیس سال تک قیام کرینگے۔ پھر وفات پائیں گے۔ اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھینگے۔

اس حدیث میں چند امور لائق تدبر ہیں۔ اول تو اسی عیسیٰ نبی اللہ اسرائیلی ہونے کا ثبوت اس فقرہ سے لیس بینی و بینہ نبی و انہ نازل کہ وہ عیسیٰ نبی اُترینگے جس کے بعد میرے سوا

کوئی نبی نہیں ہوا۔

دوسری۔ ان کے چہرہ کی رنگت اور لباس کے رنگ کی جداگانہ تشریح جس سے مرزا صاحب کی وہ تاویل کہ زرد رنگ سے بیمار ہونا مراد ہی غلط ٹھہرتی ہے۔

تیسری۔ اسلام کے لئے قتل و جنگ فرمانا۔ مرزا صاحب کے دعویٰ روحانی فتح کو شکست دیتا ہے۔

چہارم۔ ان کے زمانہ میں کل مذاہب کا اسلام کے سوا نابود ہو جانا۔ مرزا صاحب کے زمانہ سے جسکو وہ بھی کفر و ظلمت کا زمانہ مانتے ہیں، حضرت عیسیٰ کے زمانہ کا علیحدہ اور ممتاز ہونا ثابت کر رہا ہے۔

پنجم۔ ثم یتوفی کے لفظ سے حیات بالفعل ثابت ہے۔

ششم۔ فیصلے علیہ المسلمون سے ثابت ہے۔ کہ اُن کی آمد دوم اور ممات اسلام پر ہوگی۔ اگر وہ عیسائیت کے لئے آتے۔ تو عیسائی اُن کی نماز جنازہ پڑھتے۔

(دلیل ۲) ترمذی میں حضرت عبداللہ بن سلام سے (جو صحابہ میں عالمترین صحف آسمانیہ اور بنی اسرائیل میں اشرف ترین اسباط تھے۔) روایت ہے۔

مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد و عیسیٰ ابن مریم یدفن معہ	توریت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف اور عیسیٰ بن مریم کا وصف لکھا ہوا ہے۔ توریت

میں یہ بھی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محمد رسول اللہ کے پاس دفن ہونگے۔

(دلیل سوم۔)

وقال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر	ابو مودود سے روایت ہے۔ کہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابتک ایک قبر کی جگہ

خالی ہے۔

اس حدیث میں بھی چند امور لائق تدبر ہیں۔

(۱) توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مریم کا وصف ایک جگہ مذکور ہے۔ مرزا صاحب سادگی سے فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

کھلے طور پر توریت میں موجود ہی نہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے فرمایا ہے۔ یجدونہ مکتوبا فی التوراۃ والانجیل[۵]

(۲) حضرت عیسیٰ بن مریم کا روضۂ رسول خدا میں مدفون ہونا۔ اور اس سے چند امور ظاہر ہوتے ہیں۔

الف۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات بالفعل کیونکہ جس جگہ انہوں نے بعد وفات مدفون ہونا ہے وہ جگہ ابتک خالی ہے۔

ب۔ ایک زبردست پیشگوئی۔ چونکہ ارادت الٰہیہ میں مقدر ہو چکا ہے۔ کہ اس جگہ حضرت عیسیٰ ہی مدفون ہوں۔ اس لئے باوجود کوشش ہائے بلیغہ بہت سے بزرگان دین کا اس جگہ مدفون نہ ہوسکنا۔ اہلبیت میں سے حضرۃ عائشہ رض کا باوجود اپنا گھر ہونے کے۔ امام حسن رض کا باوجود وصیّت و استحقاق کے۔ اصحاب میں سے حضرت عثمان کا باوجود ذوالنورین اور خلیفہ ہونے کے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا۔ باوجود امیر اور عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے۔

ج ۔ نکتہ جلیلہ اور دقیقہ یہ ہے۔ تناسب پر واضح ہو جائے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نزول بعد رسول اور تجدید فی الاسلام کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے رسول اللہ کے خلفاء راشدین کی ہے۔ اور اسی لئے وہ حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کی طرح روضۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کئے جاویں گے۔

واضح ہو کہ ترمذی کی یہ حدیث۔ جو حضرت عبداللہ بن سلام تک موقوف ہے۔ دوسرے طریق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع بھی ثابت ہو چکی ہے۔ اور اس میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ میں اور عیسیٰ علیہ السلام ابوبکر رض اور عمر رض کے درمیان سے اٹھینگے۔

"مشکوۃ"

---

[۵] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف توراۃ و انجیل میں لکھا ہوا موجود پاتے ہیں

(دلیل چہارم) صحیح مسلم میں ہے:

عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هذه الامة	جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر لڑتی رہیگی۔ اور قیامت تک غالب رہیگی پھر عیسے بن مریم اترینگے۔ امیر جماعت کہیگا۔ آیئے نماز پڑھایئے۔ فرمائینگے نہیں تم ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ خدا نے اس امت کو بزرگی دی ہے۔

اس حدیث پاک میں بھی چند امور پر تدبر کرنا ضروری ہے۔

(۱) ایک گروہ مجاہدین کی بابت پیشینگوئی جو تاقیامت ہمیشہ رہے گا۔

(۲) اس امر کا اظہار کہ آنیوالا عیسے نہ خود کاغذی گھوڑے دوڑانے والا ہوگا۔ اور نہ وہ جماعت جس میں اس کا نزول ہوگا ایسی ہی ہوگی۔ بلکہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ اور اُن کی جماعت قائمین علے الحق ہونگے۔

(۳) هذه الامة کا لفظ ثابت کر رہا ہے۔ کہ آنیوالا مسیح اسی امت محمدیہ میں سے نہیں ہے (جیسا کہ مرزا صاحب ہیں) اور بتلا رہا ہے کہ اسرائیلی عیسے ہی آئینگے۔ اور یہی لفظ نزول رسول کے ساتھ ملکر اُن کی حیات بالفعل پر بھی دلیل ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ وہ بعد نزول اس امت میں سے شمار ہونگے۔ اور وہ اس امت کے امام وقت کا اقتدا کرینگے۔

(۴) صحیح مسلم کی حدیث صحیح کے مقابلہ میں لا المہدی الا عیسی والی بے اصل روائت کی اصلیت بھی کھل گئی۔ ۱۲

(دلیل ۵) مسلم کی حدیث میں جس کے راوی ابی ہریرہ رضی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

رأيتني في جماعة من الانبياء فاذا موسى قائم يصلي فاذا هو رجل ضرب جعد كانه من رجال شنوءة واذا عيسى قائم يصلي اقرب الناس به شبها عروة بن المسعود الثقفي

میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں کھڑے پایا۔ میں نے دیکھا موسیٰ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ تو میانہ قد گٹھے ہوئے بدن کے آدمی ہیں۔ جیسے قبیلہ شنوہ کے آدمی ہوتے ہیں۔ پھر میں نے عیسیٰ کو دیکھا وہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ شکل و صورت میں سب آدمیوں میں سے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی (صحابی رسول) ہیں۔

پس اس حدیث سے اس مقام پر صرف یہ نتیجہ نکالنا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت عیسیٰ نبی کی جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دیکھا ہے اُسکی شکل و صورت حضرت عروہ بن مسعود صحابی جیسی ہے۔ مسلم کی دوسری حدیث میں ہے۔ جس کے راوی عبد اللہ بن عمرو ہیں۔

يخرج الدجال فيمكث اربعين لا ادري اربعين يوما او شهرا او عاما فيبعث الله عيسى بن مريم كانه عروة بن مسعود فيطلبه فيهلكه

دجال نکلیگا اور چالیس تک ٹھہریگا۔ (راوی کا بیان ہے۔ میں نہیں جانتا۔ ۴۰ دن یا ۴۰ ماہ یا ۴۰ سال) پھر خدا عیسیٰ بن مریم کو بھیجیگا۔ وہ تو عروہ بن مسعود جیسے ہیں۔ وہ دجال کو تلاش کرکے ہلاک کرینگے

اور اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آنیوالا۔ اور دجال کا قتل کرنے والا وہی ہے۔ جو شکل و صورت میں عروہ بن مسعود جیسا ہے۔ پس ان دونوں احادیث کے ملانے سے یہ امور متحقق ہو گئے کہ

(۱) آنے والا مسیح وہ حضرت ابن مریم نبی اللہ ہیں۔ جن کو گروہ انبیاء میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا۔ اور جن کی شکل و صورت عروہ بن مسعود صحابی جیسی ہے۔

(۲) یہ کہ آنے والے مسیح میں اور عیسےٰ روح اللہ میں حلیہ کا اختلاف ہرگز نہیں ہے۔ اور اسی لئے مرزا صاحب کا یہ شعر غلط ہے۔ رنگم چو گندم است و بمو فرق بین ست۔

(سید جدا کند ز مسیحائے احمرم)

(دلیل ۶) رزین کی روایت میں ہے۔ اور اس کے راوی حضرت امام جعفر صادق سے لیکر

علی مرتضیٰ تک کل آئمہ اہل بیت نبی ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی۔ جس کے اول میں ہیں۔ اور بیچ میں مہدی اور آخر میں عیسےٰ ہیں۔

اس حدیث میں مہدی اور عیسیٰ علیحدہ علیحدہ ثابت کئے گئے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کی جلالت شان اور رفعت ذات کو جس طرح پر دکھلایا گیا ہے۔ وہ متتبعان حدیث سے پوشیدہ نہیں۔

(دلیل ۷) اس دلیل میں امام بخاری کا مذہب اور یہ کہ ابن مریم کا مفہوم و مسمی ان کے نزدیک کیا ہے۔ ثابت کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے جابجا یہی جال پھیلایا ہے۔ کہ "دراصل حضرت اسمٰعیل بخاری صاحب کا بھی یہی مذہب تھا۔ کہ وہ ہرگز اس بات کے قائل نہ تھے کہ سچ مچ مسیح ابن مریم آسمان سے اُتر آئیگا۔ ازالہ ۹۰۶ میں روشنضمیر مسلمانوں کے سامنے مذہب امام بخاری ظاہر کر دیتا ہوں۔ یہ یاد رکھو کہ امام بخاری کا نام محمد بن اسمٰعیل ہے۔ نہ کہ اسمٰعیل۔

واضح ہو کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں کتاب الانبیاء جداگانہ لکھی ہے۔ اور انہی انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا ہے۔ جن کا قصہ قرآن مجید میں بھی ہے۔ انہوں نے حضرت آدمؑ سے لیکر آخر کتاب تک یہ طرز اختیار کی ہے۔ کہ ہر نبی کے لئے جداگانہ باب باندھا ہے۔ اور ہر باب کو قرآن مجید کی ایک ایک آیت سے شروع کیا ہے۔ گویا ہر ایک نبی کے متعلق جو آیت قرآنی ہے۔ اُس آیت کی تفسیر نبوی ایک ایک حدیث کے ذریعہ سے ظاہر کی ہے۔

میں اختصار کے لئے اپنے رسالہ کو حضرت مریم علیہا السلام کے باب سے شروع کرتا ہوں۔

باب قول اللہ۔ واذکر فی الکتاب مریم اذا نتبذت من اھلھا مکانا شرقیا

باب قولہٗ ۔ واذ قالت الملائکتہ یا مریم ان اللہ اصطفٰک وطھرک واصطفٰک علیٰ نساء العلمین

باب قولہ تعالیٰ:- و اذ قالت الملائکۃ یامریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسے بن مریم۔ الآیتہ

باب قولہ - یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم الآیتہ

باب قولہ - واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا۔ اعتزلت

باب - نزول عیسٰی بن مریم علیھما السلام

ذرا غور سے دیکھئے کہ کس طرح پر ہر ایک باب میں حضرت مریم کی پیدائش سے لیکر حضرت عیسٰی کی ولادت و نبوت و نزول کو بپایہ ثبوت لکھا ہے۔ اور باب نزول عیسٰے بن مریم علیہما السلام لکھکر چند امور کو ثابت فرمادیا ہے۔ اول یہ کہ حدیث میں جو ابن مریم کا لفظ ہے۔ اس کا مفہوم عیسٰی بن مریم ہے۔ اور دوسرے یہ کہ وہی عیسٰی بن مریم ہیں۔ جو نبی اللہ ہیں۔ علیہ السلام کا لفظ اسپر دال ہے۔ تیسرے یہ کہ مریم وہی مریم ہیں جو اس قدر بشارات ربانی سے ممتاز ہیں۔ اور اس پر بھی لفظ علیہما السلام دلالت کرتا ہے۔

پھر دیکھئے کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا تبحر اور دقیقہ رسی کتنی بڑھی ہوئی ہے۔ کہ اگرچہ ہر باب کو آیت قرآنی سے شروع کیا ہے۔ مگر اس باب کو صرف نزول عیسٰے بن مریم علیہما السلام سے آغاز فرمایا ہے۔ اور باب کے شروع پر ہی کسی آیت کو درج نہیں کیا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ جو حدیث نزول" والذی نفسی بیدہ" میں لکھنے والا ہوں۔ اس کے آخر میں آیت قرآنی آتی ہے جس سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا استدلال ثابت ہے۔ جو میرے (امام بخاری) استدلال سے بدرجہا قوی اور مستند تر ہے۔ تو مجھے اپنے استدلال کے نمائشی طور پر پیش کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ اب میں ناظرین سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہ عیسٰی بن مریم جس کا احادیث بلاتمیز نزول رسول اللہ سے پہلے زمانہ کا ہی شخص ہے۔ یا ۱۳۰۰ ہجری کا۔

وہ عیسٰی بن مریم جس کی ماں کا اس کے نزول کی احادیث سے پہلے آیات قرآنی پر متمسک کرکے ذکر کیا گیا ہے۔

یہ وہی نبی اللہ اسرائیلی ہے۔ یا کوئی مرزا۔
وہ عیسیٰ جس کے نزول کو امام بخاریؒ و ابو ہریرہؓ نے آیت و حدیث سے ثابت کر دکھلایا ہے
یہ نبی اللہ ہے۔ یا کوئی عامی۔ کیونکہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ احادیث بخاری میں حضرت مریم سے مراد تو حضرت مریم ہی ہوں۔ اور حضرت ابن مریم سے مراد حضرت ابن مریم نہ ہوں۔ بزرگو۔ اگر تم غور فرما کرو گے۔ تو حق آپ کو آفتاب نیمروز سے زیادہ تاباں نظر آئیگا۔ اور جس قدر احادیث رسول مقبول مطاع عالم میں لکھ چکا ہوں۔ اُن سے آپ پر ثابت ہو جائیگا۔ کہ حضرت عیسےٰ بن مریم سے کون شخص مراد ہے۔ اور بقول مرزا صاحب (آجکل) اِن متواترات سے انکار کر کے (کون شخص) اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال چکا ہے۔ ازالہ ۵۵۶۔

مماثلت کی بحث

مرزا صاحب نے جہاں بہت سی دعادی کئے ہیں۔ میں مجدد[1] ہوں۔ میں محدث[2] ہوں میں ملہم[3] ہوں۔ میرا الہام امیز شرِ شیطانی سے منزہ و پاک ہے۔ میں وہی[4] ہوں کہ اصلاح خلق کے لئے وقت پر آیا۔ میں نذیر[5] ہوں۔ میں ایک قسم کا نبی[6] ہوں۔ میں خدا کے احکام[7] جو آسمان سے میرے پاس آتے ہیں زمین پر پہونچاتا ہوں۔ میں مرسل[8] ربانی ہوں۔ میں مامور[9] رحمانی ہوں۔ وہاں ایک یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ میں مشابہت تام اور مماثلت شدید کی وجہ سے مسیح عیسے بن مریم کا مثیل بھی ہوں۔

مثیل[1] کے معنے لغت میں مانند۔ افزوں۔ بزرگ۔ فاضل۔ نیکو۔ برگزیدہ ہیں۔ لیکن کسی مقام پر نہیں جتلایا گیا۔ کہ آپ کن معنے کے اعتبار سے مثیل بنتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام

ف[1] دراصل مثیل کا لفظ بطور مغالطہ مرزا صاحب استعمال فرماتے ہیں۔ ورنہ اُن کی تصنیف پر غور و تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو حضرت مسیح کا مثیل کہلانا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ یہ ہتک عزت و کسر شان سمجھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو "حضرت عیسیٰ جیسا" ہی فقط سمجھا کرے اس کا ثبوت اِن عبارات ذیل سے ملسکتا ہے۔

(۱) "یہ تو ثابت ہے۔ کہ اس مسیح (غلام احمد قادیانی) کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزئی فضیلت حاصل ہے"

سے بزرگ وافزوں ہونے میں یا مانند ہونے میں۔ اگر مانند ہونے میں ہی مراد ہے۔ تو جس طرح پر

نبی کیونکہ اس کی دعوت عام ہے۔ اور اس کی خاص تھی۔ اور اس کو طفیلی طور پر تمام مخالف فرقوں کے اوہام دور کرنے کے واسطے ضروری طور پر وہ حکمت و معرفت سکھلائی گئی ہے۔ جو مسیح ابن مریم کو نہیں سکھلائی تھی۔ ازالہ ۶۴۸۔

(۲) اگر یہ عاجز اس عمل و معجزات مسیحی کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے بعید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ ۳۰۹ ازالہ (مسیح جیسے معجزات دکھلانے سے) تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا امر جو اصل مقصد ہے۔ اس کے (دکھلانے والے کے) ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ ۳۱۰

(۳) حضرت مسیح کا نبر ہدایت[1] اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارہ میں ایسا کم درجہ رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہا۔ ازالہ ۳۰۱

(۴) خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے۔ کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر ایک بشر کی فطرت میں مودع ہے مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں۔ ازالہ ۳۲۱۔

(۵) عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم ۱۵۸

(۶) میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے جو زندہ ہونے والے تھے۔ وہ مر گئے۔ مگر جو شخص میرے[2] ہاتھ سے جام پئے گا

لیجئے[1] مسلمان غور کریں۔ کہ جب حضرت مسیح نے نہ ہدایت سکھلائی۔ نہ توحید کی تعلیم دی نہ دینی استقامتوں کو دلوں میں قایم کیا۔ تو پھر وہ نبی کس بات کے تھے لیں در پردہ بھی مسئلہ مرزا صاحب مریدوں کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں

[2] یوحنا ۵ باب ۲۴ آیت میں مسیح کا یہ قول ہے۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ وہ جو میرا کلام سنتا ہے اور اس پر جس نے مجھے بھیجا ہے۔ ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے۔

یوحنا ۸ باب ۵۱ آیت میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے۔ تو ابد تک موت کو ہرگز نہ دیکھے گا۔

یوحنا ۱۰ باب ۲۸ آیت میں۔ انہیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں۔ وے کبھی ہلاک نہ ہونگے۔

مرزا صاحب نے یہ فقرہ مسیح کے ان فقرات سے اڑا کر تعریضاً انہی پر وار کیا۔ اور سعدی کا شعر سچ کر دکھلایا ہے

کس نیاموخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

فقط

کہ عیسےٰ بن مریم کا نزول قرآن و حدیث سے لیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ آپ نے یہ لفظ کہاں سے لیا ہے اور بطور لغت شرعی کے کہاں سے اِس کا استعمال فرمایا ہے۔ مرزا صاحب نے جوازالتہ الاوہام میں لکھا ہے۔

"ہماری بات کو وہ حدیث بھی تائید دیتی ہے۔ جو مثیل مصطفٰی کی نسبت ایک پیشینگوئی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں مہدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ اُس حدیث میں ایسے لفظ ہیں۔ جن سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشینگوئی میں اپنے ایک مثیل کی خبر دے رہے ہیں۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ مہدی خُلق اور خَلق میں میری مانند ہوگا۔ یاتی اسمہ۔ اسمی واسم ابیہ۔ اسم ابی۔ یعنی میرے نام جیسا اُس کا نام ہوگا۔ اور میرے باپ کے نام کی طرح اُس کے باپ کا نام۔ اب دیکھو کہ خلاصہ اس کا یہی ہے۔ کہ وہ میرا مثیل ہوگا مگر اہم مثیل کے اوصاف و شرائط سے بہت کم واقف تھے۔ اِس لئے مرزا جی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہم کو اُن اوصاف کا مصداق انہوں نے بتلا دیا۔

اب ہم مرزا صاحب کی عطا کردہ کسوٹی پر اُن کے دعوے کو بھی کَس لینا مناسب سمجھتے ہیں۔ اگر بمنشائے خبر نبوی مثیل کے لئے خَلق میں اور خُلق میں مانند ہونا اور نام میں باپ کے نام میں ایک سا ہونا ضروری ہے۔ تو مرزا صاحب حضرت عیسٰی کے ساتھ کس پہلو اور کس وجہ سے مماثلت شدید رکھتے ہیں۔ بینوا ولا تکتموا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷

جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا۔ ازالہ،

وغیرہ وغیرہ بہت سے مقامات ہیں۔ جن میں مرزا صاحب نے ظاہر کیا ہے۔ کہ مثیل مسیح بننے سے اُن کو بہت بڑی عار ہے۔ ہاں عبارت میں بہت سے ایسے نمونہ بھی پائے جاتے ہیں۔ کہ اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی گویا فضیلت حاصل ہے۔ صحابہ اور آئمہ ہدیٰ پر فضیلت رکھنے کا اقرار تو خود انہوں نے کر ہی لیا ہے۔ پس بدیں صورت میں نہیں جانتا۔ کہ آج تک انہوں نے کیوں اپنے آپ کو ایک ایسے شخص کا مثیل بتانے پر ہی اکتفا کی ہے۔ جس کے فعل مکروہ اور قابل نفرت اور کھیل ولہو ولعب ہیں۔ شاید کوئی مصلحت غامضہ ہوگی۔ آیندہ چل کر یہ راز بھی کُھل جاویگا۔ فقط

(۱) آیا خلق میں کہ وہ پاک کنواری کے بطن سے اور روح القدس کی بشارت سے پیدا ہوئے تھے

(۲) یا خُلق میں جنہوں نے دنیا کو یہ تعلیم دی کہ جو ایک کوس بیگار چلے۔ اُسکے ساتھ دو کوس چل۔ جو ایک گال پر تپانچہ مارے اُس کی طرف دوسری گال بھی کر دے۔

(۳) یا نام میں کہ وہ عیسیٰ تھے اور آپ غلام احمد ہیں۔

(۴) یا باپ کے نام میں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور آپکے والد[۱] مرحوم کا نام مرزا غلام مرتضیٰ تھا۔

اگر کسی بات میں بھی نہیں تو حسب حدیث نبوی ہم جرأت اور صفائی کے ساتھ عرض کر سکتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب میں مثیل عیسیٰ بننے کی کوئی صفت نہیں اگر ہم مہدی کے بارہ میں اُن حدیثوں کا بھی خیال رکھیں۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کو اپنا بیٹا فرمایا ہے۔ اور اپنے خاندان میں سے بتلایا ہے۔ جب بھی افسوس کے ساتھ جو نتیجہ ہم نکال چکے ہیں اُس کی تائید بڑھ جائیگی۔

اس باب میں صرف دو امور تحقیق طلب ہیں۔

اول۔ یہ کہ کسی بزرگ کو کسی بزرگ کا مثیل کہا بھی گیا ہے یا نہیں۔

دوم۔ یہ کہ تحقیق مماثلت کے واسطے کن امور کا لازمی طور پر پایا جانا ضروری ہوتا ہے

مہدی علیہ السلام کی جو حدیث ازالۃ الاوہام میں لکھی گئی ہے۔ اس سے چار امور کا پایا جانا مماثلت کے لئے ثابت ہوتا ہے یعنی نام[۱]۔ باپ کا نام[۲]۔ خلق[۳]۔ خُلق[۴]۔ نام۔ اور باپ کا نام

[۱] وہ خاندان جس سے مغول نکلے ہیں۔ ہمیشہ بڑے بڑے ملکوں پر فرمان روا رہا ہے۔ ملکہ آلنقوا (جس کی یہ سب اولاد ہیں۔ ایک جمیلہ اور حسینہ عورت گندی ہے۔ کہ جس کی داستان نہایت عجیب ہے۔ جب وہ تخت سلطنت پر جلوہ گر تھی۔ اُس نے ارا کین سلطنت سے کہہ دیا۔ کہ رات کو کوئی نورانی شے اس کے بستر پر آتی ہے۔ ارا کین ریاست نے خود بہرہ بر رہنا چاہا۔ کچھ تھوڑی رات گذری تھی۔ کہ ایک بجلی کی سی چمک ہوئی۔ اور ملکہ کے کمرہ میں داخل۔ سب ہیبت سے بیہوش ہو گئے۔ الغرض ملکہ سے دو فرزند ہوئے۔ ابوالفضل کا شعر ہے

مقالات مریم اگر بشنوی ✦ بہ آلنقوا ہم چنال گروی

اگر اس نسبت سے یہ پہلو ثابت کیا جائے گا تو شاید ارباب تواریخ مان لیں۔

ان دونوں کو تو بحث سے علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اثبات مماثلت کے وقت مرزا صاحب ان پر ہرگز بحث نہیں کر سکتے۔ اب رہے خَلق۔ خُلق۔ تو جہاں تک کہ میرا خیال ہے۔ ان دونوں میں یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں موافقت۔ مناسبت و مشابہت ہونے کی حالت میں بھی نہ مماثلت مانی گئی ہے۔ اور نہ سلف سے خلف تک لغوی یا شرعی طور پر کسی کو کسی کا مثیل قرار دیا اور پکارا گیا ہے۔ خَلق کے بارہ میں دیکھو۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کان الحسن یشبہہ۔ مگر امام حسن علیہ السلام کو مثیل مصطفیٰ کہکر نہیں پکارا گیا۔ خُلق کے لحاظ سے ملاحظہ کرو اسی صحیح میں ہے عن عبد الرحمٰن بن یزید قال سالنا حذیفۃ عن رجل قریب السمت والھدی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ناخذ عنہ قال لا اعلم احد أقرب سمتا وھدیا ودلا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من ابن ام عبد باَیں ہمہ محامد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو مثیل مصطفیٰ کا خطاب نہیں دیا گیا ہے۔ خَلق۔ خُلق دونوں کے اعتبار سے نظر کرو کہ صحیحین میں حضرت جعفر ابن ابی طالب کی منقبت میں ارشاد نبوی موجود ہے۔ اشبھت خَلقی وخُلقی لیکن ان کو بھی مثیل مصطفےٰ سے مخاطب نہیں کیا گیا۔

اب قرآن شریف کی طرف آیئے۔ اور دیکھئے کہ دو بزرگوار بندوں اور رسولوں میں خَلق خُلق میں کیسی موافقت ظاہر کی گئی ہے۔ اور دونوں کے لئے ایک ہی الفاظ قرآن مجید جیسی اعلیٰ بلاغت اور فصاحت والی کلام میں استعمال کئے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ امر جب تک کوئی خاص خوبی نہو۔ بلاغت اور فصاحت کے خلاف ہے۔

حضرت یحییٰ کی خبر ولادت فرشتہ سے سنکر حضرت ذکریا کہتے ہیں۔

(۱) سرب انی یکون لی غلام کانت امراتی عاقرًا و قد بلغت من الکبر عتیاہ

حضرت عیسیٰؑ کی خبر ولادت فرشتہ سے سنکر حضرت مریمؑ کہتی ہیں۔

(۱) قالت انی یکون لی غلام لم یمسنی بشر ولم اک بغیاہ

حضرت ذکریا علیہ السلام کو فرشتہ نے جوابدیا	حضرت مریم علیہ السلام کو فرشتہ نے جوابدیا۔
(۲) قال کذالکِ قال ربک هو علیّ هیّن	(۲) قال کذالکِ قال ربک هو علیّ هیّن
حضرت یحییٰؑ کو جو ارشاد الٰہی ہوا	حضرت عیسیٰؑ نے جو قدرت ربانی سے ماں کی گود میں کہا
(۳) یا یحییٰ خذ الکتٰب بقوۃٍ ط و آتیناہ الحکم صبیّا وحنانًا من لّدنّا وزکوٰۃ ط وکان تقیًّا وّ برًّا بوالدیہ ولم یکن جبّارًا عصیّا وسلٰم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیّاہ	(۳) انی عبد اللہ۔ اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیًّا وّجعلنی مبارکًا این ما کنت۔ واوصٰنی بالصّلوٰۃ والزّکوٰۃ ما دمت حیًّا وّ برًّا بوالدتی ولم یجعلنی جبّارًا شقیًّاہ والسّلٰم علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیًّا (سورہ مریم ع)

ف ۱ (۱) اس جگہ اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ اگر عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو اُن پر تو جب تک زندہ ہیں۔ نماز و زکوۃ فرض ہے۔ آسمان پر حضرت عیسیٰ زکواۃ کہاں سے دیتے ہونگے۔ کون لیتا ہوگا۔ (اس تقریر میں کچھ تھوڑا سا استہزا بھی کیا گیا ہے۔) اس دلیل کو ہمارے بھائیوں نے وفات عیسیٰ کے لئے ایسا قوی و مستحکم خیال کیا ہے۔ جس کا اُن کے زعم میں کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ سو یہ عقدہ یوں حل ہوتا ہے۔

(۱) کل نبیوں پر جیسا کہ زکواۃ کا لینا حرام ہے۔ ویسا ہی دینا بھی حرام ہے۔ (ترجمہ مشکوۃ نواب قطب الدین) جس کی وجہ یہ کہ اُن کا کل مال خدا کی راہ میں وقف ہوتا ہے۔

(۲) زکوۃ تو اہل نصاب پر فرض ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کا اہل نصاب ہونا اس سے ظاہر ہے۔ کہ کبھی ایک کپڑے سے زیادہ وہ دو کپڑے اُن کے بدن مطہر پر نہیں دیکھے گئے۔ اور جو کپڑا پہنتے بھی وہ بھی بسا اوقات ٹاٹ۔ کمبل کا۔ کبھی دو وقت رات دن میں شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ کبھی دو رات ایک مقام پر قیام نہیں کیا۔ کیا ایسا شخص جس کا یہ حال ہو۔ کہ بالشت بھر زمین سکنی یا زرعی کا مالک نہ ہو اور سیر آٹا یا دانہ جس کے پلہ میں کبھی بندھا نہ ہو۔ ٹاٹ کمبل کے سوا اس کے پاک جسم سے کوئی کپڑا چھوا نہ ہو وہ اہل نصاب ہو سکتا ہے۔

(۳) اب رہا یہ کہ حضرت عیسےٰ نے اوصانی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سو اس کے معنے سمجھنے کے واسطے تمام قرآن شریف کو پڑھکر ملاحظہ کیجئے۔ احکام کے نازل ہونے کی دو صورتیں ملیں گی۔ یا تو یاایھا الذین آمنوا کہکر سب کو مخاطب کیا گیا ہوگا۔ اور یا صرف رسول ہی کو یاایھا النبی یا ایھا الرسول یا یاایھا المزمل

دیکھئے دونوں بھائیوں میں قرابت خاندانی کے علاوہ کس قدر خُلقی و خَلقی یگانگت پائی جاتی ہے۔ مگر ان میں سے بھی ایک کو دوسرے کا مثیل کسی نے نہیں قرار دیا اور اس خطاب سے کوئی نہیں پکارا گیا۔ بلکہ اس بات کا نشان ملتا ہے۔ کہ مراتب قلبی و روحانی اور احوال وجدانی پر اگر نظر ڈالی جاوے۔ تو ان دونوں بزرگواروں میں بھی فرق بیّن آشکارا ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱

یا ایہا المدثر وغیرہ وغیرہ کہکر تو اس سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ جن احکام میں صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں۔ وہ جناب نبی امی کے لئے خاص حکم ہیں۔ اور امت پر نہ وہ فرض ہیں۔ اور نہ امت کو اُن کی تعمیل ضروری۔

(۱) وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب

(۲) یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوہن لعدتہن واحصوا العدۃ

(۳) خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین ۝ واما ینزغنک من الشیطان نزغ۔ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم۔

(۴) ولاتکن من الممترین

(۵) ولعل باخع نفسک

تو کیا ان سے ثابت کر سکتا ہے۔ کہ یہ شریعت نہیں۔ بلکہ احکام مختص بہ ذات خاص ہیں۔ بس اگر مرزا صاحب بھی ان کو شریعت مانتے ہیں تو اوصانی بالصلوۃ والزکوۃ میں بھی یہی ہے۔ اور سیاق عبارت بھی یہی چاہتا ہے۔ کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا نبی ہونا ظاہر کیا۔ تو اپنے ارکان شریعت کا بتلانا بھی ضروری تھا۔ اور وہ زکوۃ وصلوۃ آپ نے بتلا دیئے۔ اور چونکہ اتینی الکتب کہا تھا۔ اس لئے ضرور تھا کہ پہلے صاحب کتاب ہی مکلف ٹھہرے۔ میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اوصانی بالصلوۃ والزکوۃ میں ایک اور راز لطیف ہے۔ یعنی رد نصاریٰ جو یوں ہے کہ جب مسیح خود مکلف احکام تھے اور نماز و زکواۃ اُن پر اور اُن کی امت پر فرض کی گئی تھی۔ تو ایسا عبادت گذار بندہ معبود یا معبود کا کوئی جزو نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھئے بیضاوی شریف میں (جس سے مریدان مرزا صاحب نے استدلال کیا ہے) کیا لکھا ہے۔ واوصانی وامرنی بالصلوۃ والزکوۃ۔ زکوۃ المال ان ملکتہ او تطہیر النفس عن الرذائل [۱] اور چونکہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اور بالمقابل آیات لکھکر دکھلا چکے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ

حاشیہ صفحہ ہذا

[۱] اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ زکوۃ سے مراد زکوۃ مال ہے۔ اگر وہ صاحب نصاب ہوں۔ ورنہ نفس کو رذائل سے پاک صاف رکھتا ہے ۱۲

چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔ اور اس کو شیخ محی الدین عربی نے فصوص الحکم میں بھی مذکور کیا ہے۔ کہ یحیی علیہ السلام نے عیسی کو کہا کہ تم نے تو اللہ کے مکر و غضب کو گویا فراموش ہی کر دیا۔ مسیح نے جواب دیا کہ تم نے تو اللہ کے رحم اور عفو کو گویا بھلا ہی دیا۔ اللہ اکبر۔ ایک سراپا بیم تھا اور ایک سراپا رجاء۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب تک آپ اپنی پیش کردہ حدیث رسول کریم کے موافق اور ہماری پیش کردہ آیات قرآن مجید کے موافق و احادیث صحیحین کے مطابق مثیل ہونے کا ثبوت نہ دیں گے۔ اس وقت تک آپ کا مثیل ہونا دشوار ہے۔

میں اس جگہ دوبارہ کہتا ہوں۔ کہ اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسی کہنے اور ثانیاً حضرت مہدی کو مثیل مصطفےٰ بتلانے میں دونوں طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی پر سخت حملہ ہوا ہے۔ اور دونوں پہلوؤں سے سید الرسل احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت و منزلت کا تنزل کیا گیا ہے۔ جس طرح پر کہ احادیث گذشتہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کیا وہ بزرگ جو نام۔ باپ کے نام۔ خُلق۔ خَلق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا ہو۔ اور کیا وہ بزرگ جو خلقت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مانا ہو۔ اور کیا وہ بزرگ جو خلق[۵] خُلق دونوں میں جناب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲)

یحیی ع کے لئے قریب قریب ایک ہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس لئے دیکھو کہ یحیی کے لئے بھی وزکوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور وہاں بھی بیضاوی کہتے ہیں وزکوۃ طہارۃ من الذنوب او صدقۃ ای تصدق اللہ تعالیٰ بہ علی ابویہ او مکنہ و وقفہ للتصدق علے الناس

اور واضح ہو کہ اس مقام پر وزکوۃ کے معنے پاکیزگی لینے کے لئے یہ قرینہ بھی ہے۔ کہ روح القدس نے حضرت مریم کو کہا تھا لاھب لک غلاماً زکیا۔ ظاہر ہے۔ کہ زکیا کے معنے زکوٰۃ دینے والا نہیں ہیں۔ بلکہ صاحب زکوٰۃ و طہارت ہیں۔

آخر میں ہم مرزا صاحب کو یہ کہدینا چاہتے ہیں۔ کہ اگر حضرت عیسےٰ کا زمین پر زکواۃ کا مال دینا وہ ثابت کر دیں گے تو ہم ان کا آسمان پر زکواۃ کا ادا کرنا بھی ثابت کر دکھلائینگے۔ ۱۲

[۵] جس طرح پر کسی بزرگ کو خلق اور خُلق میں رسول کریم کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے

نبوی سے مشابہت رکھتا ہو۔ اور کیا وہ بزرگ جو اخلاق و وقار و سیرت محمدیہ سے قریب تر ہو
غرض کسی کو بھی باوجود تحقق مدارج مختلفہ مذکورہ کسی اعتبار سے بھی مثیل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وسلم نہیں پکارا گیا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جناب رسالت مآب میں نہایت سوء ادبی
کی ہے۔ اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ جب اُن کو مثیل مسیح بننے کی ضرورت پڑی۔ تو اُنہوں
نے چاہا کہ سنگ بنیاد دعویٰ دو ایک ایسے بزرگوں کے نام بنائے جاویں۔ جن کی عظمت و
عزت ایمانی طور پر ہر مسلمان کے دلنشین ہو۔ پس مرزا صاحب نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جن کے
مقام محمود وکمال تک آدم و ولد آدم کو پہونچنا نصیب نہیں ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کا مثیل بنایا
اور پھر اس امر کے اظہار کے لئے کہ ایک رسول کا مثیل ایک امتی بھی ہو سکتا ہے۔ امام
مہدی علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل بنایا۔ تاکہ خود مرزا صاحب کے دعوے
مثیل مسیح کے لئے حجت و قوت ہو۔ مگر جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو حضرت
مسیح کا روحانی طور پر مثیل بنایا ہے۔ اور حضرت مہدی کو اپنے خیال میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کا مثیل بتایا ہے اس طرح پر کسی عبارت اور جملہ میں یہ تحریر نہیں کیا کہ موسیٰ کے مثیل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میں وجہ مماثلت کیا تھی۔ اگر مرزا صاحب نے اپنے ذہن عالی میں انا ارسلنا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳

مثیل مصطفےٰ نہیں کہا گیا۔ اسی طرح کسی بزرگ کو خُلق و خلق مسیح علیہ السلام کے ساتھ مشابہت
رکھنے کے اعتبار سے مثیل مسیح بھی نہیں کہا گیا۔

مسلم کی حدیث میں رسول خدا صلعم کا حضرت عروہ کے حق میں ارشاد موجود ہے۔ کہ وہ خلق میں مسیح
سے مانا تر ہیں

اور مسند احمد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد علی مرتضیٰ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ عوام کے جذبات
غضب و محبت کی رو سے حضرت مسیح سے مشابہت رکھتے ہیں۔

لیکن کسی نے بھی ان اعتبارات سے ان بزرگوں کو مثیل مسیح کہکر نہیں پکارا۔ حق تو یہ ہے۔ کہ اگر تحقق مماثلت کے
واسطے یہی قاعدہ عام ہو۔ تو کل کو مرزا صاحب بول اٹھینگے۔ کہ تخلقوا باخلاق اللہ کی دلیل سے
وہ مثیل خدا بھی ہیں۔ اور اوسان کا کوئی حواری کہہ دیگا۔ کہ انا انا اوبشر کی برہان سے وہ مثیل محمد بھی ہیں
نعوذ باللہ من هذہ الهفوات

الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا[1] الی فرعون رسولاً سے مماثلت قائم کی ہے۔ تو سخت غلطی کھائی ہے یا مغالطہ دیا ہے۔ کہ جو حرف تشبیہ ہے اور لفظ ارسلنا جو سبب تشبیہ ہے۔ اُس سے وہ وہی نتیجہ نکال سکتے ہیں جو خداوند کریم نے اس سے نکالا ہے اور فرمایا ہے کہ فعصیٰ فرعون الرسول فاخذناہ اخذاً وبیلاً نہ یہ کہ اس میں اپنے قیاس کو دخل دیں۔ اور علم معانی سے آنکھ بند کرلیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ کا خطاب عطا فرمائیں۔ یہ بالکل واضح امر ہے۔ کہ اگر مماثلت کوئی شے ہے۔ تو وجہ مماثلت بھی کوئی شئے ہونی چاہیئے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰؑ کلیم اللہ میں مماثلت اتحاد شریعت و رسالت ہے۔ تب تو بموجب آیت کریمہ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مثیل نوح علیہ السلام[2] کہنا چاہیئے تھا جو خدا کے پہلے رسول تھے۔ اور آیتہ کریمہ میں بھی نوح علیہ السلام کے بعد بلافصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ امر کہ شریعت محمدی وہی شریعت ہے مجاہد کی تفسیر سے

---

[1] واضح ہو کہ آئمہ لغت کے نزدیک کما ارسلنا میں کاف تشبیہ نہیں۔ بلکہ کاف تعلیل ہے اور اس کی مثال انہوں نے واذکروہ کما ھدٰکم پیش کی ہے۔ یعنی واذکروہ لاجل ھدایتہ پس آیت مذکورہ میں بھی اس کے معنے لاجل ارسالی ہوئے۔

[2] جو کچھ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مثیل نوحؑ یا مثیل ابراھیمؑ کہنے میں بیان کیا ہے دراصل اُس سے مقصود یہ ہے۔ کہ مثیل ہونے کا مسئلہ ہر پہلو سے غلط ثابت کیا جاوے۔ ورنہ دراصل رسولِ کریم کی شان اس سے ارفع واعلےٰ ہے۔ کہ آپ کو کسی کا مثیل بتایا جاوے۔ بات یہ ہے۔ پہلے نبی جو ہوتے رہے وہ اپنے سے پہلی شریعت میں کچھ نہ کچھ زیادہ تو کرتے رہتے۔ لیکن پہلی شریعت میں سے کم کرنے یا بدل ڈالنے کا اُن اختیار نہ ہوتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل نے شریعت نوحؑ پر مناسک۔ اعمالِ فطرت ختنہ وغیرہ کو ایزاد کیا۔ اور حضرت موسیٰؑ شریعت ابراہیمیؑ پر اونٹ کو حرام کرنا سبقت کو واجب کرنا۔ زنا کی سزا۔ رجم وغیرہ وغیرہ کو ایزاد کیا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شریعتوں میں ایزاد۔ تنقیص و تبدیل تینوں امور عمل میں لاتے رہے۔ تو پھر کیونکر اتحاد شریعت میں وجہ مماثلت متحقق ہوسکتی ہے۔

کہ آیت ہذا سے ظاہر ہے۔ اوصیناک یا محمد وایاھم دینا واحداً اور خداوند کریم کے ارشاد سے وان ھذہ امتکم امت واحدہ سے بخوبی واضح ولائح ہے۔ اور اگر وجہ مماثلت مشابہت تام ومتابعت شدید ہے تو رسول کریم کو مثیل ابراھیم کہنا زیادہ ترموزوں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن شریف کے مقامات متعددہ سے یہ امر روشن وآشکار ہے۔

(۱) اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تلک الرسل رکوع ۱۵

(۲) واتخذوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی جزو ۱۔ سورہ بقر

(۳) قل صدق اللہ فاتبعوا ملتہ ابراھیم حنیفا جزو ۴۔ سورہ آل عمران

دیکھو ان سب آیات سے پایا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملت ابراہیمی پر مبعوث تھے اور یہود ونصاریٰ کی شرائع ومصالح کے مقابلہ میں شرائع حنیفیہ کو ترجیح دیتے رہے۔ اور اس سے بڑھ کر وجہ مماثلت یہ ہونی چاہیئے کہ آپ کا وجود مبارک دعائے ابراہیمی کا نتیجہ تھا۔ اور اگر وجہ مماثلت خلق وخُلق میں متحقق ہو تو صحیح بخاری کی حدیث میں ہے ورأیت ابراھیم وانا اشبہ ولدہ بہ[۱] غرض ان سب وجوہات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ کہنے میں جو غلطی کھائی ہے وہ غلطی نہیں بلکہ مغالطہ بھی ہے۔ اور صرف آپکی طبع معنے خیز کا نتیجہ ہے اس قدر بیان مماثلت کے بعد میں پھر توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ و ۲۲ کی جانب توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ان میں نہایت گہرے پیرایہ میں ایک خاص بات کا ذکر کیا گیا ہے جس تک عام ذہنوں کی رسائی محال ہے۔ یعنی یہ کہ مرزا صاحب نے اپنے اور مسیح علیہ السلام میں خاصیت وقوت روحانی ثابت کرنے کے لئے حضرت مریم صدیقہ کے قصہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ پیدائش کو بدل دینا چاہا ہے حضرت مریم[۱] علیہا السلام کا روح القدس کو دیکھنا۔ اور اس کا بشارت[۲] فرزند دینا۔ ان کا تعجب[۳] کرنا۔ روح القدس کا[۴] حضرت صدیقہ کو قدرت وحکم ربانی سنا کر بشارت پر ایمان[۵] لانا۔ نفخ روح[۶]۔ اور پیدائش عیسیٰ[۷]

[۱] میں نے ابراہیم کو دیکھا میں اُن کی اولاد میں سب سے زیادہ اُن سے مشابہت رکھنے والا ہوں ۱۲

کا قصہ جو قرآن مجید میں مفصل و متعدد جگہ مذکور ہوا ہے۔ مرزا صاحب نے اُس کو روحانی اور عرفانی مرتبہ بتایا ہے۔ اور اس مرتبہ کے حصول کو ایک روحانی پیدائش[1] تعبیر کیا ہے۔ جو اس وقت ہوتی ہے۔ جب خدا کی روح اس محب کو نیا تولد بخشتی ہے"۔ اس سے کیا نکلتا ہے؟ حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا نہ ہونا۔ اور جو قصہ کہ قرآن مجید میں اُن کی تولد و پیدائش کی نسبت ہے اس کا سراسر استعارہ و مجاز ہونا[2]۔ مسلمان بیچارے جو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کو

---

[1] اس بیان میں جن الفاظ پر خط کھینچے گئے ہیں وہ توضیح المرام کے ہیں۔

[2] اگر اس قصہ کو بھی استعارہ بتایا گیا ہے تو محل تعجب نہیں۔ کیونکہ جناب مرزا صاحب کی رائے یہ ہے "کہ خدا تعالےٰ ہمیشہ استعارات سے کام لیتا ہے"۔ فتح اسلام صفحہ ۱۵ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنی کل شرایع و اصول و ارکان و قصص کو جناب مرزا کے روبرو پیش کر کے خدا کے مقصود اصلی معانی کو سمجھ لیں۔ ورنہ جو کچھ کہ وہ آج تک سمجھے ہوئے ہیں سب غلط ہے۔ کیونکہ ان سے مراد ہے۔ استعارہ۔ اور سمجھے ہوئے ہیں حقیقت۔

تاریخی واقعات کہ جو دنیا کے صفحہ پر ہو چکے ہیں۔ اور بتواتر ثابت ہیں اور اس بارہ میں ہمعصروں کے چشمدید واقعات اور عینی شہادتوں کا سلسلہ ہمارے تک پہونچا ہے اور سینکڑوں سال تک لاکھوں۔ کروڑوں اشخاص کا وہ ایک مسلمہ اعتقاد رہا ہے۔ اس کو استعارہ کہدینا کچھ جناب مرزا صاحب کا ہی پہلا کام نہیں ہے۔ مہابھارت کے ترجم بنگالی بابو نے جو دس سال سے انگریزی میں اس کتاب کا ترجمہ کر رہا ہے ایک مضمون میں لکھا ہے۔ کہ کورو اور پانڈوؤں کی لڑائی اور پانچ بھائیوں کا ایک عورت سے بیاہ کر لینا وغیرہ وغیرہ جو قصے مہابھارت میں مذکور ہیں یہ سب استعارات ہیں۔ کوروں سے نفس امارہ مراد ہے۔ جو جوا کھیلا کر اور ٹھگ کر دوسرے کا ملک لینا چاہتا تھا۔ اور پانڈوؤں سے نفس مطمئنہ مقصود ہے۔ جو اگرچہ ملک کا مالک بالاستحقاق ہے۔ مگر بھولا بھالا ہے۔ پانچ بھائیوں سے حواس خمسہ مراد ہیں۔ اور ایک جورو سے شہوت نفس مراد ہے۔ اسی طرح اُس نے تمام قصوں کو استعارہ کہکر بدل دیا ہے۔

پس اگر بنگالی بابو نے دس سال بعد مرزا صاحب نے واقعات مسلمہ کو استعارہ کہدیا تو اس میں نہ ان کی بدعت طبع ہے اور نہ ایک مبصر کی نگاہ میں یہ نئی بات۔ فقط

نشان قدرت ربانی سمجھتے تھے۔ وہ سمجھیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا جو قصہ کہ قرآن مجید میں نہایت صاف وواضح الفاظ میں ہے۔ وہ ہمارے بننے والے عیسیٰ کے نزدیک حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش کا قصہ نہیں۔ بلکہ وہ تو حضرت عیسیٰؑ کے ایک ایسے روحانی وعرفانی منصب کا ذکر ہے کہ اس کا وجود روحانی تولد و پیدائش ہوا کرتا ہے اور اس روح کو جسکو یہ منصب حاصل ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے۔ استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے۔ اہل ایمان غور کریں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ جن کو یہ منصب حاصل تھا ان کو (بقول وتحقیق مرزا صاحب) بطور استعارہ ابن اللہ کہنا بھی ٹھیک ہوا۔ اور اگر کوئی ان کو اس طرح ابن اللہ یا روح القدس کو جو ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے ابن کہدے۔ تو یہ شرک نہیں بلکہ پاک تثلیث ہے۔[1] اب ہم اس امر پر غور کرینگے کہ ان دونوں صفحوں کا نتیجہ کیا ہوا۔ یہ ہوا کہ۔

۱ اول تو حضرت مریم وحضرت عیسیٰؑ کے قصہ سے انکار ہے۔

۲ دویم۔ بطور استعارہ حضرت عیسےٰ کو ابن اللہ کہنا درست ہے

۳ سویم روح القدس کو ابن اللہ کہنا ٹھیک ہے۔

۴ چہارم۔ اور چونکہ یہ منصب ایک وجدانی عرفانی وروحانی منصب ہے۔ اس لئے جس کسی کو یہ منصب حاصل ہوجاوے اس کو ابن اللہ کہنا درست ہے۔

۵ پنجم۔ چونکہ جناب مرزا صاحب اور عیسیٰؑ علیہ السلام دونوں اس منصب میں شریک ہیں اور وحدت طبع وخاصیت میں متحد ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب[2] کو ابن اللہ کہنا ٹھیک ہے۔

۶ ششم اور ہر ایک ایسی تثلیث جو بندہ کی محبت کو مادہ اور خدا کی محبت کو نر اور جوان سے تیسری چیز پیدا ہوتی ہے اس کو ابن فرض کرنے سے قائم ہوسکتی ہے۔ وہ پاک تثلیث ہے

---

[1] توضیح المرام صفحہ ۲۱ و ۲۲

[2] صفحہ ۲۰ پر اسی کتاب توضیح کے ہے۔ جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور ابنیت کے لفظ سے تعبیر کرسکتے ہیں" اے اہل توحید آپ صاحبان کے لئے یہ بھی قابل غور ہے کہ جب مرزا صاحب

مسلمانو! بزرگو! ۔ دیکھا بھی ۔ پاک توحید کے ساتھ کیسی پاک تثلیث نکالی گئی ہے
بیشک ہم اس معنے کے لحاظ سے تو مرزا صاحب کو مجدد ہی کہہ سکتے ہیں ۔

جہاں تک بڑے بڑے انگریز فلاسفروں اور پادریوں کی تحریرات ہمارے تک پہونچی ہیں ۔ ہم نے ان میں دیکھا ہے ۔ کہ وہ تثلیث کی کیفیت بیان کرنے سے عاری و عاجز ہوتے ہیں ۔ بلکہ اُن کا متفقہ بیان یہ ہوتا ہے ۔ کہ "تثلیث کا پاک مسئلہ جس کی بنیاد اعلیٰ درجہ کے فلسفہ پر ہے ۔ اُس کی کیفیت فہم انسانی سے بالاتر ہے" جناب مرزا صاحب نے نصاریٰ پر نہایت احسان فرمایا ۔ کہ تجدید فرما کر اس سربستہ معمہ کو کھولا ۔ اور توحید کی طرح تثلیث کو بھی پاک ٹھہرایا ۔ اور استعارہ کے وسیع میدان میں لاکر خدا کی ایک مخلوق کی خدا کے ساتھ ابن ہونے کی نسبت کو صحیح کردیا ۔ اور اس ارشاد ربانی کو فراموش فرمادیا کہ تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا ان دعو للرحمٰن ولدا ! رب کریم اُس گندے عقیدہ کو جو سبب بعثت نبی صلی اللہ

(بقیہ حاشیہ ۹۸) استعارہ کے طور پر ابن اللہ بن گئے ۔ تو استعارہ کے طور پر وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود بھی بن گئے ۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے ۔ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین [۱] آجتک تو یہ سمجھا گیا تھا کہ نہ کوئی خدا کا بیٹا ہی ہے اور نہ کوئی خدا کے سوا محمد صلعم کا معبود ہے ۔ لیکن اب مرزا صاحب جب خدا کے بیٹے بن گئے ۔ تو وہ بگمان خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود بھی بن گئے ۔ نعوذ باللہ

ف اسلام نے ہر ایک ایسے لفظ کا استعمال جس میں ذرا سا دوسرا پہلو اور شک کی صورت ہو منع کردیا ہے ۔ مسلمان جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ۔ تو راعنا کہا کرتے یعنی "ہماری طرف دیکھئے" یہود آتے اور اسی موقعہ پر جب اس لفظ کا استعمال کرتے تو عین کی کسرہ ذرا کھینچکر کہتے جو راعینا ہو جاتا یعنی "اے ہمارے چرواہے ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ناگوار ہوا ۔ کہ مسلمان ایسے لفظ کا استعمال کریں جس میں ہانک لہجہ رسول کی ہتک شان کی صورت نکلتی اور یہود کی مشابہت ہوتی ہو ۔ اس لئے یہ حکم ہوا کہ یا ایہا الذین آمنو لا تقولوا راعنا و قالوا انظرنا ۔ مسلمانوں تم راعنا کے لفظ کا استعمال ہی چھوڑ دو ۔ اس کی جگہ انظرنا کہا کرو تو اب میں کہتا ہوں ۔ کہ اہل کتاب کی کتب سماویہ کو اگر غور سے دیکھا جاوے ۔ تو معلوم ہوگا ۔ کہ ابتدا میں یہود و نصاریٰ میں بھی انسان کو ابن اللہ کہنے کی رسم بطریق استعارہ بڑی تھی ۔ کہیں یعقوب علیہ السلام کو خدا کا پہلوٹا بیٹا کہا کہیں داؤد علیہ السلام کے کل لشکر والوں کو خدا کے بیٹے پکارا ۔ کہیں فرمان بردار آدمیوں اور فرمانبردار عورتوں کو خدا کے بیٹے اور خدا کی بیٹیاں کہا گیا ۔ وہ انسان کو خدا کا بیٹا کہا کرتے اور اس سے برگزیدہ اور محبوب مراد لیتے

[۱] کہدے اگر کوئی خدا کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا ۔ سورہ زخرف ۶

علیہ وسلم کو بیکار ثابت کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں سے دور کرے اور سب کو یہ سمجھا دے کہ مثیل عیسیٰؑ کے بننے کے دعوے میں اسلام کے سب سے بڑے رکن توحید کو بھی کتنا بڑا صدمہ پہونچایا گیا ہے۔ اور کیسے کیسے معانی تراشے گئے ہیں۔

بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۹۹

چنانچہ اس آیت سے بھی یہی واضح ہے وقالت الیھود والنصاریٰ نحن ابناء اللہ و احباؤہٗ کہ ابن و حبیب بطور مترادف معنے کے استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن شریعت اسلام نے جو سب کو توحید کے صافی چشمہ کا آب زلال پلانے والی تھی۔ اس اصطلاح کو بیخ و بُن سے اُکھاڑا۔ اور سب اصطلاحوں اور استعاروں کو شرک خالص بتلایا اور یوں پڑھ کر سنایا۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آیت مندرجہ متن میں دعوا للرحمن ابنا کہا گیا ہے۔ تاکہ استعارہ و کنایہ و مجاز و حقیقت سب کے لئے حاوی ہو۔ پس جب اسلام نے اخلاق میں اصلاح کی ہے۔ کہ راعنا کی جگہ اُنظرنا کہنے کی تعلیم دی۔ تو اب مرزا صاحب اعتقادات میں ابن اللہ بننے کے جو دعویدار بنتے ہیں اور اس کو استعارہ کی راہ سے جائز قرار دیتے ہیں۔ وہ اسلام کو کیا سمجھے ہوئے ہیں۔ جب جناب موصوف جانتے ہیں۔ کہ یہود و نصاریٰ جس لفظ ابن کو ابتدا میں استعارہ سمجھے تھے۔ بالآخر اسی کو حقیقت سمجھنے لگ گئے۔ اور اسی شرک کو دور کرنے اور توحید قائم کرنے کے واسطے رسول اللہ بھیجے گئے تو پھر کیوں پچھلے زمانہ کی مشرکانہ تاویلات و مجازات کی تعلیم کو مسلمانوں کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ اس قرآن مجید کی تعلیم پاک تو یہ ہے۔ کہ حضرت زید بن ثابت کو جو صحابہ بوجہ کمال محبت و عنایت رسول کریم زید بن محمد صلعم کہکر پکارا کرتے تھے۔ اور اپنے اس قول کو حقیقت بالکل نہیں سمجھتے تھے۔ ان کو بھی منع کیا گیا۔ اور حکم ہوا ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ کہ جس کا باپ معلوم ہو اس کے اصلی باپ کا نام لے کر پکارو۔ خدا کے ہاں یہی سچی اور انصاف کی بات ہے۔

مرزا صاحب بتلائیں کہ خدا تو استعارہ کے طور پر ایک انسان کو ایک انسان کا بیٹا کہنا ناجائز قرار دے۔ اور آپ خود خدا کے بیٹے بننے کو تیار ہوں۔ اور اس دانش پر نصاریٰ کے رد کا بھی ارادہ کریں +

محدثیت

اور مرزا صاحب کے اس فقرہ کا

اِس میں شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اِس اُمت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی[ل] ہی ہوتا ہے۔

جواب

رئیس المحدثین شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ[*] شعب الیقین کا ذکر کرتے کرتے فرماتے ہیں۔ کہ شعب یقین میں سے صدیقیت و محدثیت بھی ہے۔ اور ان دونوں کی حقیقت یہ ہے۔ کہ امت میں سے کوئی شخص اپنی اصل فطرت سے انبیا کا ایسا مشابہ ہو جیسا دانا شاگرد محقق استاد کا ہوتا ہے۔ پس اگر یہ مشابہت قوائے عقلیہ میں ہوتی ہے۔ تو اس مشابہت والے کا نام صدیق یا محدث ہوتا ہے۔ اور اگر یہ مشابہت قوائے عملیہ میں ہوتی ہے۔ تو اس کا نام شہید و حواری ہوتا ہے۔ اور ان ہی دونوں اقسام کی جانب اِس آیت میں اشارہ ہے و الذین آمنو اباللہ و رسولہ اولئک ھم الصدیقون و الشھداء اور صدیق و محدث کے درمیان فرق یہ ہے۔

[*] یکی از الہامات کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۰۲

ل صحیح بخاری کی حدیث میں صاف طور پر یہ آگیا ہے۔ و ما کان فی ما قبلکم محدثون من غیر ان یکونوا انبیاء ترجمہ یہ کہ محدث نبی نہیں ہوتے۔ لیکن مرزا صاحب برخلاف حدیث صحیح اپنی طرف سے یہ مستزاد کئے دیتے ہیں۔ کہ وہ نبی ہی ہوتا ہے۔ اتنا بھی غور نہیں کرتے۔ کہ محدث امت محمدیہ حضرت فاروق اعظم تھے تو جن کی منقبت میں یہ حدیث بھی موجود ہے۔ لو کان بعدی نبیا لکان عمر ساری عمر میں کبھی بھی اپنے آپ کو ایک قسم کا نبی نہ کہا۔ پھر مرزا صاحب خود محدث بن کر کس منہ سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اُن کو ان احادیث صحیحہ کے ابطال سے بھی شرم نہیں آتی۔

صفات صدیقین

صدیق کا نفس نفس نبی سے نہایت قریب الماخذ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کبریت کو آگ سے نسبت ہوتی ہے۔ پس صدیق جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنتا ہے۔ اُس کے نفس میں نہایت شاندار ہو کر واقع ہوتا ہے۔ اور اُس کے نفس پر شہادت کا تلقی شروع ہوتا ہے۔ اور یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جو علم اس کو حاصل اور روشن ہو گیا ہے۔ گویا وہ خود اسی کے اندر سے ملا ہے۔ کسی کی تقلید سے نہیں۔

اور انہی معنے کی طرف اِس حدیث میں اشارہ ہے۔ ان ابا بکر الصدیق کان یسمع دوئ صوت جبریل حین کان ینزل بالوحی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ ہاں صدیق کی شان یہ ہے۔ کہ اُس کی ذات میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہایت کاملیّت کیساتھ پیدا ہوتی ہے۔ جس سے بڑھ کر افزونی ممکن نہیں پس صدیق اپنے نفس اپنے مال کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنا اور ہر حال میں اُس کی موافقت میں رہتا ہے۔ چنانچہ نبی اللہ نے حضرت ابا بکر رضی اللہ عنہ کے حال سے یوں خبر دی ہے۔ انہ امن الناس علیہ فی مالہ و صحبتہ[۱] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کے حق میں یہ شہادت بھی دی ہے لو امکن ان یتخذ خلیلاً من الناس لکان ھو فذلک الخلیل[۲] اُس کی وجہ یہ ہے کہ انوار وحی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مقدس سے صدیق کے نفس مبارک پر پے در پے اُترا کرتے ہیں۔ اور جہاں تک کہ تاثر اور تاثیر فعل اور انفعال متواتر و مکرر ہوتے رہتے ہیں فنا و فدا کے مراتب حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ صدیق کا کمال جو کہ اُس کا غایت مقصد ہوتا ہے

---

[۱] ترجمہ مال کے خرچ کرنے اور مصاحبت کے لحاظ سے ابا بکر کا سب سے زیادہ مجھ پر احسان ہے۔
[۲] اگر انسانوں میں سے کسی کو خلیل بنانے کا امکان ہوتا۔ تو ابو بکر ہی حضور کا خلیل ہوتا ۱۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے اور کلام نبوی سُننے پر موقوف ہے۔ تو یہی ضروری ہے۔ کہ سب سے زیادہ حاضر صحبت نبوی صدیق ہی ہو۔ اور صدیق کی علامت میں سے یہ بھی ہے کہ تعبیر خواب میں سب سے بڑھ کر دانا ہو۔ اور اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ صدیق پر ادنٰے ادنٰے اسباب سے امور غیبیہ کا تلقی کیا جانا مقدر ہوتا ہے۔ اور یہی باعث ہے کہ واقعات کثیرہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے تعبیر پوچھا کرتے تھے۔

محدث کی صفات

محدث وہ ہے۔ کہ اُس کا نفس علم الملکوت کے بعض معادن کی طرف مبادرت کیا کرتا ہے پس جتنا کچھ کہ خدا نے اُس کے لئے مہیا کر دیا ہوتا ہے۔ محدث اُس علم میں سے لے لیتا ہے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے لئے باعث امداد اور انتظام بنی آدم میں سبب اصلاح ہو۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نہیں اُترتی۔ مگر اس کی مثال اُس شخص کی سی سمجھو۔ جو خواب میں اکثر حوادث کو جو ابھی ملکوت میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کی وضع ایجاد ہی پر دیکھ لیتا ہے۔ اور یہ محدثیت کا خاصہ ہے۔ کہ قرآن اُس کی رائے کے موافق اکثر حوادث میں نازل ہو۔ اور یہ بھی ہے۔ کہ وہ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے۔ گویا حضور دودھ سے خود سیر ہو کر پھر اپنا پس خوردہ محدث کو عطا کیا ہے۔

ترتیب استحقاق خلافت

صدیق خلافت کے لئے سب آدمیوں سے مقدم واولٰے ہوتا ہے۔ کیونکہ جو عنایت الٰہی کہ نبی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور جو نصرت و تائید خاص کہ نبی کو خدا کی جانب سے ملی ہوئی ہے صدیق کا نفس بھی ان سب کا محل و مورد ہوتا ہے۔ اور یہ حال ہو جاتا ہے۔ کہ گویا نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی روح مبارک صدیق کی زبان پر بول رہی ہے۔ ؎ حضرت عمر کے اس قول کے یہی معنے ہیں۔ جبکہ آپ لوگوں کو بیعت صدیق کے لئے بلا رہے تھے۔ تو آپ نے کہا تھا۔ فان یک محمد صلی اللہ علیہ وسلم قد مات فان اللہ قد جعل بین اظہرکم نورا تھتدون بہ ھدی اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وان ابا بکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثانی اثنین وانہ اولی الناس بامورکم فقوموا فبایعوہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے یہی معنے ہیں کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابا بکر وعمر اور یہی معنے ہیں اس آیت کے والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ لقد کان فیما قبلکم محدثون فان یکن فی امتی احد فعمر ؎۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ فتح الاسلام کے صفحہ ۱۷ پر اس حدیث کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ بزرگو۔ مسلمانو۔ اس بیان سے جو شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے اور ان آیات واحادیث صحیحہ سے جن پر شاہ صاحب مرحوم نے تمسک کیا ہے۔ کیسا صاف اور روشن ہو گیا کہ سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے امت محمدیہ میں کوئی محدث نہیں جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی کے سوا بھی کوئی نہیں اور ان صفات وخواص سے جو محدث میں ہوتے ہیں۔ یہ بھی ثابت ہو گیا ہے۔ کہ محدث کا عہد سعادت مہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکثر حوادث میں اس کی رائے کے موافق نازل ہونا زمانہ نزول قرآن کو اور اس زمانہ میں وجود محدث کو چاہتا ہے۔ اور صدیق کے بعد مستحق خلافت کا ہونا بھی عہد خلافت راشدہ کے اندر ہی وجود محدث کو ثابت کرتا ہے۔ نہ کہ چودہ سو ۱۴۰۰ صدی بعد کے زمانہ کو۔

؎ رواہ بخاری ومسلم وترمذی بخاری کی ایک روایت میں ابن عباس کا یہ قول بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ محدث ہو گا۔

وجود ملائکہ

مرزا صاحب نے وجود ملائکہ کی نسبت یونانی خیالات فلسفیانہ تاویلات بیان کی ہیں۔ اور تعلیم اسلام پر دساتیر و وید کی تعلیم کو ترجیح دی ہے۔ ملائک کے فی الخارج وجود کا انکار کیا ہے اور وید و دساتیر کے مذہب کے موافق ان کو ارواح کواکب بتلایا ہے۔ ان کا چلنا پھرنا زمین پر آنا محال کہا ہے۔ اِس لئے چند آیات و احادیث سے اِس عقیدہ کی تکذیب کی جاتی ہے۔

الف۔ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا
سِیْءَ بِہِمْ وَضَاقَ بِہِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ
ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ۔ وَجَاءَہٗ قَوْمُہٗ
یُھْرَعُوْنَ اِلَیْہِ۔ وَمِنْ قَبْلُ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ
السَّیِّئٰتِ قَالَ یٰقَوْمِ ھٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ
ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ۔ فَاتَّقُوا اللہَ وَلَا
تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ
رَّشِیْدٌ۔ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا
فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّکَ لَتَعْلَمُ
مَا نُرِیْدُ۔ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِقُوَّۃٍ اَوْ
اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ۔ قَالُوْا یٰلُوْطُ
اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ
فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا
یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَکَ

جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے وہ
ان کے آنے سے تنگ دل ہوا اور اپنے جی میں رک
گیا اور بولا آج کا دن بڑا سخت ہے۔ اور اس کے
پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی آئی۔ یہ پہلے
سے برے کام کرتے تھے (حضرت لوط نے) کہا لوگو
یہ میری بیٹیاں ہیں۔ جو تم کو ان سے پاک تر ہیں۔
تم اللہ سے ڈرو۔ اور مجھکو میرے مہمانوں میں
رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی نیک راہ نہیں ہے
(لوگوں نے) کہا تو جان چکا ہے۔ کہ ہم کو تیری
بیٹیوں سے کچھ دعویٰ نہیں۔ اور تجھ کو تو معلوم ہے
جو کچھ ہم چاہتے ہیں (لوط نے) کہا اگر مجھکو تمہارے
سامنے زور ہوتا یا میں مضبوط جگہ میں ہوتا (تو تم
ایسا نہ کر سکتے) (مہمان) بولے اے لوط ہم تیرے
رب کے فرستادہ ہیں۔ یہ لوگ تجھ تک ہرگز نہ پہونچ سکینگے

اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَا اَصَابَهُمْ ۔ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۔ ہود رکوع ۷

تم کچھ رات سے اپنے گھر والوں کو اپنی عورت کے سوا، لیکر نکلو اور تم میں کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے، تیری عورت پر تو وہی کچھ آئیگا جو اُن پر آئیگا۔ ہاں اُن کے وعدہ کا وقت صبح ہے۔ کیا صبح نزدیک نہیں ہے پس جب ہمارا حکم پہونچا ہم نے وہ بستی زیر و زبر کردی۔ اور اس پر تہ بتہ کنکر پتھریاں برسائیں۔

قوم لوط جیسے فساق فجار کا ملائکہ کو جو متمثل بہ بشر تھے دیکھنا۔ حضرت لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لینا حضرت کی پریشانی۔ فرشتوں کا نبی اللہ کو اطمینان دلانا۔ اگلی صبح تمام بستی کو خراب و تباہ کردینا۔ کیا یہ سب کچھ ارواح کواکب کا بیان ہے۔ روح تو حیوانات کی بھی نظر نہیں آتی ان غیر مادی اجرام کی روح نے تمثل کیونکر حاصل کرلیا اور اگر "فرشتے ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے" (توضیح ۳۲) تو یہ کون تھے جو یہ سب کرشمے لوط اور قوم لوط کو دکھلا گئے؟

(ب)

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۔ دیکھو تمام رکوع ۲ ۔ والذاریات

کیا تجھکو ابراہیم کے عزت والے مہمانوں کی خبر پہونچی ہے۔

حضرت ابراہیم کے گھر فرشتوں کا مہمان بن کر آنا۔ خلیل الرحمٰن کا اُن کے لئے کھانا تیار کرنا۔ فرشتوں کا نہ کھانا۔ بیٹے کی ولادت کا وعدہ۔ اور بشارت خدا کی طرف سے دینا کیا یہ ارواح کواکب کا کام ہے۔ جو ذرہ بھر آگے پیچھے نہیں ہوتے ہیں۔

(ج) اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۔ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ

جب تو مومنوں کو کہنے لگا کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہارا رب تم کو مدد بھیجے۔ تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہوں۔ البتہ اگر تم ٹھہرے رہو اور پرہیزگاری کرو اور وہ اسی دم

يمددكم ربكم بخمسة آلاف من الملائكة مسومين ۵	تم پر آویں تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچہزار فرشتوں سے جو پلے ہوئے گھوڑے پر ہوں۔

پہلے تین ہزار فرشتوں کی تعداد کا بتلانا۔ اور منزلین اُن کی صفت لانا۔ پھر پانچہزار فرشتوں کے ساتھ امداد کا کیا جانا۔ اور مسومین ان کی صفت بتلانا۔ کیا یہ سب ارواح کواکب ہیں۔ کیا یہی وہ ارواح ہیں۔ جن کو ذرہ بھر جنبش نہیں؟

(د) فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشراً سویا	پھر ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اس کے سامنے بھرپور مرد بن کر کھڑا ہوا۔

غور کیجئے یہاں بھی روح کواکب ہی بھیجی گئی۔ یا روح القدس۔ پھر بھرپور مرد بن کر کون کھڑا ہوا تھا۔ اور یہ جواب بھی کس نے دیا تھا۔

(ہ) قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا	اس نے کہا میں تیرے خدا کا فرشتہ ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ تجھکو ایک ستھرا لڑکا دے جاؤں۔

کیا یہ روح کواکب ہی کے کرشمے ہیں۔ جس کو ذرہ برابر جنبش نہیں۔

اب احادیث کی طرف رجوع کیجئے۔ اوّل اس حدیث کو لیجئے جس میں ایک سائل آیا۔ اُس کی صورت۔ وضع۔ لباس صحابہ کو حیرت میں ڈال دینے والے تھے۔ اُس نے اسلام اور ایمان کے متعلق سوال کئے اور چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(و) فانہ جبرئیل علیہ السلام اتاکم لیعلمکم دینکم	یہ حضرت جبرئیل تھے۔ اس لئے آئے تھے کہ تم کو تمہارا دین سکھلائیں۔

رواہ بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابی داؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ یاد رہے اس کے راوی بھی حضرت عمر فاروق ہیں

(ز) دوسری حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یوم بدر ھذا جبرئیل اخذ براس فرسہ علیہ اداۃ الحرب۔ رواہ البخاری

بدر کے دن فرمایا۔ یہ جبرئیل ہے۔ جو سلاحِ جنگ پہنے گھوڑا پکڑے کھڑا ہے۔

مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو کر آنا روح کو کب کا کام ہے یا خدا تعالیٰ کے فرشتہ کا۔ (ح) جبرئیل علیہ السلام کا گھوڑے پر چڑھ کر آنا۔ جنود فرعون کا اُن کو دیکھنا۔ سامری کا خاک نعل اسپ اُٹھا لینا۔ جملہ تفاسیر قرآن مجید میں موجود ہے۔

احادیث صحیحہ اور بھی اس امر میں بے شمار مل سکتی ہیں۔

(ط) مثلاً دو روز تک جبرئیل علیہ السلام کا رسول اللہ صلعم کو نماز پڑھوانا۔

(ی) رمضان میں رسول کریم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا۔

(ک) دحیہ صحابی کی شکل پر آنا۔

(ل) رسولِ کریم کا ام المومنین عائشہ یا صدیق اکبر سے فرمانا کہ جبرئیل ہے۔ اور تم کو سلام پہونچاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

سچے مسلمانوں کو لازم ہے۔ کہ بمقابلہ ارشادات نبوی کے معتقدات مجوس کو صحیح نہ ہو جاویں۔ امتھوکون انتم کما تھوکت الیھود والنصارٰی الخ [۱]

الدجال

دجال کی بحث آغاز کرنے سے پہلے میں مناسب خیال کرتا ہوں۔ کہ ابن صیاد کا قصہ بھی لکھدوں۔ کیونکہ اکثر اشخاص اس قصہ میں آکر سرگردان ہو جاتے ہیں۔

واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی اُس سنت کے مطابق جو حضرت نوح کے عہد سے معمول چلی آتی تھی۔ اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا

[۱] کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح بھٹک جانا چاہتے ہو ۱۲

ابن صیاد

اور یہ بھی فرمایا کہ دجال کے ماں باپ کے گھر میں تیس برس تک تو اولاد ہی نہ ہوگی۔ تیس برس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ کانا۔ بڑی بڑی داڑھ ہوں کچلیوں والا (پیدا ہونے والے) لڑکوں میں اس کی منفعت کم ہوگی۔ اُس کی آنکھیں سویا کرینگی۔ اس کا دل نہ سوئے گا۔ ہاں اُس کا باپ قد کا لمبا، خشک گوشت ہوگا۔ اُس کی ناک ایسی ہوگی جیسے چونچ۔ اُس کی ماں موٹی چوڑی۔ لمبی ہوگی۔ جس کے دونوں ہاتھ لمبے ہونگے۔ ابی بکرہ صحابی کہتے ہیں۔ ہم نے سنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ مَیں اور زبیر بن العوام ملکر گئے۔ مولود کے ماں باپ ویسے ہی تھے۔ جیسا کہ رسول کریم نے فرمایا تھا۔ ہم نے پوچھا۔ تمہارے کوئی لڑکا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تیس برس تک تو ہمارے گھر میں اولاد نہیں ہوئی۔ پھر ہمارے ایک لڑکا کانا بڑے دانتوں والا منفعت میں کم پیدا ہوا جن کی آنکھیں سوتی ہیں۔ اور دل نہیں سوتا۔ ابوبکرہ کہتے ہیں۔ ہم (یہ باتیں کرکے) نکلے وہ لڑکا بھی دھوپ میں چادر لئے پڑا تھا۔ اس کی ہلکی ہلکی آواز ایسی نکل رہی تھی جو سمجھ میں نہ آئے۔ اُس نے سر کھولا اور کہا تم کیا کہتے تھے۔ ہم نے کہا۔ کیا تو نے ہماری بات کو سُن لیا ہے؟ لڑکا بولا ہاں میری آنکھیں سوتی ہیں۔ میرا دل نہیں سوتا۔ ناظرین یہی لڑکا ابن صیاد ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال کا حلیہ۔ دجّال کے ماں باپ کا حلیہ جو ابن صیاد کی پیدائش سے پہلے فرمادیا تھا۔ جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ وہ ابن صیاد اور اُس کے والدین پر ٹھیک ٹھیک مطابق ہے۔ تو ان دلدادگان صداقت نبوی نے یقین کر لیا کہ دجّال معہود یہی ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر حضرت عمر فاروق رضؓ کی قسم تھی اور اسی بناء پر حضرت ابن عمر کا یہ قول مَا اَشُكُّ اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اِبْنُ صَيَّادٍ ۔ **ترجمہ** مجھے ابن صیاد کے الدجال ہونے میں کچھ شک نہیں ۱۲۔

ابن صیاد کے قصہ نے اتنا طول پکڑا کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُسے دیکھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ ایک بار تشریف لے گئے۔ ابن صیاد سو رہا تھا

اور کچھ بڑبڑاتا تھا۔ رسولِ کریم نے چاہا۔ اُس کی بڑبڑاہٹ کو سن پائیں۔ مگر اُس کی ماں نے اُسے اُٹھا دیا۔ ایک دفعہ آپ تشریف لے گئے۔ جب ابن صیاد قریب بلوغ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ایک سوال کئے۔ اور پھر فرمایا۔ اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ ترجمہ۔ دور ہو تو اپنی قدر سے نہ بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر نے عرض کی۔ اجازت ہے آپ سے قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا۔ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهٗ اِنَّمَا صَاحِبُهٗ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ اَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْعَهْدِ۔ یعنی اگر یہ (ابن صیاد) وہی (ابن صیاد) وہ (دجال معہود) ہے جب تو تو اس کا قاتل نہیں۔ بلکہ اس کے قاتل عیسیٰ بن مریم ہیں۔ اور اگر یہ (ابن صیاد) وہ (دجال معہود) نہیں ہے۔ تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا سزاوار نہیں۔

یہ ہیں رسول کریم کے الفاظ۔ ان الفاظ پر اصول بلاغت و معانی سے نظر ڈالو۔ کہ مفہوم فاروقی سوال میں اور مقصود محمدی جواب میں کیا تھا؟ چونکہ ابن صیاد اُن علامات میں جو دجال معہود کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر چکے تھے۔ دجال معہود کا مثیل تھا۔ اس لئے اِن قرائن کے مجتمع ہو جانے سے حضرت فاروق نے اُس کے دجال معہود ہونے کا گمان کر لیا۔ . . . . . . اور گمان کرتے ہی چاہا کہ چشمۂ اسلام کو اُس کے

ف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس الہامی پیشین گوئی پر خیال کرو۔ اور ان الفاظ کے معانی سمجھو۔ کہ ابن صیاد کا اپنی زندگی بھر کوئی فتنہ برپا نہ کر سکنے۔ نیز کوئی معتد بہا عزت و شہرت نہ پا سکنے کو کیسے واضح لفظوں میں بیان کر کے خود ابن صیاد کو نیز صحابہ کو سنا دیا کہ یہ وہ دجال نہیں ہے۔ جس کے فتنہ و شر سے اعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال پڑھ کر دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ بلکہ یہ تو ایک ایسا شخص ہے۔ جو نہایت کس مپرسی کے ساتھ اپنی زندگی کو پورا کرے گا۔ اور اسلام یا مسلمانوں کو ذرا بھی نقصان و مضرت نہ پہونچا سکے گا۔ اور اس دجال کے سحر و کہانت سے عشر عشیر اور اس کے فتنہ و فساد کی قدر تنبیر کو بھی نہ پہونچ سکے گا۔ اس کلام کے سامعین میں حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق بھی ہیں۔ دیکھو بخاری و مسلم۔

ناپاک فتنوں سے صاف رکھنے کے لئے اس کا کام تمام کر ڈالیں۔ اس خیال کی تصدیق اور اجازت کے لئے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم مانگا۔ تو سبحان اللہ کیا لطیف جواب دیا ہے۔ کہ اے عمر کیا تو ابن صیاد کو دجال معہود سمجھ بیٹھا ہے۔ ہاں اگر یہ دجال معہود ہوتا تو پھر تیرا قتل کر سکنا۔ اور قتل کی قدرت رکھنا (جیسا کہ اُس وقت حضرت فاروق کو حاصل تھی) کیا معنے رکھتا ہے۔ کیونکہ دجال معہود کو تو عیسیٰ بن مریم کے سوا اور کوئی قتل نہ کر سکیگا۔ اور جب یہ یقینی بات ہے اور ابن صیاد یقیناً وہی نہیں۔ تو پھر کیوں عہد نامہ کے خلاف یہودیوں کا ایک شخص قتل کیا جائے۔ اس ارشاد نبوی سے حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ محض حلیہ کی مماثلت و مشابہت کافی نہیں۔ اور صرف اسی بناء پر ایک ذمی کا قتل کرنا ٹھیک نہیں چنانچہ وہ چھوڑ دیا گیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً دجال معہود کی علامات و نشانات کی زیادہ تر توضیح فرما دی۔ جیسی کہ ہم کہیں گے۔ تو کیا ان سب مراتب کے بپایہ ثبوت پہونچ جانے کے بعد بھی کوئی شخص خیال کرتا رہیگا۔ کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے؟

ابن صیاد کا قصہ ختم کرنے سے پہلے میں ناظرین کو دو تلمیحوں پر توجہ دلانا چاہتا ہوں

اوّل۔ سب صاحب اُس فقرہ پر غور فرما دیں۔ جو معصوم نبی کی پاک زبان سے نکلا ہوا فقرہ ہے۔ اِنْ یَکُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَہٗ اِنَّمَا صَاحِبُہٗ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ کہ اگر ابن صیاد کو حسب تحقیق مرزا صاحب دجال معہود مانا جائے تو اس کا مرزا صاحب کے زمانہ تک (جو عیسیٰ بن مریم کے لفظ سے اپنی ذات کو مراد لیتے ہیں) زندہ رہنا ضروری لازمی امر ہے۔ اور اس طول حیات سے اُس کے لئے وہ سب کچھ جائز رکھنا پڑتا ہے۔

له جناب مرزا صاحب اس جگہ پر بھی غور فرما دیں گے کہ اگر دجال معہود کا حلیہ میں مثیل ابن صیاد تھا تو عیسیٰ بن مریم کے مثیل سپید سے بال اور گیہوں رنگ والے اکیلے ہندوستان کے ملک میں کروڑوں ہیں بس نہ جناب کی کچھ خصوصیت ہی ہے اور نہ اثبات دعاوی کے لئے کچھ مفید ہے۔ ۱۲

جس کو مرزا صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے جائز نہیں رکھتے۔ مثلاً صد یوں تک انحطاط جسمی و تغیرات دوری سے محفوظ رہنا۔ اور علاوہ اس کے کہ مرزا صاحب کے بہت سے دعاوی و اصول پر پانی پھیر دیتا ہے۔ دجال کا مرتبہ اُنکو مسیح کے منصب سے زیادہ ماننا لازم آتا ہے۔

لیکن اگر یہ جائز ہو کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہو۔ اور وہ بننے والے مسیح مرزا صاحب سے تیرہ سو برس پہلے بھی مر جاوے۔ اور عیسیٰ بن مریم کے لفظ سے کلام نبوی میں مراد مرزا صاحب ہی کی ذات ہو۔ تب اِنَّمَا صَاحِبُہٗ عِیْسٰے ابن مریم کے کیا معنی ہونگے؟

دوم - نتیجہ یہ ہے۔ کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو جو دجال اور اُس کے ماں باپ کے حلیہ میں استعمال ہوئے تھے۔ ظاہر ہی پر محمول کیا۔ چنانچہ بعض علامات کی مطابقت کی وجہ سے ابن صیاد کو دجال کہنے کا یہی باعث تھا۔ ہاں نہ صرف صحابہ ہی نے اُن الفاظ کو ظاہر اور حقیقت پر محمول کیا۔ بلکہ خود رسول کریم نے بھی اپنی پیشین گوئی کو استعارہ یا مجاز نہیں سمجھا۔ اور لفظ دجال کو اسم جنس وغیرہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ ٹھیک حقیقت ہی سمجھا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ابن صیاد کو دیکھنے کے واسطے تشریف لیجانا ہمارے مدعا کو خوب ثابت کر رہا ہے۔

اب (براہِ مہربانی) مرزا صاحب بتلائیں کہ انہوں نے دجال کے لفظ سے برخلاف مفہوم محمدی و اصحاب محمدی کے کئی کروڑ[1] شخصوں کو دجال کہاں سے کہہ دیا ہے؟

[1] لطیفہ۔ پادریوں کو دجال کہنے میں ایک بہت بڑی غلطی یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ نوح سے لیکر ہر نبی اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈراتے رہے ہیں۔ نوح سے محمد رسول اللہ صلعم تک انبیاء کے اندر حضرت عیسیٰ بھی آ گئے ہیں اگر دجال سے مراد پادریوں کا گروہ ہے تو حضرت عیسیٰ کا اپنی قوم کو ڈرانا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خود علماء قوم سے ڈرایا۔ اور اپنے پیروان مذہب کو خود ملاّان مذہب سے خوف دلایا۔ نہیں بلکہ یہ ثابت کیا کہ اُن کے مذہب میں جو کوئی شخص علم دین حاصل کریگا وہی دجالی منصب کو پہنچ جائیگا۔

ہاں۔ مسلم و بخاری کی حدیث میں جس کے راوی ابی ہریرہ ہیں۔ یہ بھی ہے۔ کہ "بنی تمیم میری امت میں سے دجال پر سب سے زیادہ سخت ہیں" پس اگر پادری دجال ہیں تو بنی تمیم کی اُن پر سختی آج تک کیا ثابت ہوئی ہے۔؟

اِس نتیجہ سے منضم یہ امر بھی ہے۔ کہ جب دجّال معہود خاص ایک ہی شخص سے کلام نبوی میں مراد ہے۔ خواہ وہ شخص مرزا صاحب کی تحقیقات کے بموجب ابن صیاد ہے۔ خواہ ہمارے استدلالات کی رُو سے کوئی اَور۔ بہرحال وہ ایک شخص واحد ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ اُس شخص واحد نے اب تک خروج نہیں کیا۔ اور مرزا صاحب نے بھی آجتک اپنے زمانہ کے کسی شخص واحد کو دجّال کہکر اُس کے خروج کو ثابت نہیں کیا۔ (اور نہ وہ ثابت کر سکیں گے) تو ثابت ہوا کہ خروج دجّال معہود سے پہلے دعوا کرنے والا شخص مسیح نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یہی اصول مسلمہ ازالہ ۲۱۷

ابن صیاد کا قصہ اِس قدر لکھنے کے بعد اب ہم دجّال کے بارہ میں اُن احادیث کو لکھنا چاہتے ہیں جن میں علاوہ اُن علامات و نشانات کے جن کی مطابقت و مماثلت ہونے کی وجہ سے بعض صحابہ کرام کا گمان ابن صیاد کے دجّال معہود ہونے پر ہو گیا تھا رسول کریم نے دجّال معہود کی بہت سی ایسی علامات و نشانات کا ذکر فرمایا ہے۔ جو ابن صیاد میں نہ پائی جاتی تھیں۔ بلکہ دجّال معہود کی ذات سے خاص ہیں۔ تاکہ ارباب تحقیق استلذاذ ایمانی کے ساتھ اپنی چشم بصیرت کو روشن کر سکیں۔ ترمذی میں ابی بکر صدیق سے روایت ہے" دجّال زمین مشرق سے نکلیگا جس کا نام خراسان ہے۔ اُس کے ساتھ کتنی ہی قومیں ہونگی۔ جن کے چہرے سپر جیسے تہ بتہ پھولے ہوئے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نہ تو ابن صیاد ہی دجّال معہود تھا۔ کیونکہ وہ عرب میں پیدا ہوا اور عرب میں ہی مرا۔ اور نہ گروہ پادریان ہی ہے۔ جو امریکن اور یورپین ہیں۔ دجّال معہود تو خراسانی ہوگا۔ اور اُس کے لشکر کا اکثر حصہ تاتاری لوگ ہونگے۔ مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے کہ" اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجّال کے تابع ہونگے۔ اُن پر سیاہ چادریں ہونگی"

یہ دجّال کے بقیہ لشکر کا بیان ہے۔ سیاہ چادریں قومی وردی کے طور پر استعمال کرنے ابن صیاد یا پادریوں وغیرہ پر یہ بات کب صادق آتی ہے۔

بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ "دجال مدینہ کو آویگا۔ تو فرشتوں کو پاویگا۔ کہ اُس کی چوکیداری کرتے ہیں۔ سو اُس کے نزدیک نہ آویگا۔ اور انشاءاللہ مدینہ میں طاعون بھی نہ آئیگی"۔

ابن صیاد کا جنم مدینہ کا ہے۔ وہ الدجال نہیں ہو سکتا

بخاری و مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے۔ "ہر ایک نبی نے اپنی امت کو کانے بڑے جھوٹے سے ڈرایا ہے۔ خبردار ہو کہ وہ کانا ہوگا۔ اور بیشک تمہارا خدا کانا نہیں۔ اور دجّال کی آنکھوں کے درمیان ک۔ ف۔ ر (کافر) لکھا ہوگا۔

اس حدیث میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا ہے۔ کہ الدّجال خدائی کا دعویدار اور الوہیت کا مدعی ہوگا یہی وجہ ہے۔ کہ رسولِ خدا نے خدائے عزّ وجل کی نقص و عیب سے تنزیہ اور دجال کی اُس کی علامت بینہ و مکتوبہ سے تذلیل فرما دی۔ اور ظاہر فرما دیا کہ اُس کی پیشانی میں "کافر" لکھا ہوگا۔

ابن صیاد نے نبوت کا خیال تو باندھا تھا۔ لیکن خدائی دعویٰ کا نہیں کیا۔ بعد میں مسلمان بھی ہو گیا تھا۔

صحیح مسلم میں فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کس واسطے جمع کیا ہے"۔ ہم سب نے کہا اللہ اور اُس کا رسول دانا تر ہے

ف[1] یہ اعتراض کہ اگر اُس کی پیشانی میں ک۔ ف۔ ر لکھا ہوگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر فاروق نے ابن صیاد پر، دجال معہود ہونے کا گمان کیوں کیا۔ محض ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اور تحقیق یہ ہے۔ کہ جب لوگ ابن صیاد کو ان علامات کی وجہ سے جن میں وہ الدّجال کا مثیل تھا۔ الدجّال گمان کرنے لگے۔ تو باعلام ربانی الدّجال کی وہ دیگر علامات بھی بتلائی گئیں۔ جو پہلے بیان میں نہ آئی تھیں۔ اور نہ ابن صیاد میں پائی جاتی تھیں مثلاً اُس کا زمین مشرق وارض خراسان سے نکلنا۔ اولاد کا نہ ہونا۔ مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہو سکنا پیشانی پر ک۔ ف۔ ر لکھا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ کوئی اشکال نہیں ہے۔ ۱۲

حضرت نے فرمایا" میں نے تم کو خوشی سنانے یا ڈر سنانے کے لئے اکٹھا نہیں کیا۔ میں نے
تو تم کو اس واسطے جمع کیا ہے۔ کہ تمیم داری ایک مرد نصرانی تھا۔ وہ آیا۔ اور اس نے بیعت
کی۔ اور مسلمان ہوا۔ اور مجھ سے ایسی بات کہی جو اس بات کے موافق پڑی جو میں تم کو
دجّال مسیح کے بارہ میں کہا کرتا تھا۔ اس نے مجھے یوں کہا۔ کہ تمیم سمندر کے جہاز میں تیس
آدمیوں کے ساتھ جو لخم اور جذام کی قوم سے تھے۔ سوار ہوا۔ سمندر میں ایک مہینہ بھر
تک موج ان سے کھیلا کی (یعنی طوفان رہا) پھر وہ لوگ سمندر میں مغرب کے وقت ایک
جزیرہ کو جا لگے۔ اور جہاز سے پلوار میں بیٹھکر جزیرہ میں داخل ہو گئے۔ تو ان کو ایک دابہ
بھاری دم۔ موٹے بالوں والا ملا۔ کہ اس کا آگا پیچھا بالوں کے ہجوم سے دریافت نہ ہوتا تھا
لوگوں نے کہا او کمبخت تو کیا ہے۔ اس نے کہا میں جاسوس ہوں۔ لوگوں نے کہا جاسوس کیا؟
اس نے کہا۔ لوگو! اس مرد کے پاس چلو جو دیر میں ہے۔ اس واسطے کہ وہ تمہاری خبر کا
نہایت مشتاق ہے۔ تمیم نے کہا جب اس نے مرد کا نام لیا تو ہم اس سے ڈرے۔ کہ کہیں
شیطان نہ ہو۔ پھر ہم جلدی جلدی چلکر دیر میں جا داخل ہوئے۔ یکایک اس میں
ایک بڑا دہشت ناک آدمی نظر آیا۔ ہم نے ویسا مخلوق اور ایسا سخت جکڑا ہوا کبھی
نہیں دیکھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ۔ دونوں زانوؤں کے درمیان۔ دونوں
ٹخنوں تک لوہے سے جکڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے کہا کمبخت تو کیا چیز ہے۔ اس نے
کہا تم میری خبر پر قابو پاؤ گے۔ (یعنی تم کو کچھ تو میرا حال معلوم ہو گیا۔ اور کچھ اور زیادہ معلوم ہو گا)
اب تم مجھکو بتلاؤ۔ کہ تم کون ہو؟ لوگوں نے کہا ہم عرب ہیں۔ ہم سمندر کے جہاز میں سوار
ہوئے تھے۔ ہم نے سمندر کو جوش میں پایا۔ اور دریائی موجیں ایک مہینہ تک ہم سے کھیلا کیں
پھر ہم اس ٹاپو سے آ لگے۔ اور چھوٹی کشتی میں بیٹھکر یہاں آ داخل ہوئے۔ پھر ہم کو ایک
بھاری دم کا دابہ بہت بالوں والا ملا۔ اس کے بالوں کی کثرت سے اس کا آگا پیچھا ہم نہ جانتے تھے
ہم نے اس سے کہا کمبخت تو کیا چیز ہے۔ اس نے کہا جاسوس ہوں۔ ہم نے کہا۔ جاسوس کیا؟

اُس نے کہا اُس مرد کے پاس چلو جو دیر میں ہے۔ البتہ وہ تمہاری خبر کا مشتاق ہے سو ہم
جلدی کرتے ہوئے تیرے پاس آئے۔ اور اُس سے بھی ڈرے کہ کہیں بھوت پریت نہ ہو۔
پھر اُس مرد نے کہا مجھ کو بیسان کے نخلستان کی خبر دو۔ ہم نے کہا تو اُس کا کونسا حال پوچھتا
ہے۔ اُس نے کہا۔ میں اُس کے نخلستان سے پوچھتا ہوں کہ پھلتا ہے؟ ہم نے کہا ہاں
پھلتا ہے۔ اُس نے کہا خبردار ہو۔ عنقریب ہے کہ وہ مقرر نہ پھلے گا۔ پھر اُس نے کہا مجھکو
طبرستان کے دریا سے بتلاؤ۔ ہم نے کہا کونسا حال اُس کا پوچھتا ہے۔ اُس نے کہا۔ اُس میں
پانی ہے۔ لوگوں نے کہا۔ اُس میں پانی بہت ہے۔ اُس نے کہا البتہ اُس کا پانی عنقریب جاتا
رہیگا۔ اُس نے کہا مجھکو زغر کے چشمہ کی خبر دو۔ لوگوں نے کہا کونسا حال چشمہ کا پوچھتا ہے۔
اُس نے کہا اُس میں پانی ہے؟ اور وہاں کے لوگ اُس چشمہ کے پانی سے کھیتی کیا کرتے
ہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ اُس میں پانی بہت ہے۔ اور لوگ اُس پانی سے کھیتی کیا کرتے ہیں۔
اُس نے کہا مجھکو اُمیوں کے نبیؐ کی خبر دو۔ کہ اُس نے کیا کیا؟ لوگوں نے کہا وہ مکہ سے نکلا اور
مدینہ میں اُترا۔ اُس نے کہا۔ کیا عرب اُس نبیؐ سے لڑے؟ ہم نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا اُس نبی
نے اُن کے ساتھ کیونکر کیا۔ ہم نے کہا۔ وہ اپنے گرد و پیش کے عرب پر غالب ہو گیا۔ اور
انہوں نے اُس کی اطاعت قبول کی۔ اُس نے لوگوں سے پوچھا کیا یہ بات ہو چکی؟ ہم نے
کہا ہاں۔ اُس نے کہا خبردار ہو کہ یہ بات اُن کے حق میں بیشک بہتر ہے۔ کہ اُس کے فرمانبردار
ہوں۔ اور میں تم کو اپنی خبر بتاتا ہوں کہ میں مسیح[۱] ہوں۔ اور البتہ عنقریب ہے کہ مجھکو نکلنے کی
اجازت ہو۔ سو نکلونگا۔ اور سیر کرونگا۔ اور کسی گاؤں کو نہ چھوڑونگا۔ مگر یہ کہ میں اُس میں
اُترونگا۔ چالیس رات کے اندر۔ سوا مکہ اور طیبہ کے۔ کہ وہاں کا جانا مجھپر حرام ہے۔ جب میں
چاہونگا۔ کہ اُن دو بستیوں میں سے کسی میں جاؤں۔ تو میرے آگے ایک فرشتہ بڑھ آویگا
اور اُس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی۔ کہ مجھکو وہاں کے جانے سے روکیگا۔ البتہ اُس کے ہر ایک

[۱] آنکھ کے ممسوح ہونے کی وجہ سے مسیح ٹھہرا۔

ناکہ پر فرشتہ ہونگے۔ کہ اُس کی حفاظت کرتے ہونگے۔

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عصا سے اپنے ممبر کو ٹھکورا دیا۔ اور فرمایا طیبہ یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ خبر دار ہو۔ بھلا میں تم کو اِس حال کی خبر دے چکا؟ اصحاب نے عرض کی ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھکو تمیم کی بات۔ جو اُس بات کے موافق پڑی۔ جو میں تم کو دجال اور مکہ و مدینہ کے حال سے خبر دیا کرتا تھا۔ اچھی لگی۔ خبر دار ہو کہ دجال دریائے شام یا دریائے یمن میں ہے۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے۔ پھر حضرت نے مشرق کی طرف اشارہ بھی کیا۔

ا؎ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریائے شام و یمن فرمایا۔ مگر فوراً اعلام ربانی سے آگاہ ہو کر مشرق کی طرف فرمادیا۔ اور اِسی کو خوب ذہن نشین مردم کرنے کے لئے یہی فقرہ تین بار دہرایا اور پھر دست مبارک سے مشرق کی جانب اشارہ بھی کر دیا۔ ترمذی میں جو صدیق اکبر کی روایت سے حدیث ہے۔ اُس میں صاف طور پر ارض مشرق و خراسان مذکور ہے۔

۲؎ جناب مرزا صاحب بقسم آپ کو اُس ذات پاک کی جس کے الہام سے مشرف ہونے کا آپ دعوی کرتے ہیں۔ کہ ایک صحابی کی روایت۔ اکتیس شخصوں کی رویت۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رویت اور روایت کا تصدیق کرنا۔ اور صحابہ کے بہت بڑے مجمع میں یہ کہکر "تمیم کی بات مجھے اچھی لگی جو اُس بات کے موافق پڑی جو میں تم کو دجال اور مکہ مدینہ کے حال سے خبر دیا کرتا تھا"۔ اِس باب کی کل احادیث پر ایک قول جامع فرما دینا۔ ابن صیاد وغیرہ آپ کے مقررہ کردہ دجالوں کی نفی کر دینا۔ واقعات کثیرہ کا ذکر جن کی تاویلیں آج تک آپ سے بن نہیں پڑیں۔ کیا یہ سب کچھ مل کر آپ کے نزدیک آپ کے کانشنس کے نزدیک آپ کی قوت ایمانی کے نزدیک کریم بخش نمازی کی روایت کے برابر بھی نہیں۔ جس کو وہ ایک مجذوب۔ خارج از عقل و ہوش سے بیان کرتا ہے۔ کیا کریم بخش کی سچائی رسول کریم سے بھی زیادہ ہے۔ کیا ایک دیوانہ کی بڑ۔ اکتیس آدمیوں کی رویت سے جو شرف یافتہ صحبت نبوی بھی ہیں زیادہ وقعت رکھتی ہے؟ کیا چند گاؤں کے رہنے والوں کی تصدیق کہ کریم بخش نمازی ہے اُس کو اصول روایت میں اتنا ثقہ ثابت کرسکتی ہے کہ صحابہ کے ایک گروہ کی روایات ہیچ سمجھی جاویں۔ بینوا و توجروا۔

ناظرین! اِن احادیث نبوی اور کلام معجز نظام مصطفوی کے ایک ایک فقرہ پر نظر ڈالو۔ اور اس الدجال کے حالات پڑھنے کے بعد تم بھی وہی پڑھو جو معمولِ محمدیہ تھا۔

اللّٰھُمَّ اِنّی اعوذبک من فتنۃ المسیح الدجّال۔

اَب میں چاہتا ہوں۔ کہ ناظرین کے سامنے (جو ابن صیاد کا تمام تر قصّہ اور دجّال معہود کی حدیثیں پڑھ آئے ہیں) مرزا صاحب کی تحقیقات لطیف کو پیش کروں۔ ماشاء اللہ یہ تحقیقات کشفی ہے۔ اور توافق احادیث کا دعویٰ بھی اِسی سرمایہ حق پر ہے۔

(۱) ہر ایک حق پوش۔ دنیا پرست۔ یک چشم۔ جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا دجّال ہے۔ فتح ۱۴۱۔

اِس تعریف میں مرزا صاحب کے عندیہ میں کل مسلمان جو اُن کے معتقد نہیں۔ نیز روئے زمین کے کل ادیان مختلفہ کے پیرو دجّال ٹھہرے۔

(۲) بااقبال قومیں دجّال ہیں۔ توضیح وازالہ ۱۴۶۔

لہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ ابن مریم اور الدجال کی حقیقت کاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو

حالانکہ بخاری و مسلم کی حدیث عن ابن عباس میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَیں نے شب معراج موسیٰ کو دیکھا۔ وہ گندم گوں۔ دراز قد۔ پر گوشت ہیں۔ جیسے غفورہ کے آدمی۔ مَیں نے عیسیٰ کو بھی دیکھا۔ وہ متوسط بیدائش۔ سُرخ و سفید سیدھے بال والے ہیں۔ مَیں نے مالک کو جو خازن نار ہے دیکھا۔ مَیں نے الدجال کو دیکھا۔ یہ سب آیات ربانی کے ملاحظہ کے وقت دیکھنے میں آئے۔ ابن عباس اس حدیث کی روایت کے ساتھ آیت بھی پڑھتے تھے۔ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ۔ یعنی لوگو جو کچھ حضرت نے وہاں دیکھا اور معلوم کیا ہے۔ تم اُس میں شک نہ کرو۔ چونکہ یہ حدیث بخاری مسلم کی ہے۔ اور اس کے راوی بھی ابن عباس ہیں۔ جو مفسر قرآن بھی ہیں۔ اور اُنہوں نے اپنی روایت میں ایک آیت سے بھی تمسک کیا ہے۔ لہذا امید ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے ادعا سے کچھ شرم کو کام میں لاوینگے ۱۲

اِس تعریف میں اقبال مندی کو دجالیّت کی علامت ٹھہرایا۔

(۳) صحابہ کا اس پر اجماع تھا۔ کہ ابن صیاد دجّال معہود ہے۔ ازالہ ۲۲۲

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی رائے ظاہر کردی۔ کہ دجّال معہود ابن صیاد ہی تھا۔ ازالہ ۲۲۳

اجماع صحابہ اور رائے رسول کریم بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

(۵) عیسائی داعظوں کا گروہ بلاشبہ دجال معہود ہے۔ ازالہ ۷۲۲۔

کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت! اگر آپ کی تحقیقات میں اجماع صحابہ میں رائے رسول کریم میں یہ قرار پاچکا تھا۔ کہ ابن صیاد ہی دجّال معہود ہے۔ تو اب عیسائی گروہ کو بلاشبہ دجال معہود کہنے کی آپ کو جرأت کیونکر ہوئی۔

ناظرین اس تحقیقات پر بھی بس نہیں۔ یہ بھی تحریر کردیا۔

(۶) آخری زمانہ میں دجّال معہود کا آنا سراسر غلط ہے۔ ازالہ ۲۳۷۔

اچھا صاحب۔ اگر آخری زمانہ میں دجّال معہود کا آنا سراسر غلط ہے۔ اور آپ کا یہہ اصول مسلمہ بھی صحیح ہے۔ کہ

(۷) یہ ایک واقعہ مسلمہ ہے۔ کہ دجّال معہود کے خروج کے بعد آنیوالا وہی سچا مسیح ہے۔ جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے۔ ازالہ ۷۲۲

تو اِس کے یہ معنے نکلیں گے۔ کہ پھر آپ کا مسیح ہونا بھی سراسر غلط ہے۔ خصوصاً جب اِس اصول کے ساتھ یہ فقرہ بھی ملالیا جاوے

لہٰ یہ فقرات بھی ملاحظہ طلب ہیں

(۱) صحابہ نے قسمیں کھاکر کہا کہ ہمیں اس میں اب شک نہیں۔ کہ یہی دجال معہود ہے۔ اور آنحضرت نے بھی آخر کار یقین کرلیا۔ ازالہ ۲۲۵

(۲) آنحضرت کا اول اول یہی خیال تھا۔ کہ ابن صیاد دجّال ہے۔ مگر آخر میں یہ رائے بدل گئی تھی۔ ازالہ ۶۰۹

(۸) اِدھر تو ابن صیاد کے دجّال معہود ہونے پر کل صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا۔ ازالہ ۲۲۲۔

اور اُدھر نزول عیسیٰ کی پیشین گوئی پر اجماع امت نہیں ہوا۔ ازالہ ۱۴۲

نیز اس فقرہ کو بھی شامل کر لیا جاوے۔

(۹) یہ بیان کہ صحابہ کرام کا دجّال معہود اور مسیح بن مریم کے آخری زمانہ میں ظہور فرمانے کا ایک اجماعی اعتقاد تھا۔ کس قدر اُن بزرگوں پر تہمت ہے۔ ازالہ ۲۳۹

تو یہ سب فقرات نہایت پُر زور الفاظ میں ثابت کر رہے ہیں۔ کہ نہ کوئی دجّال معہود آئیگا۔ اور نہ کوئی مسیح موعود نازل ہوگا۔ نہ عیسائیوں کا گروہ دجّال ہی ہے۔ نہ مرزا صاحب ہی مسیح ہیں

خیر مرزا صاحب کی یہ تحقیقات اُن کو مبارک ہو۔

میری التماس یہ ہے۔ کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر اجماع صحابہ کا دعویٰ ایک کورانہ دعویٰ ہے۔ اور یہ کہنا کہ رسول کریم کی رائے میں بھی ابن صیاد ہی دجّال معہود تھا۔ ایک ملحدانہ گفتگو ہے۔ خروج الدجال کی احادیث کے راوی مختلف حدیثوں میں جو جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) ابو بکر الصدیق	(۲) ام المومنین عائشہ صدیقہ	(۳) عثمان بن ابی العاص
(۴) امین الامت ابی عبیدہ بن جراح	(۵) عبداللہ بن عباس	(۶) عبداللہ بن عمر
(۷) عبداللہ بن بسر	(۸) عبداللہ بن مغفل	(۹) عبداللہ بن مسعود
(۱۰) ابوہریرہ	(۱۱) معاذ بن جبل	(۱۲) صعب بن جثامہ اللیثی
(۱۳) ابی سعید خدری	(۱۴) سعد	(۱۵) حذیفہ القلعانی
(۱۶) اسماء بنت الصدیق	(۱۷) جابر بن عبداللہ	(۱۸) ابی بکرہ الثقفی
(۱۹) انس بن مالک	(۲۰) فلتان بن عاصم الجرمی	(۲۱) محجن
(۲۲) اسامہ بن زید رضؓ	(۲۳) سمرہ بن جندب	(۲۴) مجمع بن جاریہ
(۲۵) فاطمہ بنت قیس	(۲۶) عمران بن حصین	(۲۷) نافع بن عتبہ

(۲۸) ابی ذرۃ الحارث (۲۹) حذیفہ بن اسید (۳۰) کیسان

(۳۱) عمرو بن عوف (۳۲) حذیفہ بن الیمان (۳۳) نواس بن سمعان[۱]

(۳۴) ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

اب دیکھو کہ اجماع کدھر ہے۔ کیا اتنی بڑی تعداد صحابہ کی روائتیں (جن میں سے اکثر فقہاء، مفسر و اہلبیت نبوی و اکثر شرف و امتیاز میں ممیز بین الاقران ہیں) اس کو متواتر کے درجہ تک نہیں پہونچاتیں؟ اور کیا اس قدر مقتدایانِ ملت و ائمہ ہدیٰ کی روایات اجماع کو ثابت نہیں کرتیں؟ اجماع صحابہ کا تو یہ حال ہے! اور مرزا صاحب کی تحقیقات کا یہ حال۔ کہ کہیں کچھ ہے۔ اور کہیں کچھ۔ اِس صفحہ پر ایک معاملہ کو بہت زور دیکر غلط ثابت کیا ہے۔ دوسرے صفحہ پر اسی معاملہ کو اُس سے زیادہ زور لگا کر صحیح کہہ دیا۔

اجی مرزا صاحب! اگر با اقبال قومیں اور حق پوش شخص اور عیسائیوں کا واعظین گروہ وغیرہ وغیرہ سب ہی دجّال معہود کا لقب پانے کے مستحق ہوتے۔ تو کیا ضرور تہا کہ رسولِ کریم اپنی احادیث پاک میں دجّال کا بیان۔ اُس کی علامات و نشانات و حلیہ اور اُس کے ساحرانہ دکاہنانہ شعبدوں اور کرشموں کا پتہ دے دے کر فرماتے۔ اور ایک ذہنی و وہمی شخص کے انذار میں اِس قدر تکلیف گوارا فرماتے۔ یا ایک شخص میں بعض علامات دجال کے پائے جانے کی خبر پاکر اُس کے دیکھنے کو معہ صحابہ تشریف لیجاتے۔ بلکہ اُس وقت کی جو حق پوش با اقبال قومیں تھیں۔ مثلاً ایران میں مجوس تھے۔ جو آگ کو خدا کا نور سمجھتے تھے۔ اور ژند کو خدا کی آسمانی کتاب جانتے تھے۔ اور ہمارے انبیاء کرام میں سے کسی ایک کو بھی نبی نہ سمجھتے تھے۔ جو ملت حنیفیہ کے سخت مخالف تھے۔ اور شرک کی نجاست میں چوٹی تک غرق تھے

---

[۱] مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ کہ بانی مبانی اِس تمام حدیث کا نواس بن سمعان ہے۔ اب وہ اس لمبی فہرست کو دیکھیں اور حضرت بن سمعان پر جھوٹ بولنے کا اتہام دینے اور وضع حدیث کا الزام لگانے سے بچیں۔ یہ رسول اللہ کے صحابی بن صحابی ہیں۔ جماعت کثیر نے ان سے روائت کی ہے

یا ہند میں ہنود تھے۔ جو بدترین مشرکوں کی طرح خدا کا جامہ بشری میں جلوہ گر ہونا بھی مانتے تھے۔ جو مظاہر قدرت کو بھی معبود گردانتے تھے۔ جو عجائبات کے سامنے سر جھکاتے پتھر کے بتوں یا آگ کے شعلوں کو وجود باری یقین کرتے تھے۔ ان میں سے ایک کی طرف اشارہ فرما دیتے۔ اور اگر عیسائی واعظین کا گروہ ہی دجال تھا۔ تو اُس وقت کے نصاریٰ کی طرف ہی ایماء کر دیتے۔ جو حق پوشی، ظلم گستری۔ اقبال مندی میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھے جو حضرت عیسیٰ کی سولی پر چڑھی ہوئی تمثیل اور مریم علیہا السلام کی (گود میں بچہ کو لئے ہوئی) تمثیل کے سامنے سجدہ کیا کرتے تھے۔ جو ہر ایک نصرانی مرد کو خدا کا بیٹا اور ہر ایک نصرانی عورت کو خدا کی بیٹی کہکر اور واقعی سمجھ کر پکارتے تھے۔ بیشک ایسا کرنے سے اُمّت کو عام حیرت و سرگردانی سے نجات مل جاتی ۔ اور ایک خاص گروہ یا خاص شخص سے محترز رہنے کا حکم مل جاتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ کیا مرزا صاحب ثابت کر سکتے ہیں کہ جن رسول اکریم نے نصاریٰ کو لعنتی اور گمراہ قرار دیا۔ اُن کی تثلیث کو توڑا۔ اُن کے عقائد کی لغویت ظاہر کی تھی اُسے ان کو دجال کہہ دینے میں کون امر مانع تھا۔

یہ ایک تعجب خیز امر ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے صحف انبیاء گذشتہ سے اجماع صحابہ سے۔ اجماع اُمّت سے تو دجال معہود ایک شخص مفہوم ہوتا ہے اور مرزا صاحب کی تحقیق میں ۳۹ کروڑ مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک ارب سے بھی زیادہ انتخاص دجال قرار دیئے جاتے ہیں۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ خانہ زاد مثل "لکل دجال عیسیٰ" کی پکار بھی بلند آواز سے دے رہے ہیں۔

مرزا صاحب نے ریل کو خر دجال بتایا للہ درّ من قال۔ شعر

خر دجال یہ کیسا۔ کہ جس پر ثانئ عیسیٰ + بایں شان و بایں منصب کرایہ دیکے چڑھتا ہے

تمیم داری کی حدیث پر مرزا صاحب اعتراض کرتے ہیں اور ہنسی اُڑاتے ہیں کہ الدجال اور اُس کا جساسہ اگر طبقہ ارضی کے کسی جزیرہ میں ہیں تو علماء تلاش کر کے نکال لائیں۔ اور لوگوں کو دکھلا دیں۔

میں کہتا ہوں۔ اصحاب کہف کا قصہ تو واضح لفظوں میں قرآن مجید میں مرقوم ہے وہ پہاڑ اور پہاڑ کا غار بھی دنیا ہی میں ہے۔ پھر آپ ہی اُن کو دکھلا دیں۔ ورنہ یہ کہاں کا منطق ہے۔ کہ جو چیز ہمنے دیکھی نہیں۔ دنیا پر اُس کا وجود بھی نہیں۔ بیشک نئی نئی معلومات کی رو سے نئے نئے انواع خلق کا معلوم ہوتے چلے جانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ سب کچھ معلوم نہیں ہو چکا۔ اگر چودھویں صدی میں کلمبس نے امریکہ کو دریافت کیا ہے۔ تو انیسویں صدی میں سٹینلی نے افریقہ کے نامعلوم مقامات اور اقوام کا پتہ لگایا ہے۔ یہ نامور سیاح اب بھی اپنی تحقیقات جاری رکھنے کو ہے۔ اگر بقول مرزا صاحب معمورہ دنیا کی حقیقت بخوبی کھل گئی ہے۔ تو اب نامعلوم مقامات اور اقوام کا روز روز کہاں سے پتہ لگتا جاتا ہے؟

مرزا صاحب الدجال کی سحر و کہانت کے کرشموں کے دکھلانے کی قابلیت کا یقین کرنے کے لئے سامری کا قصہ یاد فرمائیے

غلطی کا امکان

اب ہم اس دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کو صاحب قول فصیح نے نہایت اعلیٰ درجہ کی فلسفی دلیل ٹھہرا کر پھر اس کو جناب مرزا صاحب پر مطابق کیا ہے۔ جو یہ ہے۔ وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا۔ میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و مطہر زندگی کے حالات کو مرزا صاحب کے حالات سے تشبیہ دینا سخت غلطی ہے۔ دشمن و دوست کی تواریخ شاہد ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی قبل از اظہار نبوت و بعثت بھی پاک و مقدس تھی۔ اور رسول کریم کے اعلیٰ اخلاق روحانی اور ورع و تقوےٰ و صدق و صفا کا عوام وحشی عرب پر اتنا اثر تھا کہ صغیر و کبیر غریب و امیر آنحضرت کو نام لیکر پکارنے کے کبھی صادق اور کبھی امین کہکر پکارتے تھے۔ اور بڑے بڑے مقدمات میں جن میں آدھا عرب ایک طرف اور آدھا ایک طرف ہوتا۔ آنحضرت ہی کو حکم اور ثالث قرار دیتے تھے۔ اور

آنحضرت کی عزت اور عظمت وجلالت قدر و بلندی شان کا یہ حال تھا۔ کہ خود گھرانے کے
لوگ (جو بزرگی خویش بہت کم مقر ہوتے ہیں) چچا۔ تایا۔ دادا۔ بابا تک آنحضرت کی نگاہ میں
اپنے آپ کو مودب وخادم ثابت کرنا چاہتے تھے۔ برخلاف اس کے مرزا صاحب کے اس
دعویٰ مماثلت سے بھی پہلے عین اُس زمانہ میں جبکہ آپ کی براہین احمدیہ پر ملک
لٹو ہوا جاتا تھا۔ اور خریداری واستفادہ کا جوش نہایت ترقی پر تھا۔ اور تحسین وآفرین
کے غلغلوں کا شور بلند تھا۔ مختلف گوشوں سے رُک رُک کر آنے والی آوازیں کبھی کبھی
سامعین وشائقین کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تھیں۔ کہ دیکھنا دھوکہ میں نہ پھنسنا یہ بڑا اُفّاف
بڑا اخراف وعیّار ہے۔ سینکڑوں شخصوں سے ہزاروں روپیہ کھا گیا ہے۔ اور ذکاوت ہی نہیں لیا
ایک طرف تعلیم یافتہ گروہ کہہ رہا تھا۔ کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے سب بناوٹ اور واہیات ہے
یہ سب کچھ مرزا صاحب کے ساتھ اسی زمانہ میں ہو چکا ہے۔ اور مرزا صاحب کا دامن لغزشوں
اور بد خلقیوں۔ ملامتوں وغیرہ وغیرہ کے گرد وغبار کے دھبوں سے پاک وصاف نہیں رہا۔
تو ظاہر ہے۔ کہ ہم اُن کی زندگی کو رسولِ کریم کی پاک زندگی سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔ اور
اسی لئے جو دلیل کہ قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے قائم
کی۔ اُس کو مرزا صاحب کے لئے قائم نہیں رکھ سکتے۔ پس اس سے درگذر کر ہم اُس دلیل کی
طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس کو صاحب قول فصیح نے دوسری دلیل اسی مقصد کے لئے ٹھہرایا
ہے۔ جو یہ ہے۔ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الی
ولم یوح الیہ شئ او۔ قال سانزل مثل ما انزل اللہ اس جگہ بھی غور کا مقام
ہے۔ کہ اگر ہر ایک دعویٰ کی سچائی اور اُس کا ظاہر کر دینا ہی مان لیا جائے۔ اور سوائے اُس دعویٰ
اظہار کے اور کسی دلیل بُرہان کی ضرورت نہ خیال کیجاوے۔ اور صرف حسن ظنی کی راہ سے
قائل کے قول کو خواہ وہ کتنا ہی مستعد کیوں نہ ہو تسلیم کر لیا جائے یا صرف اسی لحاظ سے
کسی لکھنے والے کے لکھنے پر آمنّا صدقنا کہا جاوے۔ کہ اُس میں اُس کی ذاتی غرض بظاہر معلوم

نہیں ہوتی۔ تو میں کہتا ہوں اور سب مانینگے۔ کہ جن جن اشقیا اور ملاعنہ کو جھوٹے نبی کا خطاب
دیا گیا ہے۔ یا خدا کہنے والوں کو کافر بتلایا گیا ہے۔ اُس میں ان مدعیان خدائی و مظہران نبوت
پر ظلم ہوا ہے۔ اور ان کو ناحق الزام لگایا گیا ہے۔ بیشک ہم کو ہر ایک نیک بندہ سے حسن ظنی
رکھنی ہے۔ لیکن ایک حد تک یعنی یہاں تک کہ اُس حسن ظنی سے ہمارے معتقدات
یا ہمارے مذہب کی تعلیمات کا خلاف نہ ہو۔ شاید ہمارے برادران اسلام اس سے ناواقف
ہونگے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتنے لوگوں نے نبوت کا کھلم کھلا دعوے
کیا ہے۔ یا نبی کہلانے کے پہلو کو بچا کر دیگر جملہ خصائص کو اپنے میں ثابت کرنے اور اس لئے
خلق خدا کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے تدبیروں کا جال بچھایا ہے۔ میں آپ کو بطور نمونہ
دکھلاتا ہوں۔ کہ کیسے کیسے ذی علم اور بڑی بڑی کتابوں کے مصنف اور اسلام کی خدمت
میں جان قربان کر دینے کا دعوے کرنے والے۔ اور بعض ممالک میں اسلامی سلطنتوں
کی بنا ڈالنے والے۔ مہدویت یا مجددیت کے دعوے میں آکر کیسی کیسی ضلالتوں اور
گمراہیوں کے موجد اور مقلد ہو گذرے ہیں۔ اور اپنے اپنے وقت میں ڈنکے بجا گئے ہیں
مگر آج ان فیلسوفوں اور نئے نئے مذاہب و عقاید کے بانیوں کا صفحہ ارض پر نام و نشان
بھی باقی نہیں۔ بلکہ وہی مسلمان اور اُن کا پاک ستھرا اسلام جو ابتدائے عہد سعادت مہد
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آتا تھا۔ آجتک چلا آرہا ہے۔ اور مکہ و مدینہ کے
ممالک ہمیشہ وہی لوگ رہے ہیں۔ جن کو ان مدعیوں کی فیلسوفانہ تاویلات سے کبھی بھی تعلق
خاطر نہیں ہوا۔ یہی مسلمان خدا کے بیحد فضل و رحمت سے دنیا کے تمام تر اعظموں میں پھیلے
ہوئے ہیں۔ اور اپنے سچے اصولوں اور اپنی سادہ زندگی کی وجہ سے بڑے بڑے فلاسفروں
اور مدبروں کی حسرت و حیرت کا باعث ہو رہے ہیں۔ للہ الحمد۔ اب ہم اس امر کے ثابت کرنے
کے واسطے کہ مسلمان کہلانے والے۔ مگر تاویل کرنے والے اور حقیقت کو مجاز بتلانے اور حدیث
و قرآن کی تفسیر خود ساختہ دلائل اور خود پسندی سے کرنیوالے اور ان طریقوں سے اپنا نیا مذہب

بنا لینے والے پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ جو موسمی حشرات الارض کی طرح یکبارگی پیدا ہوئے اور مر گئے۔ یہاں چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) اسمٰعیلیہ۔ اِس کا بانی عبداللہ بن سبا شہر اہواز صوبہ خورستان ملک فارس کا باشندہ تھا۔ یہی شخص خاندان فاطمیہ کا بانی ہے۔ اس کی اولاد سے کئی خلیفے قاہرہ مصر وغیرہ میں فرمان روا ہو چکے ہیں۔ اِس کی قوم عرب فاتحانِ فارس کی دلی دشمن تھی۔ اور اپنی گذشتہ سلطنت فارس کے لئے وقت کے منتظر۔ عبداللہ نے سوچا کہ اگر اپنا دلی ارادہ دفعتاً ظاہر کر دوں تو عوام الناس قابو میں نہ آئینگے۔ اس لئے اُس نے ایک جال بچھایا اور امامت کے سات نمبر قرار دیئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر جعفر صادق تک ۶ امام ہوئے۔ ساتواں خلیفہ اسمٰعیل تھا۔ وہ کہا کرتا کہ خدا نے آسمان و زمین سات دن میں بنائے۔ دنوں کا شمار بھی سات پر رکھا۔ سیارات بھی سات ہیں۔ اسی طرح امام بھی سات۔ ساتویں پر امامت ختم ہو گئی۔ اِس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا۔ کہ حضرت علیؓ و حضرۃ فاطمہؓ کا اصلی و حقیقی وارث المہدی میں ہوں۔ مغربی عرب بھی اس کے فریب میں آ گئے۔ اور کہنے لگے کہ رسول اللہ محمدؐ نے بھی پیشگوئی کی ہے۔ کہ ۳۰۰ برس کے بعد میرا بیٹا مغرب سے ظاہر ہو گا سو وہ یہی ہے۔

اِس نے اپنے مذہب کی تعلیم کے واسطے فریمیشن کی طرح لاج مقرر کئے تھے۔ جو شخص اس کے مذہب میں آتا۔ اُسے اپنی بنائی ہوئی سات ابواب کی کتاب دیتا۔ اور اُس کو لاج میں تعلیم دیجاتی۔ ایسا لاج پہلے پہل قیروان میں پھر شہر مہدیہ میں (مصر) میں تعمیر ہوا تھا۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے۔ کہ جب لاج مصر میں تعمیر ہوا ہے۔ اُس وقت اُس کے سات درجوں کے بجائے ۹ درجے مقرر کئے گئے تھے۔ اور ہر ایک درجہ میں یوں تعلیم ہوتی تھی۔

پہلا درجہ۔ مسائل قرآن پر شکوک اور شبہات پیدا کئے جاتے۔ اور پیچیدہ اعتراض بتلائے جاتے تاکہ طالب کی روح میں اس مذہب کے راز سننے کی طاقت اور جاننے کا شوق پیدا ہو جائے۔ جو شبہ یا اعتراض قرآن پر کرتے تھے۔ اُس کا جواب اپنے طریق پر دیتے تھے

اس درجہ کی تعلیم ختم ہونے سے پہلے قسم لی جاتی تھی کہ ہم اس تعلیم سے کبھی نہ پھرینگے۔ اور اپنے معلم کی حد سے زیادہ اطاعت کرینگے۔

دوسرا درجہ۔ امامت کے معنی اور اُس کی خاصیت کہ خدائی راز ہے۔

تیسرا درجہ۔ امام سات ہیں۔ ہر ایک پر وحی آتی تھی۔ ہر ایک امام اپنے سے پہلے امام کے مسائل کا ناسخ تھا۔ اسمعیل ساتواں امام سب سے بڑا ہے۔

چوتھا درجہ۔ سات پیغمبر ناطق ہیں۔ صاحب شریعت و وحی۔ اپنے سے پہلے پیغمبر کی شریعت کو منسوخ کرتے رہے۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ محمدؐ (علیہم السلام) اسمٰعیل (ان کا امام)

سات پیغمبر ساکت ہیں۔ جو ان کے تابع تھے۔ اور ان کے احکام کے پیرو۔ شیث۔ سام اسمٰعیل بن ابراہیم۔ ہارون۔ شمعون۔ پطرس۔ علیؑ۔ محمد بن اسمٰعیل امام۔

پانچواں درجہ۔ ہر ایک ساکت[۱] پیغمبر کے بارہ شاگرد ہوتے ہیں۔ داعی علی الخیر۔ دعجذ مذہب ان کا رتبہ سات پیغمبروں سے کچھ کم ہوتا ہے۔

چھٹا درجہ۔ مسائل شرعیہ کے اسرار یعنی احکام میں ظاہر و باطن کا فرق ہے اور اس درجہ کی تعلیم کے آخر میں یہ ہے کہ شریعت کو فلسفہ کے تابع رکھنا چاہیئے۔

ساتواں درجہ۔ راز الٰہی۔ اور الٰہیات کی تعلیم

آٹھواں درجہ۔ افعال انسانی غیر معتبر ہیں۔ اور حسن و قبح اشیاء وہمی و خیالی ہے۔

نواں درجہ۔ کسی بات کا یقین نہ کرو۔ ہر ایک شے کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

(۲) باب۔ اس کا نام علی محمدؐ تھا۔ یہ شیراز کا سوداگر بچہ تھا۔ فارسی و عربی میں کسیقدر استعداد پیدا کی۔ پھر تکالیف نفس و ریاضات شاقہ کے بعد موجد مذہب ہو گیا۔ پوشیدہ پوشیدہ لوگوں کو سکھلایا کرتا تھا۔ انا باب اللہ فادخلو االبیوت

---

[۱] مرزا صاحب نے مثیل و مماثل کا مسئلہ اسی اسمٰعیلیہ مذہب کے ناطق و ساکت کے مسئلہ سے لیا ہے۔

مز ابواب تھا[لہ]۔ جو لوگ اِس کے مرید خاص ہوتے اُن سے کہا کرتا کہ مہدی موعود میں ہوں
چونکہ مہدی موعود کا ظہور مکہ سے ہوگا۔ اِس لئے میں آئندہ سال کو مکہ معظمہ سے تلوار کے
ساتھ نکلونگا۔ اور اپنے منکرین کو قتل کرونگا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ ابھی سے شنجرف سے سرخی
سے خطوط لکھا کرو۔ کہ تلوار کا زمانہ قریب ہے۔ وہ کچھ عبارت بناتا۔ اور کہتا کہ یہ کلام خدا ہے
جو مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ جب علماء اُس کے کلام کی غلطیاں بتاتے۔ تو کہتا کہ نحو نے
گناہ کیا تھا۔ اس واسطے ابتک قواعد کی زنجیر میں جکڑا ہوا تھا۔ میری شفاعت سے
اُس کی رستگاری ہوئی ہے۔ اب مرفوع کی جگہ مجرور یا منصوب پڑھ لو تو کچھ مضائقہ نہیں
میں امام برحق ہوں۔ میں علیؓ و محمدؐ کی شکل پر ہوں۔ علی اور محمد جدا جدا شخص تھے۔ میں دونوں
ملکر ایک بنا ہوں۔ اِسی لئے میرا نام علی محمدؐ ہے۔ میری بیعت پہلے محمدؐ نے کی ہے۔
پھر علیؓ مجھ پر ایمان لایا ہے۔ میرا کلام میرا معجزہ ہے۔ میں ایک دن میں ہزار بیت لکھ
سکتا ہوں۔ یہ کیا کم معجزہ ہے۔ ایک دن مجلس علماء میں باب کو بلوایا گیا۔ حاکم شہر نے
اِس سے کہا کہ آپ علماء پر وہ مذہب حق جو آپ پر نازل ہوا ہے ظاہر کیجئے۔ کیونکہ جب یہ لوگ
مان لیں گے۔ تب عوام الناس کا ماننا سہل ہے۔ یہ کلام سنکر باب شیر ہوگیا اور گرج کر
بولا کہ تم لوگ کس واسطے میری اطاعت نہیں کرتے۔ اور کیوں میری اطاعت اپنے پر فرض
نہیں سمجھتے۔ پیغمبر نے تو تم کو صرف قرآن دیا۔ یہ دیکھو میری کتاب قرآن سے زیادہ فصیح
اور اچھی ہے۔ کیا تم اسی وقت مانوگے کہ تلوار کھنچے اور خونریزی ہو۔ بہتر ہے۔ کہ اپنے
جان و مال کی حفاظت واجب جانو اور مجھ سے خلاف اور نفاق کی راہ پر مت چلو۔
یہ سنکر علماء چپ ہوگئے۔ حاکم شہر نے کہا۔ کہ جو آپ نے فرمایا بجا اور درست ہے۔ مگر بہتر ہے
کہ اپنے اصول لکھکر ان کو دیجئے۔ تاکہ ہر شخص پڑھ کر ایمان لے آئے۔ یہ سنکر قلم اُٹھا کر
اُس نے چند سطریں لکھیں۔ علماء نے دیکھا تو اس میں بہت غلطیاں تھیں اُسوقت حاکم شہر

[لہ] میں خدا کا دروازہ ہوں۔ اور گھروں میں دروازہ کے راستہ سے داخل ہونا چاہیئے ۱۲

غضب میں آیا۔ اور کہنے لگا کہ تجھکو دو سطریں صحیح لکھنے کا شعور نہیں۔ اس پر یہ بیہودہ دعوے کرتا ہے۔ کہ خاتم الانبیاء پر اپنے تیئں فضیلت دیتا ہے حکم کیا۔ ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور بید پڑنے لگے۔ تب تو رونے اور استغفار کرنے لگا۔ اور اپنی نادانی کا اظہار کیا اس کا کالا منہ کر کے مسجد میں شیخ ابو تراب کی خدمت میں لے گئے۔ وہاں جاکر اس نے اپنے فعل اور عقیدہ پر لعنت کی یہ ۱۴۸۷ء میں مر گیا۔

(۳) ابن ہود۔ دعوے کیا کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ کی روحانیت مجھے مل گئی ہے۔ اور نزول عیسےٰ کی احادیث میری شان میں ہیں۔ امام ابن تیمیہ نے اس کے ساتھ مناظرہ و مباہلہ کیا۔

(۴) مختار ثقفی۔ دعویٰ کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختار ہوں اور وحی مجھ پر آتی ہے۔

(۵) بہبود۔ معتمد باللہ کے عہد میں دعوےٰ کیا کہ .... دعوت خلق کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ کہا کرتا تھا کہ مجھے مغیبات کا علم ہے۔ مگر نبی نہیں ہوں۔

(۶) یحییٰ کرویہ قرمطی مکتفی باللہ کی خلافت میں وحی کا دعویدار تھا اور اس کا چچا زاد بھائی عیسےٰ کہتا تھا۔ کہ قرآن میں یا ایھا المدثر میری شان میں ہے۔

(۷) ابو طاہر قرمطی .... مقتدر باللہ کے عہد میں اس نے مردہ زندہ کرنے کا دعویٰ کیا تھا

(۸) ایک جماعت۔ مطیع باللہ کے عہد میں۔ تناسخ کے قائل تھی۔ اُن کا سرگروہ کہتا تھا میں جبرئیل ہوں۔ اور علی کی روح بھی مجھ میں ہے۔ اس کی بیوی کہتی تھی۔ فاطمہؓ کی روح مجھ میں ہے۔

(۹) لا۔ مغرب کا باشندہ تھا۔ وہ کہتا تھا لا نبی بعدی حدیث میں آچکا ہے۔ میں وہی لا نبی ہوں۔ جو رسول اللہ کے بعد ہوا ہوں۔

(۱۰) سموئیل۔ یہودی نے بیت المقدس میں دعویٰ کیا کہ مسیح بن مریم میں ہوں۔ خوش بیان

شیریں زبان تھا۔

(۱۱) جلال الدین اکبر بادشاہ۔ اس نے کہا کہ میں مجدد الف ثانی ہوں۔ ہر صدی کا مجدد شریعت میں کچھ کم و بیش کر سکتا ہے۔ اور مجدد الف تو خود صاحب شریعت ہوتا ہے میں وہی ہوں کہ ٹھیک وقت پر آیا ہوں۔ اور اصلاح خلق میرا کام ہے۔ اس نے عبادات وغیرہ کے طریق بھی نکالے تھے۔ الہام بھی شایع کیا کرتا تھا۔ شکر ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کر کے مرا۔

(۱۲) فارس بن یحییٰ اسباطی۔ ٹونس میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ مردہ کے زندہ کرنے اور جذامی کے اچھا کرنے کو معجزہ بتلاتا تھا۔

(۱۳) مس فیمیل کرائسٹ (مونث مسیح) آجکل امریکہ میں ہے۔ وہ کہتی ہے۔ کہ آنیوالا مسیح میں ہوں۔ سینکڑوں معتقد ہو گئے۔

(۱۴) ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس نے کہا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی حدیث میں نبی کی نفی ہے۔ نبیہ کی کہاں ہے؟ اس لئے عورت کا نبی ہو کر آنا درست ہے

(۱۵) حسن بن محمد بن کیا بزرگ امید۔ حشاشین کا پیشوا مرید اس کی اتنی تعظیم کرتے کہ نام کی جگہ علیٰ ذکرہ السلام کہا کرتے۔ اور اس کے نفس کو قیامت سے تعبیر کیا کرتے۔ وہ خود اپنے آپ کو قیامت اور امام زمان بتلایا کرتا۔ اس نے کل رسوم شرعیہ کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ وہ کہا کرتا کہ شریعت تکمیل نفس کے لئے ہے اور قیامت سے پہلے جب میں نے سب کو کامل بنا دیا اور واصل بحق کر دیا۔ اور میں جو قیامت تھا آگیا۔ اب شریعت کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا اعتقاد تھا۔ کہ عالم قدیم ہے۔ اور بہشت و دوزخ معنوی ہیں۔ اور زمانہ نا متناہی اور معاد روحانی ہے

۵۶۳ھ ہجری میں اپنے سالے کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔

اس فرقہ کا ایران و شام میں ایسا تسلط ہو گیا تھا کہ بادشاہ اپنے وزیر سے امیر اپنے مصاحب سے۔ شوہر اپنی بیوی سے اس کے خلاف کہتے ہوئے ڈرتا تھا۔

"پیشین گوئی"

مرزا صاحب کا قول ہے "اکثر پیشین گوئیاں اس آیت کا مصداق ہوتی ہیں کہ یُضِلُّ بِہٖ کثیراً ویھدی بہٖ کثیراً اسی وجہ سے ہمیشہ ظاہر پرست لوگ امتحان میں پڑکر پیشینگوئی کے ظہور کے وقت دھوکا کھاجاتے ہیں۔ اور زیادہ تر انکار کرنے والے اور حقیقت مقصودہ سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو یہ چاہتے ہیں۔ کہ حرف حرف پیشگوئی کا ظاہری طور پر جیسا کہ سمجھا گیا ہو پورا ہوجائے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں"۔ ازالہ ۶۲ تا ۶۴۔

دوسری جگہ اس پہلے دعویٰ کے لئے بطور دلیل کے یہ فرماتے ہیں "ایسی کوئی وصیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی کہ تم نے پیشگویوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا۔ ازالہ ۱۴۱۔

مرزا صاحب اپنے ان اصولوں سے وہ وہی مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ جو اس فقرہ سے اُن کو منظور ہے "خدا تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے" مرزا صاحب کا مطلب یہ ہے۔ کہ الفاظ پر سے لغت اور شرع کی امان کو اُٹھا دیا جائے اور ہر شخص کو مختار کردیا جائے۔ کہ خواہ وہ کوئی الفاظ استعمال کرے اور اُن سے کچھ بھی معانی مراد لے مثلاً دریا کہے اور اور جنگل مراد لے لے۔ کوڑی کہے اور روپیہ کو اپنا مفہوم بنالے وغیرہ وغیرہ لیکن ان نقصوں کے علاوہ جو اُن کے استعارہ و مجاز کے اصول پر عاید و وارد ہوتے ہیں پیش گوئی کے یہ معنے لینے سے جو مرزا صاحب نے بتلائے ہیں بہت بڑا نقص کمالات نبوی پر بھی لاحق ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پیشگوئی جو حتمی اور واضح الفاظ کے ساتھ ہو۔ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اور عالم الغیب والشہادۃ اعلام کے بغیر کسی بشر کی یہ طاقت نہیں۔ کہ وہ

پیشگوئی کر سکے۔ پس جس پیشگوئی کا ظہور اُس کے ظاہری الفاظ کے رو سے نہو۔ وہ دو صورتوں سے خالی نہوگی۔

اوّل یہ کہ علام الغیوب (خدا) کے علم میں نقص ہے۔ جو زمانہ مستقبل کے اخبار و وقائع کو احد الناس کی طرح حتمی اور یقینی الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا۔ اور ہمارے نزدیک یہ قطعاً باطل ہے۔

دوم۔ یہ کہ جس پر وہ پیشگوئی ظاہر کیجاتی ہے۔ اُس کی استعداد علم و فہم ناقص ہے کہ وہ باوجود اعلام الٰہی اس خبر کو صاف طور پر سمجھ[1] نہیں سکتا۔ یا باوجود سمجھ لینے کے اس کی تفہیم سے عاجز ہے۔ اور یہ بھی باطل ہے۔ رب کریم خود فرماتا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ رسول مقبول ؐ کی زبان وحی ترجمان کے الفاظ مبارک ہیں عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ۔

پس جب یہ دونوں صورتیں بداہتہً غلط و باطل ہیں۔ اور پیشگوئی کے اس اصل سے بھی بکلی مغائر ہیں۔ جو سبب اظہار پیشگوئی ہوتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا قائم کردہ اصول بالکل غلط ہے۔ واضح ہو کہ پیشگوئی سے دو بہت بڑے عظیم الشان نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔

---

[1] مرزا صاحب نے نہایت جرأت کر کے یہ اصول قائم کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بیان کردہ ان پیشگوئیوں کو نہ سمجھ سکے تھے۔ مرزا جی کے الفاظ یہ ہیں "اگر آنحضرت پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہوئی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ ازالہ ۶۹۱ اپنے اس اصول پر مرزا جی نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو خود مبہم و مجمل رکھا کرتا ہے۔ لیکن افسوس کہ مرزا صاحب آپنے اس اصول و دلیل کو کریم بخش نمازی اور مجذوب کے جبر کے سامنے بالکل بھول گئے۔ اور غلام احمد قادیان کا رہنے والا مجسی ہے"۔ اُسکی زبان سے کہلا دیا۔ غور کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نمونہ کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے حقیقت کاملہ کو سمجھ نہ سکے تھے۔ تو اس مجذوب کو کونسی نمونہ کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ حقیقت موبمو منکشف ہوگئی۔ اور جس امر کو مصلحتاً خدا نے چھپایا۔ ایک مجذوب نے کیونکر اس مصلحت کو توڑا۔ ناظرین صرف یہی حال مرزا صاحب کی خود غرضانہ تاویلات اور حربا طبعی کا کافی ثبوت ہے۔

اوّل جو پیشگوئی کرتا ہے۔ اس کی جلالت قدر اور عظمت شان اور اس کا امورِ غیبیہ پر مطلع اور موید بروح القدس ہونا ثابت ہو جایا کرتا ہے۔

دوم ظہور پیشگوئی کے وقت ایمانداروں کی مسرت و نصرت اور معاندین کی حیرت و ندامت و ذلت کا ثبوت بین مل جاتا ہے۔

اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اگر پیشگوئی اپنی ظاہری صورت ہی میں جلوہ گر نہ ہو تو پیشگوئی کرنے والے اور قیافہ شناسوں۔ رمّالوں میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ اور اس کے ظہور کے وقت مومنین کو بھی وہ مسرت اور اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو کلیجہ کو ٹھنڈک اور دل کو سکون دہ ہو۔ نیز معاندین کے خلاف سرکشی کی وہ تمام راہیں بھی چاروں طرف سے مسدود اور بند نہیں ہو سکتیں۔ کہ پھر ان کے لئے ذرا بھی جائے قیل و قال نہ رہے کیونکہ اگر پیشگوئی نے اپنی ظاہری صورت و الفاظ کے خلاف ہی ظاہر ہونا ہے۔ تو کیا ضرور ہے۔ کہ تاویل کرنے والے کی تاویلوں کو بھی قطعی سمجھ لیا جائے اور کیوں مخالفین ان تاویلوں کا خاکہ نہ اڑا سکیں اور اسی لئے ان کی بدگمانی و کفر کیوں پہلے سے بھی زیادہ استوار و محکم نہ ہو جائے۔

اسقدر تمہید کے بعد میں عام مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ وہ ایسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ ہیں۔ جس کو علم اولین و آخرین دیا گیا تھا۔ جس پر حقائق اشیاء اور معارف کون و فساد و دو سرائے عالمین کھولے گئے تھے۔ جس کی چشم جہاں بین کے سامنے سے تمام حجب اٹھا دیئے گئے تھے۔ جس کے دل حقائق منزل سے علم و یقین نے وجود پکڑا ہے۔ اور جس کے نور کی پیدائش کے بعد ہست و نیست کا فرمان حوادث پر جاری ہوا ہے۔ یعنی محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ سید المرسلین فخر الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم یہی وجہ ہے کہ حضور کے خواب بھی اکثر اپنی ظاہری صورت میں جلوہ گر ہوتے تھے۔ چہ جائیکہ پیشگوئی کے وہ الفاظ جو رب کریم خود ان کی زبان سے کہلاتا اور اس طرح پر اپنا پاک اور

قدیم کلام بندوں تک پہونچاتا تھا۔

رب کریم خود فرماتا ہے۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ف۱

اس آیت مبارکہ پر تدبر کرو۔ اور دیکھو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب بھی کیسے ظاہری صورت میں جلوہ گر ہوتا تھا۔ محلقین اور مقصرین کے الفاظ بھی (جس میں ٹیڑھائی دل و دماغ کا شخص بہت تاویلات کرسکتا ہے) کیسی سچی صورت میں رونما ہوئے تھے۔

پس چونکہ اس جھوٹے اصول سے جو مرزا صاحب نے قائم کیا ہے۔ ایک تو ان کے ہوس نا مقاصد کی تائید ہوتی ہے۔ دوسرے عوام کے دلوں سے انبیاء کرام کی عموماً اور ہمارے شفیع امم کی خصوصاً عظمت کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں چند نظائر سے پیارے مسلمانوں کو ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ رسول کریم کی تمام تر پیشگوئیاں ہمیشہ اپنے ظاہری الفاظ میں ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں۔ اور صحابہ کرام اور سلف صالحین کا ایمان بھی ہمیشہ یہی رہا ہے کہ ہمارے رسول کریم کی پیشگوئی ظاہری صورت میں ہی نور گستر ہوئی۔ مومنین دیکھیں اور اس ایمان کو جو ان کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر پہلے سے حاصل ہے اور بھی زیادہ محکم و قوی کرلیں۔

ف۱ خدا نے اپنے رسول کے خواب کو سچ کر دکھایا۔ جو یہ تھا۔ کہ انشاءاللہ تم مسجد الحرام امن کے ساتھ داخل ہوگے سر منڈاتے ہوئے یا بال کترتے ہوئے۔ تم کو کسی کا ڈر نہ ہوگا ۱۲

ف۲ مرزا صاحب نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ پیشگوئی میں بالکل ظاہری الفاظ مراد نہیں ہوتی۔ یہ حدیث پیش کی اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا اور افترا یہ کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ازواج مطہرات اپنے ہاتھوں کو ناپتی تھیں۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ طویل الید کے معنے دو معنی کے ہیں۔ اور طول کے معنے لغت میں فزونی۔ توانائی۔ تونگری۔ دستگاہ۔ فراخی۔ عمر کرنا۔ احسان کرنا ہیں۔ پس اطولکن یدا کے تحقیقی اور لغوی معنے احسان کرنے والی۔ اور سخاوت کرنے والی ہوئے پیش گوئی اپنے لغوی معنی میں جو ظاہری الفاظ کا مفہوم ہیں پوری ہوئی۔ اور ازواج میں سے وہی بی بی زینب بنت جحش ام المومنین سب سے پہلے حضرت کو جا ملیں۔ جس میں احسان و سخاوت کرنے کی صفت سب سے زیادہ پائی جاتی تھی۔ بالفرض اگر سامعین حدیث میں سے کسی نے اطولکن یدا سے یہی مراد لی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں

(١) ایک شخص ایمان کے بعد مرتد ہوگیا۔ مشرکین سے جاملا۔ آپنے فرمایا۔ اس شخص کو زمین قبول نہ کریگی۔ سو ایسا ہی ہوا۔ کہ جب وہ شخص مرا اُس کو زمین میں کئی دفعہ دفن کیا گیا۔ ہر دفعہ زمین اُس کو باہر پھینک دیتی تھی۔ یہاں تک کہ کفار نے تنگ آکر اُس کو باہر ہی پڑے رہنے دیا۔ بخاری و مسلم عن انس۔

(٢) رسول اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت بادشاہ فارس کے اس خزانہ کو کھولے گی۔ جو سفید محل میں ہے۔ چنانچہ حضرت فاروق کی خلافت میں مسلمانوں نے کسریٰ کے سفید محل سے خزانہ نکالا۔ مسلم عن جابر بن سمرہ۔

(٣) ایک شخص رسول خدا کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپنے اُس کو داہنے ہاتھ سے کھانے کے لئے فرمایا۔ اُس نے (شرارت یا کذب سے) کہا میں کھا نہیں سکتا۔ حضرت نے فرمایا "تو کھا نہ سکے" اس فرمودہ کے بعد وہ شخص کبھی اپنا داہنا ہاتھ منہ کی طرف نہ اُٹھا سکتا تھا۔ مسلم عن سلمہ بن اکوع۔

(٤) حضرت نے فرمایا۔ آج کی رات ایک سخت ہوا چلیگی۔ جو شخص اس میں کھڑا ہوگا۔ اُس کو ضرر پہونچیگا۔ چنانچہ اُسی رات ہوا چلی اور ایک شخص جو ہوا میں کھڑا ہوگیا تھا اُس کو ہوا نے اُٹھا کر دو پہاڑوں میں جا پھینکا۔ بخاری و مسلم عن ابو سعید ساعدی۔

(٥) رسول مقبول نے فرمایا تم مصر کو فتح کروگے۔ ابو ذر سے فرمایا تھا۔ کہ جب تو

تو اُن کی مراد کا لینا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر کچھ اعتراض نہیں پیدا کر سکتا۔ جبکہ لفظ طول کے معنی سخاوت وغیرہ موجود ہیں۔ اسیطرح کوئی شخص یہ ثابت) نہیں کر سکتا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام معجز نظام میں حقیقی معنے سے عدول کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب نے لفظ اطولکن کو طول سے سمجھا اور غلط اصول قائم کیا ١٢

٥ یہاں غور کیجئے گا۔ مصر سے مصر مراد ہے۔ فتح سے فتح۔ ایک اینٹ کی جگہ سے مراد ایک اینٹ کی جگہ جھگڑنے سے جھگڑنا۔ علیٰ ہذا اور سب پیشگوئیوں پر غور کرو۔

دو شخصوں کو ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتا دیکھے۔ تب تو وہاں سے نکل آنا۔ ابوذر فرماتے ہیں ایسا ہی ہوا مسلمانوں نے مصر کو بھی فتح کیا۔ اور میں نے عبدالرحمٰن بن شرحبیل اور اس کے بھائی کو ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتے بھی دیکھا۔ سو میں مصر سے نکل آیا۔ مسلم عن ابوذرؓ

(۶) حذیفہ فرماتے ہیں۔ مجھے حضرتؐ نے بارہ منافقوں کا پتہ دیکر فرمایا تھا۔ کہ ان میں سے آٹھ دبیلہ پھوڑے کی مرض میں مریں گے۔ آخر ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرتؐ نے خبر دی تھی۔ مسلم عن حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما۔

(۷) حضرتؐ نے خبر دی تھی کہ انتقال شریف کے بعد زید بن ارقم اندھے جاوینگے۔ ایسا ہی ہوا۔ دلائل النبوۃ۔

(۸) فاطمہ زہراؓ سے حضرت نے فرمایا تھا۔ میرے بعد میری اہلبیت میں سے سب سے پہل تو مجھکو ملیگی۔ ایسا ہی ہوا بیہقی عن ابن عباس۔

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میری امت کی ہلاکت چند نوجوانانِ[1] قریش کے ہاتھ پر ہے۔ بخاری عن ابی ہریرہ۔

ان نوجوانوں سے مراد قاتلان حضرت عثمان و حضرت مرتضیٰ و حضرت حسن مجتبےٰ و امام حسین کے قاتل لوگ مثلاً یزید بن زیاد۔ عبدالملک بن عبدالملک۔ مختار ابن سعد وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مجمع البحار میں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان اشخاص کو اور اونکی اسماء کو جانتے تھے۔ مگر خوف فتنہ سے ظاہر نہ کرتے تھے۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنے پہلے لوگوں کی عادتوں اور طریقوں[2] کی پیروی کروگے۔ بالشت بالشت۔ شبر شبر۔ ذراع ذراع یہاں تک کہ اگر وہ سوراخ میں گھسے ہونگے تو تم بھی ویسا کروگے۔ حضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ (پہلوں سے مراد) یہود و نصاریٰ ہیں۔

---

[1] یہ غلمہ کا ترجمہ ہے۔ مرزا صاحب کا ایک حواری لکھتا ہے کہ دیکھو غلمہ بچوں کو کہتے ہیں۔ اور بچوں سے جوان مراد لیے مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ غلام کے معنے سیانہ سال مرد کے ہیں۔ اور غلمہ تیزی شہوت جماع کو کہتے ہیں۔ اغلام اور غشلمہ۔ اور غشلم او بجلیم یہ سب اس سے لغات ہیں۔

فرمایا تو اور کون بخاری و مسلم عن ابی سعید۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی اور خصلتوں میں تو بہت لوگوں نے پیروی کی ہی تھی مگر مرزا صاحب نصاریٰ کی طرح خود ابن اللہ بن بیٹھے۔ یہود کی طرح حضرت ابن مریم کو گالیاں دینے لگے۔ اور اُن کے معجزات کا انکار کر کے معجزات کو شعبدہ۔ مسمریزم۔ لہو و لعب بھی قرار دیدیا

(۱۱) آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا جب کہ امت تکبر کی چال چلیگی۔ بادشازادگان فارس و روم اُن کی خدمت کرینگے۔ اللہ تعالیٰ اُنکی اخیار پر اُنکے اشرار کو مسلط کردیگا۔ ترمذی عن ابن عمر۔

فارس و روم کی فتح کے بعد حضرت عثمان غنی کا قتل اور بنی ہاشم پر بنی امیہ کا غلبہ اس کا مصداق ہے۔

(۱۲) آنحضرت صلعم نے فرمایا تم میرے بعد جزیرۂ عرب سے جنگ کروگے۔ خدا تم کو فتح دیگا۔ پھر الدجال کے ساتھ جنگ کروگے۔ خدا اس پر بھی فتح دیگا مسلم عن نافع بن عتبہ۔

مرزا صاحب غور کریں کہ الدجال کے ساتھ جنگ ظاہری صورت میں ویسا ہی پورا ہوگا۔ جیسے عرب کے ساتھ جنگ ظاہری صورت میں ہوا۔

(۱۳) فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ زمین حجاز سے ایک آگ نکلیگی۔ جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردیگی۔ بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ۔

یہ آگ جمعہ کے دن تیسری جمادی الآخر ۶۵۴ھ کو ظاہر ہوئی۔ اور یکشنبہ ۲۷ رجب یعنے ۵۲ دن تک رہی۔ اس کی عجائبات و خواص کے بارہ میں بڑی ضخیم کتاب موجود ہے۔ یہ آگ لوہے پتھر کو گلادیتی تھی۔ اور گھاس لکڑی نہیں جلتا تھا۔ اور جب تک یہ آگ رہی بصریٰ میں رات کو اونٹ اس کی روشنی میں چلتے تھے۔ اور مدینہ کے لوگوں نے رات کو چراغ نہیں جلایا دن جیسی روشنی تھی

(۱۴) فرمایا میری امت ایک پست زمین پر اُتریگی۔ جس کا نام وہ بصرہ رکھینگے۔ یہ ایک

نہر کے پاس ہوگا جس کا نام دجلہ ہوگا۔ اُس پر پُل ہوگا۔ اور شہر کے باشندے بہت ہونگے
یہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ایک شہر ہوگا۔ آخر زمانہ میں اس شہر والوں سے لڑنے کے لئے
ترک (تاتاری مغل) آئینگے۔ اُن کے منہ چوڑے بڑے اور آنکھیں چھوٹی ہونگی۔ اُس شہر کے
کنارہ پر اُترینگے۔ شہر والوں کے تین گروہ ہو جاوینگے۔ ایک گروہ بیلوں کی دموں کیساتھ
نکلیگا۔ اور جنگل میں پناہ پکڑیگا۔ یہ فرقہ ہلاک ہوگا۔ دوسرا فرقہ ان سے امان طلب کریگا۔ یہ بھی
ہلاک ہوگا۔ تیسرا فرقہ اپنی اولاد و نساء کو پس پشت رکھیگا۔ اور ترکوں سے لڑینگے۔ اِن میں سے
اکثر مارے جائینگے۔ اور وہ شہید ہونگے۔" ابوداؤد عن ابوبکر مستعصم باللہ خلیفہ کے عہد میں
یونہی ہوا۔

(۱۵) فرمایا مجھے قرآن بھی دیا گیا۔ اور قرآن کے ساتھ اس کی مثل[1] بھی خبردار ہو قریب ہے
کہ ایک شکم بھرا (کھاتا پیتا مغرور) شخص اپنی چھپر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ تم صرف قرآن ہی کو لو اور
جو اس میں حلال ہو اُس کو حلال سمجھو جو حرام ہو اُس کو حرام خیال کرو۔ تحقیق یہ ہے کہ جس کو رسول اللہ
حرام کرتے ہیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔ ابن ماجہ و دارمی و ابوداؤد
عن مقدام بن معدیکرب

یہ پیشگوئی سنہ [illegible] ہجری میں ظاہر ہوئی۔ مرزا صاحب نے مسئلہ عرض نکالا۔ اور احادیث
سے اعراض کیا۔

احادیث میں اور بہت سی عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں یا ہونیوالی ہیں
یا ایک حصہ حدیث کا اپنے ظاہری لفظوں میں ظہور پذیر ہو چکا ہے۔ اور ایک حصہ کا ظاہر ہونا
ہنوز باقی ہے۔ لیکن اُن سچی عقیدت والوں کے قلب کے واسطے جو نبی معصوم پر ایمان لائے ہیں
میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور شکر کرتا ہوں کہ میری کتاب کا اختتام ایک ایسے مضمون پر ہوا ہے

[1] مرزا صاحب اُوتیتُ القرآن ومثلہٗ معہٗ کے لفظ پر تدبر فرمائیں۔ کہ اگر وہ حدیث کو جو مثیل قرآن ہے نہیں مانتے
تو بننے والے مسیح کو کیا استحقاق ہے۔ کہ کوئی اسے مانے گا۔

جو ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشمار دلائل و شواہد نبوت میں سے ایک عمدہ دلیل ہے
جو سرکشوں کی گردنوں کے توڑنے اور ہٹ دھرمیوں کے پرخچے اڑانے کے واسطے کافی ووافی ہے والحمد للہ

حمداً کثیراً

قصیدہ

جائیکہ از مسیح و نزولش سخن رود[1] ٭ گویم حدیثِ صدق کہ گیری بروقرار

گفتند دشمنانِ حقیقت یہود ما ٭ کردیم بر صلیبش و حق گشت آشکار

زیرا کہ گفتہ بود خداوند در کتاب ٭ بردار آن رود کہ بود لعنتی و خوار

گفتند منکرانِ صداقت شکستن پرست ٭ او خویش را نمود ز خود بر ہمہ نثار

تا عدلِ بے نیاز بجا ماند و درست ٭ تا فضلِ کردگار نماید ہمہ عیار

گفتند سرکشان کہ بمرد او ز کرب و درد ٭ کشتیم و ہم صلیب برآورد زود بار

یک ہفتہ پاسبانی گورش نمودہ ایم ٭ تا دزد نعشِ او نشود باز کامگار

گفتند پیروان کہ بیاسود تا سہ روز ٭ در قبر ابنِ مریم و خسر زند مرزگار

از خاک جست و روز سوم شد بر آسمان ٭ دیدند دہ دوازدہ اش روئے بر بہار

چون این خلاف صورتِ فتنہ فرا گرفت ٭ ہر یک در اضطراب فتاد و در اضطرار

آن یک بہ عبدیتِ صحیح خطابِ مسیح کرد ٭ این یک درا بہ پورِ خدا داد اشتہار

آن مدعی کہ فتنہ کذاب زو بشد ٭ چون کشتیم خونِ لعینے بفرق دار

این مفتخر کہ گردِ معاصی ہمہ بشست ٭ آن فدیۂ عباد علیٰ رغمِ روزگار

[1] مرزا صاحب نے ازالہ میں ایک فارسی قصیدہ لکھا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎
جائیکہ از مسیح از نزولش سخن رود ٭ گویم سخن اگرچہ ندارند باورم
قصیدہ کا جواب قصیدہ میں دیا گیا۔

حق خواست تا نزاع کند در زمین دو قوم
کز جهل گشته اند سراپا وقودِ نار

از بارگاهِ خویش فرستاد یک رسول
بخ بخ رسول کش پدر و مادرم نثار

منشور خاص حضرتِ حق در یمینِ او
آیاتِ باهرات خداوند در یسار

هم صادق و امین لقبش کرده منکران
هم ذاتِ او بچشمِ خلائق بزرگوار

آن کعبهٔ صفا و رسولِ پیمبران
آن حجتِ خدا بسوے خلق ناشمار

این هر دو را بمجلسِ عالیِ خویش خواند
فرمود چند زین سخنِ زشتِ ناگوار

هر لحظه بر زبانِ شما حرف ها رود
هر صبح این گمان بدل و سر کنند قرار

دانید اے یهود که فرمانِ کبریاست
عیسی است همچو آدمِ خاکی در اعتبار

ما برگزیده ایم چو او را ز طین بشر -
از بے پدر مسیح دگر چیست اعتراز

آن مادرش که محصنه و پاک فطرت ست
در عصمتش کلام میارید زینهار

البته از سعادت و رحمت برید بهر
نسبت باو کنید اگر اینک استوار

هان اے مسیحیانِ غلط فهم مر شما
دانید - آفریده بود آفریدگار؟

بشگافد آسمان و بتر قد دگر زمین
هم پاره پاره گشته بیفتند کوهسار

گوید اگر کسے که خدا را پسر بود -
اے قوم ناشناس ازین شرک هوشیار

هرگز نمیرسد بمسیح و بمادرش
کز بندگیِ خالقِ برتر کنند عار

هان - اے یهود معتقدِ مر شما بود
کان بر صلیب کرده شد و بود او خوار؟

هان اے مسیحیانِ اسیرِ هوائے دل
گوئید مر شما که شمار است او نثار

گوئید مر شما بجهنم خرید او
تا بر شما ز آتشِ دوزخ گشت حصار

آوخ - چه کند بها که شما هر دو بسته آید
بے ترس هولِ پرسش و بےخوف درِ نار

اکنون مرا رسید چنین حکمِ کبریا -
این هر دو قوم را ز چه جهل و ظن برآر

هنگامِ زهقِ باطل و ظلمت فرا رسید
وقتِ طلوعِ نورِ یقین است مهروار

دانید هر دو قوم که آن برگزیده را — از قتل و صلب داشت خدای پاک و برکنار

دانید هر دو قوم که حق آن رسول را — بے مرگ برکشید سوئے خویش در جوار

من گفتم آنچه گفت مرا دحی ذو الجلال — بدبخت آنکه گفتن من سازدش فگار

البته تا بگفته من سر نهد جهان — آینده واقعات نمایم باشکار

شک نیست شهر قسطنطنیه ز اهل شرک [نصاریٰ] — گیرند پیروان من از فتح کارزار

تا قرب حشر دولت شان را گزند نیست — این نخل را همیشه بود برگ و نهر و بار

بازآنچنان بود که برین شهر دشمنان — یا بند دست و باشد از آن قوم شهریار

زینان یکے سپاه به اعماق رو نهد — یا بر زمین دابق و او را کشد حصار

آید برون ز طیبه سپاهے ز مسلمین — از هیبت و جلال جهان کرده تار و مار

آن فوج را سپاه محمدے باشد آنکه هست — نامش محمد و لقبش مهدی کبار

کوشند سخت و خون عزیزان رود بخاک — جانے نه تا سه روز سلامت برد سوار

چون روز چارمین بجهان نور گسترد — هم ظلمت سپاه عدو خواند الفرار

شش سال چون برین بسر آید موحدان — گیرند شهر قسطنطنیه به گیر و دار

تهلیل شان و نعرهٔ تکبیر شان کند — آئینه حال معنئ قد دمر الدیار

آرے همین سپاه مظفر بود که او — بر شهر باز نصب کند رائیت وقار

بر فتح و جنگ چون بسر آید هفت ماه — دجال در جهان فگند فتنه و شرار

این لشکر مظفر و منصور مسلمین — آید بسوئے شام همه برق شعله بار

آنگه کند نزول نبی خدا مسیح — بر چهره قطرهائے عرق در شاهوار

زین هر دو قوم کس نبود آنکه از یقین — ایمان برد نیارد و بر قول استوار

اے حسرتا این گروه تهید است پر فنون — اے حسرتا این گروه عزیزان روزگار

این علم پاک را بچیزے نمے خرند — گردند از فراست خود هیچ اعتبار

من روز و شب بحیرت و فکرم ازین گروه — یا للعجب چه شان خدائی ست آشکار
هم مدعیِ عشق محمد شدند و هم — از مهرِ علیم وے بگریزند سایه وار
گویند جان و دل بره و در سرِ حبیب — با گفتهٔ حبیب ندارند هیچ کار
دعوی گوهری ست ولے از سبک سری — بالائے بحر تیره و تارند چون حبار
اظهار نوش نخل نمایند در سخن — امّا زبانِ کلکِ همه تیز نیش خار
نخلے اگر به خویش کشایند باب دل — زین گفتها همه خجل آیند و شرمسار
بیسے کجا و یک نفر از عامیان بجا [۱] — از قطرهٔ چکیده مجو جوشش آبشار
آن تخم را که ریشه نرست ست در زمین — نسبت درست نیست بنخلِ بر از بهار
آن ذره را که مانده هنوز ست زیرِ سنگ — چشمک زند بمهرِ جهانتاب با ظن هزار
آن قطره را که در دهنِ افعی است جا — دور است از صدف که کند دُرِّ شاهوار
با رنگ همچو گندم و با مو راست راست [۲] — دشوار نیست بودن عیسی برین دیار
از برگ ریز تازگی بوستان مجو — هر چند پائے نخل نهد نام او بهار
آن کودکے که کرده سواری نے درست — نتواند این که راه برد همچو سوار
هذی نکو ست هذی محمد نه غیر او — گمراه آنکه سست و گرِ راهِ تنگ و تار
ما را که زیرِ ظلِ محمد غنوده ایم — با نوح قادیانی و با کشتیش چه کار [۳]
گلزار را بگو که بیاندیشد از خزان — مائیم نخلِ جنت و مستغنی از بهار
از آفتابِ صدق منور حریم ماست — گو شعل و ستاره شود گم ازین دیار
کاسات وصل گر نه کشد کس ز مصطفیٰ — آن کیفِ تلخ سکر همی بخشد و خمار
آن راه تنگ کش نه سپرد ست رهنما — شد راهِ غول بادیه و اژدهائے غار
صد شکر آن که چشم به بشیر همی دهد — خورشید ما که تافته از عرشِ کردگار

[۱] مرزا صاحب کا مصرعہ تھا۔ تخم چون گندم است بمو فرق بین ہست ۱۲ [۲] مرزا صاحب کا مصرعہ ہے
[۳] مرزا صاحب کا مصرعہ حقا کہ ہمچو کشتی نوحم درین دیار ۱۲ نخلے کجاست تا بنہد پا بمنبرم ۱۲

ای آنکه بوی بادهٔ ذوق است در سرت ... حسن آر دت آرد سر از خاک بر میار
خمخانهٔ ازل که صبوحی کشانِ عشق ... سرشار ازو شدند همین چاره سیار
محروم رشحه نیست ازین خمستان کسے ... بارے بکشا زبانِ طلب چشمِ انتظار
چون کرمِ پیله این همه اخبارِ صادقه ... بر خویشتن تنیدنِ بیهوده در گذار
ای آنکه چشم خفتهٔ نورِ الٰهی ... خوش دل مشو بتابش هر کرمک شرار
مردانه خیز و در کفِ همت عصا بگیر ... تکبیر فتح خوان بسر وادی وقفار
بگذر ز شوخ چشمی و تکذیب مرسلان ... زین شیوهٔ تبه و بکن ترک اختیار
ای آنکه دل بسینه و مغز است در سرت ... دانی دو نقطه را نبود جز یکی قطار!
اینجا بیا و شاهرهِ مصطفیٰ نگر ... گامِ طلب براه حبیبِ خدا گذار
آنسو مرو که نور نهفته است از جهان ... این سو بیا که طورِ تجلّی است کوهسار
لا افضلیّن خوان که رسولِ کریمِ ما ... اخبار زین گروه نمودست بار بار
اشعارِ من که ماءِ معین است در مذاق ... در بوستان و کشت کند کارِ نوبهار
وانجا که نیست از اثر او نتیجهٔ ... لا تُنبِتُ الکلاء و درست شوره زار
ما کیستیم تا سخنِ ما فتد قبول ... آنجا که شاعریست رسولِ بزرگوار
گویند استعاره نمودست این سخن ... گویند این مجاز بگفتست کردگار
ای دشمنِ حقیقت و ای دالهٔ مجاز ... زین استعاره بگذر و از عقلِ مستعار
آن چشمه را که موسیٰ و خضر بد تشنه اش ... بهرِ خدا از آبِ تنک ۔ پایه کم مدار
آن حسن را که صورت و معنیست والهش ... باد رهانِ بجنس به بیع و شری میار
الهام نیست آنکه خلافِ شریعتست ... گر نشنوی تو از او بردل مکن گمار
تا بهتر و درست تر از وی بتو رسد ... این بست آنچه گفت خداوند گوش دار

۵۱ مرزا صاحب کا مصرعہ یہ تھا ۔ حسن نور خود نهفته ز چشمان شپیرم ۱۲
۵۲ مرزا صاحب کا مصرعہ یہ تھا ۔ گر نشنوم بگوشش آنرا کجا برم ÷ بشنو یا کیا از یاد تیر

ماموں نیست آنکہ تبرسد ز فلسفی — دیوانہ را قیاس نگیرند ہوشیار

فارغ نشین ز فلسفیان و کلام شان — عنقا ز دام و دانہ نگردد گہے شکار

دنبال سگ گذار کہ او بانگ میزند — چندانکہ ماہ بر سر دنیاست نور بار

کم سنگ آنکہ مے نہد از نیستی نژاد — یک وزن وحی ایزد و عقل خطا شعار

ہم تیرہ آنکہ در این دور مے کند فراز — تا شمع را بروز دہد جائے شمس بار

یارب ز لطف خویش سوئے ما نگاہ کن — بر کشت این گروہ ز رحمت یکے ببار

من از محبتے کہ با سلامیان مراست — اندر داین گروہ شدم بس نزار و زار

تا کے بود میان عزیزان چنین خلاف — تا کے بود در امت اسلام انتشار

دریاب اے خدائے رحیم از سر کرم
زان پیشتر کہ دست گزند از زیان کار

محمد سلیمان منصور پوری سنہ ۱۸۹۳ء

اشعار رقت آثار المبغر ادقی زبان المعی وزان صاحب الکشف والالہام مولوی محی الدین عبد الرحمن صاحب رئیس لکھوکے مدفوعہ

اذنا باللسان جهاد دينا — لنصر دين رب العالمينا

نجاهد من يخالفنا بدين — جديد فيه تبع الكافرينا

فصاح مصيحة قال النصارى — فانه دينهم كفرا مبينا

فصدق بالصليب لكلمة الله — وصار النصر كفر المشركينا

وقال بان مذهبه قريبا — لدين الكفر دون المؤمنينا

فهذا الدين دين القاديانى — غداضه الدين المسلمينا

فنسأل ربنا نصرا عزيزا — لدين الله دين المرسلينا

فنحن ندين دين الله حقا
ونبغض من يحب الملحدينا

[illegible]

تفسیر القرآن اردو

نیاز مند نے آج کل قرآن مجید کی ایک تفسیر اردو نثر میں اس التزام
کے ساتھ لکھنی شروع کر رکھی ہے۔ کہ پہلے تو جن آیات کے متعلق احادیث
مل گئیں۔ اُن سے تفسیر کی گئی۔ اور جہاں حدیث نہ ملی۔ وہاں آثار صحابہ سے۔
غرضکہ احادیث نبوی اور آثار کے بغیر اس تفسیر میں اور کوئی کمزور روایت نہیں
لکھی گئی۔ ساتھ ہی اس کے ان لوگوں کو دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ جنہوں
نے کلامِ الٰہی کے متعلق کسی قسم کی تحریف سے کام لیا ہے ؛

قصہ مختصر

اگر خدا نے چاہا۔ تو یہ تفسیر نہایت اعلےٰ اور اپنی نظیر آپ ہوگی۔ سیپارہ سیپارہ
چھپ کر خریدار صاحبان کی خدمت میں پہنچتی رہے گی۔ اور بعد طبع جو قیمت تجویز
ہوگی۔ اوس میں وی پی کر دیا جاویگا۔ خواہشمند اور اہل شوق احباب جلد تر
درخواستیں ذیل کے پتہ پر راقم مؤلف کے نام بھیجدیں۔ تاکہ جملہ اصحاب کے نام
درج رجسٹر ہوتے رہیں ؛ والسلام

ملنے کا پتہ

عبد العزیز خلف مولانا مولوی غلام رسول صاحب مرحوم ساکن قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ (پنجاب)